پارہ

لَنْ تَنَالُوا

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ

تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو بھی

لَنْ تَنَالُوا	الْبِرَّ	حَتّٰى	تُنْفِقُوْا	مِمَّا	تُحِبُّوْنَ	وَمَا	تُنْفِقُوْا	مِنْ شَیْءٍ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
تم ہرگز نہ پہنچو گے	نیکی	جب تک	تم خرچ کرو	اس سے جو	تم محبت رکھتے ہو	اور جو	تم خرچ کرو گے	سے (کوئی) چیز	تو بیشک	اللہ

بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾

خوب جانتے ہیں۔

بِهٖ	عَلِيْمٌ
اس کو	جاننے والا

اللہ کی راہ میں محبوب مال خرچ کرنے کی ترغیب:

الحمد للہ اب چوتھے پارہ کی ابتدا ہو رہی ہے۔ جس کی صرف ایک ابتدائی آیت تلاوت کی گئی ہے۔ گذشتہ آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ قیامت میں کفار اپنی رہائی کے لئے اگر زمین بھر کر بھی سونا خرچ کریں تو ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اس سے ان کے مال کا آخرت میں ان کے لئے نافع نہ ہونا ثابت ہوا تھا۔ اس کے مقابل دنیا میں اللہ کی راہ میں مال صرف کرنے کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کو دنیا میں اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے آخرت میں نفع ہوگا۔ اسلئے اہل اسلام کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ہدایت کی جاتی ہے کہ ویسے تو تم خدا کی راہ میں کیسی ہی معمولی چیز کیوں نہ خرچ کرو وہ بھی تمہارے لئے نافع اور مفید ہوگی مگر جو چیز تمہارے نزدیک زیادہ محبوب و مرغوب ہو اگر اس کو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے تو ابرار کا درجہ حاصل ہوگا۔

حضرت ابوطلحہؓ کا واقعہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اپنی محبوب اور پسندیدہ چیزوں پر نظر ڈالی اور انکو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواستیں ہونے لگیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اس وقت تمام انصار مدینہ میں حضرت ابوطلحہؓ سب سے زیادہ مالدار تھے۔ وہ اپنے تمام مال و جائیداد میں "بیرحا" نامی باغ کو جو مسجد نبوی کے سامنے تھا سب سے زیادہ محبوب رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کے کنویں کا میٹھا پانی نوش فرمایا کرتے۔ اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت ابوطلحہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے تمام اموال میں یہ باغ "بیرحا" مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے لہٰذا میں اسکو اس امید میں کہ جو بھلائی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی میرے لئے جمع رہے میں اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ لہٰذا آپ ﷺ کو اختیار ہے جس طرح مناسب خیال فرمائیں اس کو تقسیم فرما دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو کر فرمانے لگے کہ خوب یہ بہت ہی فائدہ مند مال ہے اس سے لوگوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ پھر فرمایا میری رائے یہ ہے کہ تم اس کو اپنے اقربا رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے عرض کیا بہت اچھا اور پھر اسے اپنے اقربا اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم فرما دیا۔

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا صدقہ:

بخاری و مسلم ہی میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا سب سے زیادہ عزیز اور بہتر مال وہ ہے جو خیبر میں میری زمین کا ایک حصہ ہے۔ میں اس کو راہ خدا میں صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمائیے کیا کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصل زمین کو اپنے قبضہ میں رکھو اور اس کی پیداوار اور پھل وغیرہ اللہ کی راہ میں وقف کر دو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

جب میں تلاوت کے دوران اس آیت پر پہنچا تو میں اپنے تمام مال و جائیداد کو تصور میں لایا لیکن مجھے اپنی رومی کنیز سے زیادہ کوئی چیز محبوب تر نظر نہ آئی لہٰذا میں نے اسی کو اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

حضرت زیدؓ کا صدقہ:

حضرت زید بن حارثہؓ اپنا ایک گھوڑا لئے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور مجھے اپنی املاک میں یہ سب سے زیادہ محبوب ہے میں اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسکو قبول فرما لیا۔ لیکن ان سے لیکر انہی کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو دے دیا۔ حضرت زیدؓ اس پر کچھ دلگیر ہوئے کہ میرا صدقہ میرے ہی گھر میں واپس آ گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا صدقہ:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق روایت ہے کہ شکر کی بوریاں خرید کر صدقہ کرتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ ان کی قیمت ہی کیوں نہیں صدقہ کر دیتے فرمایا شکر مجھے مرغوب و پسند ہے۔ یہ چاہتا ہوں کہ راہ خدا میں پیاری چیز خرچ کروں۔

اللہ کی راہ میں جتنا بھی دو عمدہ چیز دو:

آیت میں یہ بھی قابل غور ہے کہ تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ فرمایا یعنی خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔ لفظ مِمَّا سے اشارہ ہوتا ہے کہ آیت سے یہ مقصود نہیں کہ جتنی چیزیں اپنے نزدیک محبوب اور پیاری ہیں ان سبھی کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جتنا بھی خرچ کرنا ہے اس میں اچھی اور پیاری چیز دیکھ کر خرچ کریں تو کامل نیکی اور مکمل ثواب کے مستحق ہوں گے علمائے محققین نے لکھا ہے کہ آیت کے مفہوم میں صدقات واجبہ زکوٰۃ وغیرہ اور نفلیہ خیرات دونوں شامل ہیں اس طرح آیت کا مفہوم یہ ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جو صدقہ بھی ادا کرو خواہ زکوٰۃ فرض ہو یا کوئی نفل صدقہ و خیرات ہو ان سب میں مکمل فضیلت جب ہے کہ اپنی محبوب و پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔

دو اہم باتیں:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ اس سے دو باتیں مفہوم ہوئیں:۔ (۱) ایک یہ کہ آدمی جو کچھ خرچ کرتا ہے اسکی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ پر روشن ہے وہ جانتے ہیں کہ محبوب شے کو خرچ کر رہا ہے یا نہیں۔ اور اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے خرچ کر رہا ہے یا ریا نام و نمود اور شہرت کے لئے۔ تو محض کسی کا زبانی دعویٰ کہ میں اپنی محبوب چیز کو اللہ کے لئے خرچ کر رہا ہوں کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جو دل کے پوشیدہ رازوں سے واقف ہے وہ جانتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ واقع میں اس خرچ کا کیا درجہ اور کیا حیثیت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ مفہوم ہوئی کہ اگرچہ خیر کامل اور صف ابرار میں داخلہ محبوب شے خرچ کرنے پر موقوف ہے لیکن مطلق ثواب سے کوئی صدقہ خالی نہیں خواہ محبوب چیز خرچ کریں یا زائد اور فالتو اشیاء۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رضا کے لئے ہم کو اپنی پیاری اور محبوب شے کو اپنے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے خرچ ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اس پر اجر و ثواب عطا فرمائیں۔ اے اللہ ہر حال میں ہم کو اخلاص نصیب فرمایئے اور نام و نمود۔ شہرت و ریا کے گناہوں سے کامل طور پر بچایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ

سب کھانے کی چیزیں نزولِ توریت کے قبل باستثناء اُس کے جس کو یعقوبؑ نے اپنے نفس پر حرام کرلیا تھا

كُلُّ	الطَّعَامِ	كَانَ	حِلًّا	لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اِلَّا	مَا حَرَّمَ	اِسْرَآءِيْلُ	عَلٰى	نَفْسِهٖ
تمام	کھانے	تھے	حلال	بنی اسرائیل کے لئے	مگر	جو حرام کرلیا	اسرائیل (یعقوبؑ)	پر	اپنی جان

مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٩٣

بنی اسرائیل پر حلال تھیں فرما دیجئے کہ پھر توریت لاؤ پھر اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔

مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تُنَزَّلَ	التَّوْرٰىةُ	قُلْ	فَاْتُوْا	بِالتَّوْرٰىةِ	فَاتْلُوْهَا	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
سے	قبل	کہ	نازل کی جائے (اترے)	توریت	آپ کہدیں	سو تم لاؤ	توریت	پھر اس کو پڑھو	اگر	تم ہو	سچے

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩٤

سو جو شخص اس کے بعد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بات کی تہمت لگائے سو ایسے لوگ بڑے بے انصاف ہیں۔

فَمَنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ
پھر جو	جھوٹ باندھے	پر	اللہ	جھوٹ	سے۔بعد	اس	تو وہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝٩٥

آپ کہدیجئے اللہ تعالیٰ نے سچ کہدیا سو تم ملتِ ابراہیمؑ کا اتباع کرو جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ مشرک نہ تھے۔

قُلْ	صَدَقَ	اللّٰهُ	فَاتَّبِعُوْا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا	وَمَا	كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
آپ کہدیں	سچ فرمایا	اللہ	اب پیروی کرو	دین	ابراہیمؑ	حنیف	اور نہ	تھے	سے	مشرک (جمع)

چیزوں کی حلت وحرمت کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ملت ابراہیمی پر ہونا باعتبار تمام اصول شرعیہ اور اکثر فروع بیان فرمایا تو یہود نے اس پر اعتراض کیا کہ آپ اپنے آپ کو دین ابراہیمی اور انبیاء سابقین کے طریقہ پر بتلاتے ہیں تو پھر آپ ان چیزوں کو کیسے حلال بتلاتے ہیں کہ جو حضرت ابراہیمؑ اور تمام انبیاءؑ پر حرام تھیں مثلاً اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ ان پر حرام تھا۔ تو مسلمانوں کا یہ دعویٰ کیسے صحیح ہے کہ اہل اسلام کو ابراہیم علیہ السلام اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب ومناسبت ہے۔

حق تعالیٰ نے یہود کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ جتنی حلال چیزیں اہل اسلام اب کھاتے پیتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیمؑ کے وقت میں حلال تھیں اور توراۃ کے نازل ہونے سے پہلے تک حلال ہی رہیں البتہ توراۃ میں جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی اس میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کردی گئی تھیں لیکن جہاں تک اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کی حرمت کا تعلق ہے یہ توراۃ کے نازل ہونے سے بہت پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جن کا نام اسرائیل تھا استعمال نہ کرنے کی منت مان لی تھی اور ان کی پیروی میں ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور اونٹ کے گوشت اور دودھ نہ کھانے پینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ایک بیماری تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ

نذر مانی کہ مجھے اس بیماری سے نجات ملے اور میں صحت مند ہو جاؤں تو اپنی محبوب ترین شے کا کھانا پینا چھوڑ دوں گا چنانچہ صحت پانے پر آپ نے اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ اپنی نذر پورا کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر یہ چیز حرام نہ تھی تو یہود کو یہ بتلایا گیا کہ جن اشیاء کو حرام سمجھے بیٹھے ہو وہ ابراہیمی شریعت میں ہرگز حرام نہ تھیں اس کے بعد یہود کو نہایت واضح الفاظ میں زوردار طریقہ پر کہا گیا کہ اگر اب بھی تمہیں کچھ شک ہے تو اپنی کتاب توراۃ لے آؤ اور اسے اول سے آخر تک پڑھ جاؤ۔ اگر کہیں یہ بیان مل جائے کہ ابراہیمی شریعت میں یہ چیزیں حرام تھیں تو نکال کر دکھلا دو۔ کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ اپنی تحریف کردہ اور مسخ شدہ کتاب سے بھی ایسا کوئی حکم نکال کر نہ دکھا سکے مگر پھر بھی اپنی ضد پر اڑے رہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ یہود نے قرآن کریم کا یہ چیلنج قبول نہیں کیا اور قبول کرتے بھی کیسے۔ جبکہ ان کا دعویٰ بے بنیاد تھا۔ نہ ان کے پاس حقیقی علم تھا اور نہ حقیقی احکام الٰہیہ کو اپنی جگہ برقرار رکھ سکے تھے۔ اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن کی حقانیت پر ایک اور حجت قائم ہو گئی اور یہود کا کاذب و مفتری ہونا ثابت ہو گیا کہ اپنی طرف سے باتیں گھڑ لیتے ہیں اور انہیں مذہب اور کتاب سے منسوب کر دیتے ہیں۔ تو اس بے انصافی اور ظلم کی کوئی انتہا ہے اور دنیا میں یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ انسان اپنی من گھڑت کو خدا کی بات اور اس کا حکم قرار دے۔

ملت ابراہیمی کا حقیقی پیروکار کون؟

یہود و نصاریٰ اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں وہ ساتھ ہی اس بات کا بھی دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت ابراہیمؑ کا اصلی مذہب انہیں تک سینہ بسینہ پہنچا ہے۔ قرآن کریم نے یہ واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہیں لیکن وہ دین و ملت میں قطعی حضرت ابراہیمؑ کے پیرو نہیں۔ ابراہیمؑ خالص توحید پرست تھے وہ حنیف تھے یعنی ادھر ادھر بھٹکتے نہ تھے۔ ایک طرف کے ہو رہے تھے۔ سب کو ترک کر کے ایک اللہ کی ذات پر بھروسہ لگا رکھا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے خاندان، ملک اور برادری کو چھوڑا۔ بتوں کو توڑا۔ ستارہ چاند اور سورج سے منہ موڑا۔ آگ میں گرنا منظور کیا۔ بیوی بچہ کو چھوڑنا گوارا کیا بیٹے کو قربان کرنا قبول کیا۔ غرض کہ رضائے الٰہی کی خاطر ہر ممکن قربانی دی لیکن یہ بنی اسرائیل مادہ پرست ہیں۔ اپنے پیغمبروں اور راہبوں کی پرستش کرتے ہیں۔ دنیوی لالچ میں آ کر ایمان بیچ ڈالتے ہیں۔ اپنی کتابوں میں من مانی تحریف کر لیتے ہیں۔ خدائی احکام کو بدل ڈالتے ہیں۔ ایثار اور قربانی سے دور بھاگتے ہیں ریاضت اور جدوجہد سے کتراتے ہیں ان حالات میں انہیں حضرت ابراہیمؑ سے اور آپ کے دین و ملت سے کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ ہاں یہود و نصاریٰ کی بجائے امت محمدیہ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح یہ توحید باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ تسلیم و رضا کے پابند ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری انکا شیوہ ہے۔ شرک سے گریز اور دور ہیں۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کو چاہیے کہ امت محمدیہ میں شامل ہو کر اہل اسلام کی طرح سچے دل سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اتباع کریں۔

مسئلہ: یہاں ان آیات سے متعلق ایک بات یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس قسم کی منت یا نذر جیسا حضرت یعقوب علیہ السلام نے کی تھی کہ جس میں کسی حلال چیز کو حرام کر لینا مقصود ہو اب اسلامی شریعت کے موافق جائز نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ۲۸ ویں پارہ سورۂ تحریم میں ارشاد فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے اسے آپ کیوں حرام کر رہے ہیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ملت ابراہیمی کا سچا و صحیح پیروکار بنائے' یہود و نصاریٰ کی سرکشیوں' بے عملی' جھوٹے دعووں اور بے راہ روی سے محفوظ رکھے۔

یا اللہ ہم میں جو کوتاہیاں ہیں انہیں دور فرما اور اپنے دنیا و آخرت میں حضور ﷺ کا امتی بنا۔ آمین

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾

یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہی مکان ہے جو کہ مکہ میں ہے جسکی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہاں بھر کے لوگوں کا رہنما ہے۔

اِنَّ	اَوَّلَ	بَيْتٍ	وُّضِعَ	لِلنَّاسِ	لَلَّذِيْ	بِبَكَّةَ	مُبٰرَكًا	وَّهُدًى	لِّلْعٰلَمِيْنَ
بیشک	پہلا	گھر	مقرر کیا گیا	لوگوں کے لئے	جو	مکہ میں	برکت والا	اور ہدایت	تمام جہانوں کے لئے

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ

اُس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ اُن کے ایک مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اُس میں داخل ہوجاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے اور اللہ کے واسطے

فِيْهِ	اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ	مَقَامُ	اِبْرٰهِيْمَ	وَمَنْ	دَخَلَهٗ	كَانَ	اٰمِنًا	وَلِلّٰهِ
اس میں	نشانیاں کھلی	مقام	ابراہیم	اور جو	داخل ہوا اس میں	ہوگیا	امن میں	اور اللہ کے لئے

عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کے ذمہ جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ

عَلَى	النَّاسِ	حِجُّ الْبَيْتِ	مَنِ	اسْتَطَاعَ	اِلَيْهِ	سَبِيْلًا	وَمَنْ	كَفَرَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ
پر	لوگ	خانہ کعبہ کا حج کرنا	جو	قدرت رکھتا ہو	اسکی طرف	راہ	اور جو۔جس	کفر کیا	تو بیشک	اللہ

غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾

تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔

غَنِيٌّ	عَنِ	الْعٰلَمِيْنَ
بے نیاز	سے	جہان والے

قبلہ کے بارے میں یہود کے اعتراض کا جواب:

تمام انبیائے کرام بیت المقدس کی تعظیم کرتے تھے اور بیت المقدس ہی انکا قبلہ تھا حضرت ابراہیمؑ نے شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر وہیں رہے اور وہیں وفات پائی۔ ان کی اولاد بھی شام ہی میں رہی اور وہاں جتنے نبی آئے سب نے بیت المقدس کو قبلہ بنایا اس کے برعکس مسلمانوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا۔ وہ کیسے دعویٰ کرسکتے ہیں کہ وہ ابراہیم علیہ السلام سے قریبی نسبت رکھتے ہیں اور ملت ابراہیمی سے زیادہ قرب و مناسبت رکھتے ہیں۔ ان آیات میں معترضین کو اسکا جواب دیا گیا۔ زمین پر جہاں کہیں ہدایت و برکت پائی جاتی ہے وہ اسی بیت منور کا عکس و پرتو سمجھنا چاہئے۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت یہیں سے ہوئی۔ مناسک حج ادا کرنے کے لئے سارے جہاں کو دعوت اسی کی طرف دی گئی۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لئے نہایت ذوق وشوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی کے گرد جمع ہوئے۔

خانہ کعبہ کی چار خصوصیات:

دوسری آیت میں خانہ کعبہ یعنی بیت اللہ کی مزید خصوصیات بیان فرمائی جاتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۗ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ۝

پہلی خصوصیت: کہ اس میں اللہ جل شانہ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اس کی توضیح میں علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب سے بیت اللہ قائم ہوا اس کی برکت۔ حرمت اور عظمت سے اللہ تعالیٰ

نے اہل مکہ کو مخالفین کے حملوں سے محفوظ فرمادیا۔ اصحاب فیل جس کا واقعہ ابرہہ بادشاہ نے ہاتھیوں کا لشکر لے کر چڑھائی کی کہ خانہ خدا کو منہدم کردے تو اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے اس کے لشکر کو ابابیل جیسے کمزور پرندوں کے ذریعہ تباہ وہلاک و برباد کردیا۔

قرب قیامت میں دجال کا فتنہ ظاہر ہوگا اور وہ چالیس دن کے اندر اندر تمام زمین پر گھوم جائے گا اور کوئی بستی اور شہر ایسا نہ رہ جائے گا جس میں داخل نہ ہو بجز مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے۔

اسی طرح رمی جمرات کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان پر پھینکی ہوئی کنکریاں نامعلوم طور پر فرشتے اٹھالیتے ہیں۔ صرف ان بدنصیب لوگوں کی کنکریاں رہ جاتی ہیں جن کے حج قبول نہیں ہوتے۔

دوسری خصوصیت: مقام ابراہیم کا وہاں ہونا بیان فرمایا گیا۔ مقام ابراہیم سے مراد وہ جنتی پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا اور یہ پتھر تعمیر کی بلندی کے ساتھ خود بلند ہوجاتا تھا۔ پہلے یہ پتھر بیت اللہ کے دروازے کے قریب تھا جب قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى. اس وقت طواف کرنے والوں کی مصلحت سے اس کو اٹھا کر بیت اللہ کے سامنے مطاف کے مشرقی کنارہ پر ممبر اور بیر زم زم کے درمیان رکھ دیا گیا۔ اور ایک محفوظ حجرہ میں مقفل تھا۔ طواف کے بعد کی دو رکعت واجب الطواف اسی حجرہ کے پیچھے پڑھی جاتی ہیں۔ اب چند سال ہوئے کہ شاہ فیصل فرمانروائے مملکت سعودی عربیہ نے مکان کی بجائے اس کو ایک موٹے شیشے میں محفوظ کرادیا ہے۔ گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود باوجود کثیر التعداد دشمنوں کے ہزاروں برس سے محفوظ چلا آنا یہ اس امر کی کھلی نشانی ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے قدم آئے اور طوفان نوح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں خانہ کعبہ تعمیر ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ آپ کے شریک کار اور معین و مددگار رہے۔

تیسری خصوصیت وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا. یعنی جو اس میں داخل ہوجائے یعنی خانہ کعبہ کے حدود حرم میں داخل ہوجائے وہ امن والا یعنی مامون ومحفوظ ہوجاتا ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ جو شخص حدود حرم میں داخل ہو جائے اس کو نہ ستاؤ۔ نہ ایذا دو۔ نہ قتل کرو۔ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کرکے یا اور کوئی جرم کرکے وہاں چلا جائے تو اس کو بھی اس جگہ سزا نہ دی جائے بلکہ اس کو مجبور کیا جائے کہ وہ حرم سے باہر نکلے۔ حرم سے باہر آنے پر سزا جاری کی جائے گی اس طرح حرم میں داخل ہونے والا شرعی طور پر مامون ومحفوظ ہوگیا۔ دوسرے حرم میں داخل ہونے والے کا مامون ومحفوظ ہونا اس طرح بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر ہر قوم وملت کے دلوں میں بیت اللہ کی تعظیم وتکریم ڈال دی ہے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب اور ان کے مختلف قبائل کی جنگ جوئی اور تندخوئی ساری دنیا میں مشہور ہے لیکن انکا بھی حرم کے احترام کا یہ حال تھا کہ باپ کا قاتل بیٹے کے سامنے آتا تو مقتول کا بیٹا جو اس کے خون کا پیاسا ہوتا تھا اپنی آنکھیں نیچی کرکے گزر جاتا اور اس کو کچھ نہ کہتا۔

چوتھی خصوصیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. یعنی اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا لازم وواجب قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ وہ بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت واستطاعت رکھتے ہوں۔ یہ بھی اسی گھر کی فضیلت ہے کہ لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے اور تمام لوگ برابر خانہ کعبہ ہی کا حج کرتے چلے آئے۔ بیت المقدس کا حج کبھی فرض نہیں ہوا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں بیت اللہ کا حج نصیب فرما۔ بیت اللہ کے احترام کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۸

آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں انکار کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے احکام کا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کی اطلاع رکھتے ہیں۔

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ	تَكْفُرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	شَهِيْدٌ	عَلٰى	مَا	تَعْمَلُوْنَ
کہدیں	اے اہل کتاب	کیوں	تم انکار کرتے ہو	آیتیں	اللہ	اور اللہ	گواہ	پر	جو	تم کرتے ہو

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا

آپ فرما دیجئے اے اہل کتاب کیوں ہٹاتے ہو اللہ تعالیٰ کی راہ سے ایسے شخص کو جو ایمان لا چکا اس طور پر کہ کجی ڈھونڈتے ہو

قُلْ	يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ	لِمَ تَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	تَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا
کہدیں	اے اہل کتاب	کیوں روکتے ہو؟	سے	اللہ کا راستہ	جو	ایمان لائے	تم ڈھونڈتے ہو اسکے	کجی

وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۗ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۹۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اس راہ کے لئے حالانکہ تم خود بھی اطلاع رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ اے ایمان والو

وَاَنْتُمْ	شُهَدَآءُ	وَمَا	اللّٰهُ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	تَعْمَلُوْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
اور تم خود	گواہ (جمع)	اور نہیں	اللہ	بے خبر	سے۔جو	تم کرتے ہو	اے	وہ جو کہ

اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

اگر تم کہا مانو گے کسی فرقہ کا اہل کتاب میں سے تو وہ لوگ تم کو

اٰمَنُوْا	اِنْ	تُطِيْعُوْا	فَرِيْقًا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	يَرُدُّوْكُمْ	بَعْدَ
ایمان لائے	اگر	تم کہا مانو گے	ایک گروہ	سے	وہ لوگ جو	دی گئی کتاب	وہ پھیر دینگے تمہیں	بعد

اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰ وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ

تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنا دیں گے۔ اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو حالانکہ تم کو اللہ تعالیٰ کے احکام پڑھکر سنائے جاتے ہیں

اِيْمَانِكُمْ	كٰفِرِيْنَ	وَكَيْفَ	تَكْفُرُوْنَ	وَاَنْتُمْ	تُتْلٰى	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتُ	اللّٰهِ
تمہارے ایمان	حالت کفر	اور کیسے	تم کفر کرتے ہو	جبکہ تم	پڑھی جاتی ہیں	تم پر	آیتیں	اللہ

وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ۗ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۰۱

اور تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑتا ہے تو ضرور راہ راست کی ہدایت کیا جاتا ہے۔

وَفِيْكُمْ	رَسُوْلُهٗ	وَمَنْ	يَّعْتَصِمْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ هُدِيَ	اِلٰى	صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ
اور تمہارے درمیان	اس کا رسول	اور جو	مضبوط پکڑے گا	اللہ کو	تو اسے ہدایت دی گئی	طرف	سیدھا راستہ

سابقہ مضمون سے ربط: گذشتہ آیات میں یہود کے شبہات کا جواب دے کر یہ ثابت کر دیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مسلمہ ملت ابراہیمی پر ہیں اور مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ ہی اول معبد اور بناء ابراہیمی ہے۔

اب آگے ان آیات میں پہلے اہل کتاب کو ملامت کی جاتی ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد تمہارا عجب حال ہے کہ خود بھی قبول حق سے محروم ہو اور دوسروں کو بھی راہ حق سے ہٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہو۔ اسلام میں جھوٹے اور فرضی شکوک واوہام نکال نکال کر لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ اسلام سیدھا راستہ نہیں بلکہ ٹیڑھا راستہ ہے۔ لیکن یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری ان سازشوں سے غافل نہیں۔ پھر مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی جاتی ہے اور فہمائش کی جاتی ہے کہ تم اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے دھوکہ میں مت آنا اور ان کی بات ہرگز مت ماننا ورنہ وہ تمہیں رفتہ رفتہ اسلام راہ ہدایت سے پھیر کر پھر کافر بنا دیں گے۔ عملاً یا اعتقاداً۔

شان نزول

یہود مدینہ میں شاس بن قیس ایک یہودی تھا۔ جس کو مسلمانوں سے غایت درجہ حسد اور سخت کینہ تھا۔ ایک دن اس کا انصار کی ایک مجلس پر گزر ہوا جس میں انصار کے دونوں قبیلوں یعنی اوس اور خزرج کے لوگوں کو مجتمع دیکھا کہ وہ آپس میں بیٹھے ہوئے انس و محبت کی باتیں کر رہے ہیں حالانکہ اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں میں غایت درجہ عداوت اور ایک عرصہ دراز تک دونوں میں جنگ ہوئی تھی۔ اسلام کی برکت سے وہ عداوت جاتی رہی تھی اور اب اس کا کوئی اثر باقی نہ رہا تھا۔ اس یہودی کو مسلمانوں کا محبت اور اتفاق سے میل جول کے ساتھ ایک جگہ بیٹھنا سخت ناگوار گزرا اور حسد کے سبب ان میں تفریق ڈالنے کی فکر میں لگا اور یہ تجویز کی کہ ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں جو ایک مشہور جنگ ۱۲۰ سال تک رہ چکی ہے اس کے متعلق فریقین کے فخریہ اشعار ہیں۔ وہ اشعار ان کی مجلس میں جا کر پڑھ دیئے جائیں۔ چنانچہ ان اشعار کا پڑھنا تھا کہ فوراً ایک آگ سی بھڑک اٹھی اور آپس میں چناں چنیں ہونے لگی اور دونوں قبیلوں کو ایسا جوش آیا کہ موقع اور وقت لڑائی کا پھر مقرر ہو گیا۔ یہ خبر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ اسی وقت مع ان مہاجرین اور انصار کے جو اس وقت آپ کی خدمت میں موجود تھے ان کے پاس تشریف لائے۔ اور یہ فرمایا کہ کیا تم لوگ پھر جاہلیت کی باتوں کی طرف جاتے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان میں موجود ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے اور پھر مسلمان ہونے اور پھر باہم متفق اور مانوس ہونے کے بعد یہ کیا ہے۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد سب اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور سمجھے کہ یہ شیطانی حرکت تھی۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے لگ کر بہت روئے اور توبہ کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔

اہل کتاب کو ملامت

پہلی دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اہل کتاب کو خطاب فرمایا تھا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا تھا کہ آپ اہل کتاب سے ایسا ایسا کہہ دیجئے۔

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خاص ہے لیکن الفاظ کے عام ہونے سے اہل کتاب میں یہود و نصاریٰ دونوں شامل ہیں اور دونوں کو ملامت اور تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب تمہارے سامنے نیکی اور بدی کی راہیں کھول کر بیان کر دی گئیں۔ حق و صداقت کے دلائل واضح کر دیئے گئے اور قرآن کریم کی سچی اور پکی باتیں سنا دی گئیں تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اہل کتاب کہلانے کے باوجود برابر کلام اللہ یعنی قرآن مجید کے انکار پر تلے ہوئے ہو اور پھر یہ جہل و گمراہی کہ خود تو ایمان کی دولت حاصل کرنے سے محروم ہو اور اوپر سے یہ بھی چاہتے ہو کہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستہ سے روک دو جو لوگ مسلمان ہو چکے ہیں تمہاری کوشش ہے کہ اسلام میں غلط اور جھوٹے عیب نکال کر انہیں دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ اور تم یہ بری حرکتیں بے خبری اور لاعلمی میں نہیں کر رہے ہو بلکہ دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر حق کو جھٹلانے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد رکھو تمہارے سب اعمال اللہ کے سامنے ہیں وہ تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو خوب جانتا ہے۔ جس وقت تمہیں پکڑے گا پورا پورا حساب

لیا جائے گا اور وقت آنے پر تمہیں شدید سزا دے گا۔

مسلمانوں کو ہدایت وتلقین

اہل کتاب کو ملامت وتنبیہ کے بعد اہل اسلام کو عام ہدایت اور تلقین وتعلیم دی جاتی ہے۔ کہ یہ اہل کتاب یہود ونصاریٰ اسلام اور اہل اسلام کے ہمیشہ سے دشمن ہیں اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو دین اسلام سے پھیر کر کفر وشرک کی طرف لے آئیں۔ لہذا اگر مسلمان یہود ونصاریٰ کی صحبت اختیار کریں گے یا ان کے کہے پر چلیں گے اور ان کی باتیں مانیں گے تو رفتہ رفتہ ان کی خباثت وشیطنت مسلمانوں میں بھی سرایت کر آئے گی اور جس کا آخری درجہ کفر تک پہنچ جانا ممکن ہوسکتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو نہ تو یہود ونصاریٰ کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا اور ملنا جلنا چاہیے نہ ان کی باتیں سنیں۔ نہ ان سے تعلقات بڑھائیں۔ صرف اسی صورت میں ان کے شر سے بچا جاسکتا ہے۔ ورنہ خدشہ ہے کہ ایسا کرنے والے ایمان کی روشنی سے نکل کر کفر کے اندھیرے میں نہ جا گریں۔ اے اللہ ہمیں بھی ان ہدایات وتعلیم قرآنی کے سوچنے سمجھنے کی توفیق وبصیرت عطا فرما اور یہودیت ونصرانیت سے پوری طرح نفرت عطا فرما اور ان سے اور ان کی باتوں سے اور ان کے تعلقات سے اور ان کی اتباع سے اور ان کی موافقت سے ہر طرح گریز نصیب فرما آمین۔

کفر اعتقادی اور کفر عملی

اب یہاں ایک بات ضروری اور سمجھ لینے کی ہے یہاں جو اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر تم اہل کتاب میں سے کسی فرقہ کا کہنا مانو گے تو وہ لوگ تم کو تمہارے ایمان لائے پیچھے کافر بنادیں گے تو یہاں یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک معنیٰ کفر کے تو متعارف اور مشہور ہیں اور وہ کفر اعتقادی ہے اور ایک معنیٰ یہ ہیں کہ اعتقاداً تو مومن ہو مگر کام کافروں کے سے کرے اس کو بھی مجازاً کفر کہہ دیتے ہیں اور کفر عملی یہی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کا استعمال بھی بہت آیا ہے۔ پس مطلب اور حاصل آیت کا یہ ہے کہ اہل کتاب کی اطاعت سے کفر کا ڈر ہے۔ اگر عقائد میں کی گئی تو کفر اعتقادی ہوگا اور اگر اطاعت اعمال ومعاصی میں کی جائے تو جیسا کہ اس خاص واقعہ میں انصار مدینہ یہود کے اشتعال دلانے سے آپس میں لڑنے کو تیار ہوگئے تھے۔ تو یہ عمل بعض کافروں کا سا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے حضرات صحابہ کی ہدایت اور تلقین کے لئے تو قرآن کی آیات نازل ہوگئیں مگر یہ ہدایت اور تلقین قیامت تک مسلمانوں کے لئے ہے جہاں بھی ہوں جس حال میں بھی ہوں یہود ونصاریٰ کی اطاعت نہ ہو۔

دعا کیجئے:

یا اللہ دشمنان دین کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ اے اللہ یہ یہود ونصاریٰ جو دین اسلام کے اور مسلمانوں کے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اے اللہ ان کے مکائد ومفاسد سے امت مسلمہ کی حفاظت فرما۔ اور دشمنان دین کی چالوں کو ان ہی پر الٹ کر ان ہی کی تباہی وبربادی کا باعث بنا۔ اے اللہ ہمیں دین اسلام کی سچی اور نہ مٹنے والی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ ہمیں دوست دشمن میں تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں نیک وبد سمجھنے کی فہم عطا فرما۔ اے اللہ ہمیں اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ اے اللہ ہم نے آپ کی اور آپ کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سے منہ موڑ کر ہر طرح کی ذلت وخواری کا سامنا کیا اے اللہ اب ہمارے اس جرم عظیم کو معاف فرما دے۔ اے اللہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہماری بدحالی پر کرم ورحم کی نظر فرما اور اس ملک اور اس قوم کی ہدایت کے فیصلہ فرما ہمیں اپنے ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی دولت عطا فرما۔ اور اس رجوع کی برکت سے ہمارے تمام دین ودنیا کے بگڑے ہوئے کاموں کو درست و راست فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٠٢

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	تُقٰتِهٖ	وَلَا تَمُوْتُنَّ	اِلَّا	وَاَنْتُمْ	مُّسْلِمُوْنَ
اے	وہ جو کہ	ایمان لائے	تم ڈرو	اللہ	حق	اس سے ڈرنا	اور تم ہرگز نہ مرنا	مگر	اور تم	مسلمان (جمع)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو

وَاعْتَصِمُوْا	بِحَبْلِ	اللّٰهِ	جَمِيْعًا	وَّلَا	تَفَرَّقُوْا	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَتَ	اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ
اور مضبوطی سے پکڑلو	رسی کو	اللہ	سب مل کر	اور نہ	آپس میں پھوٹ ڈالو	اور یاد کرو	نعمت	اللہ	تم پر

اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ

جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں اُلفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ

اِذْ كُنْتُمْ	اَعْدَآءً	فَاَلَّفَ	بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ	فَاَصْبَحْتُمْ	بِنِعْمَتِهٖۤ	اِخْوَانًا	وَكُنْتُمْ
جب تم تھے	دشمن (جمع)	تو اُلفت ڈال دی	تمہارے دلوں میں	تو تم ہو گئے	اس کے فضل سے	بھائی بھائی	اور تم تھے

عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ

دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں

عَلٰى	شَفَا	حُفْرَةٍ	مِّنَ	النَّارِ	فَاَنْقَذَكُمْ	مِّنْهَا	كَذٰلِكَ	يُبَيِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اٰيٰتِهٖ
پر	کنارہ	گڑھا	سے (کے)	آگ	تو تمہیں بچالیا	اس سے	اسی طرح	واضح کرتا ہے	اللہ	تمہارے لئے	اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٠٣	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ
تاکہ تم لوگ راہ راست پر رہو۔	تاکہ تم	ہدایت پاؤ

تقویٰ اور اطاعت شعاری کا حکم

یہاں مسلمانوں کو تقویٰ اور خوف خداوندی اپنے دلوں میں پیدا کرنے کی تلقین کی گئی۔ کیونکہ تقویٰ اسلام اور ایمان کی روح ہے۔ بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری کے اسلامی خصوصیات اور پاکیزہ ایمانی زندگی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں اپنی ذات پاک سے ڈرنے کا حکم دیا اور وہ بھی اس طرح کہ مرتے دم تک کوئی حرکت اسلام کے خلاف نہ ہو۔ جینا ہو تو خالص اسلام پر اور مرنا ہو تو خالص اسلام پر۔

یہاں آیت میں اتَّقُوا اللّٰهَ کے بعد حَقَّ تُقٰتِهٖ کا جو حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ سے ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرنا چاہیے تو حَقَّ تُقٰتِهٖ کی تفسیر میں صحابہ کرام اور علمائے مفسرین کے کئی قول منقول ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر

کام میں کی جائے۔

دوسرا قول بعض مفسرین نے یہ فرمایا کہ حق تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی ملامت اور برائی کی پروا نہ کرے۔

اجتماعی قوت کا اصول

آگے دوسری آیت میں مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت کو قائم رکھنے کا اصول بتلایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو اور متفرق اور پراگندہ مت ہو''۔

حبل اللہ کے لفظی معنی ہیں اللہ کی رسی۔ عربی میں حبل سے مراد عہد بھی ہوتا ہے اور ہر وہ شے جو وسیلہ کا کام دے وہ بھی اس سے مراد ہوتی ہے یہاں حبل اللہ (اللہ کی رسی) سے مراد قرآن کریم اور اسلامی شریعت ہے جسے مضبوطی سے تھام لینا ہی دنیوی کامیابی اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ اوپر افراد امت کو ہدایت کی گئی تھی کہ سب اپنی اپنی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی بناؤ۔ اسلام ہی پر زندہ رہو اور اسلام ہی پر مرو۔ یہاں امت کو اجتماعی طور پر حکم دیا جا رہا ہے کہ اپنی ذاتی زندگی سنوارنے کے بعد سب اکٹھے مل کر رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھام لو۔ جس طرح رسی کو پکڑ لینا اوپر سے گرنے سے بچاتا ہے اور نیچے سے اوپر تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح سب کا مل کر قرآن کریم کو مضبوط پکڑنے سے انفرادی زندگی کی طرح امت مسلمہ کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل تسخیر ہوگی اور کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ خدا کی رسی اس قدر مضبوط ہے کہ ٹوٹ تو سکتی نہیں۔ ہاں غفلت کی بناء پر چھوٹ سکتی ہے۔

اسلام کا احسان یاد رکھو کہ اس نے تمہیں متحد کر دیا:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن پاک کو من حیث الجماعت تھاما اور اس کی پیروی کی۔ اُس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا۔ کہ اسلام سے پہلے قبائل کی باہمی عداوتیں بات بات پر شب و روز کے کشت و خون، جنگ جدال، قتل و غارت مار دھاڑ اور پھر اوپر سے کفر و شرک اور بت پرستی۔ گندے عقائد اور اعمال بد، پوری عرب قوم اس آگ میں جل رہی تھی اور اس آگ میں جل مرنے اور نیست و نابود ہو جانے سے اگر کسی چیز نے انہیں بچایا تو وہ یہی نعمت اسلام تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہدایات و شریعت کی تعلیم اور ایمان و یقین کی روشنی تھی کہ جس کی بدولت صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ جس سے ان کی دین و دنیا دونوں درست ہو گئے۔ اور ایسی ساکھ قائم ہو گئی جسے دیکھ کر بڑے بڑے دشمن مرعوب ہو گئے اور یہ برادرانہ اور مخلصانہ اتحاد خدا کی اتنی بڑی نعمت ان کو مل گئی جو روئے زمین کا خزانہ بھی خرچ کر کے میسر نہ آ سکتی تھی۔ آگے حق تعالیٰ انہیں عظیم الشان دینی اور دنیوی نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں۔

اتحاد و تنظیم کا ذریعہ فقط شریعت کی پابندی ہے

یہ کہ اگر مسلمان مستحکم اتحاد و اتفاق اور تنظیم چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ فقط فرمانبرداری ہے اور قانون الٰہیہ کی پابندی ہے اسی کی طرف اشارہ ارشاد ہوا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ یہ احکام اس موقعہ پر واضح طور پر بیان فرمائے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ امر بھی بیان کر کے بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ راست پر قائم رہو۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں تقویٰ و اطاعت والی زندگی عطاء فرما ہمیں اتحاد و اتفاق کی توفیق عطاء فرما ہر قسم کے انتشار اور تفریق سے ہمیں دور کر دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونا ضرور ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں۔ اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کریں اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔

وَلْتَكُنْ	مِّنْكُمْ	اُمَّةٌ	يَّدْعُوْنَ	اِلَى	الْخَيْرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهَوْنَ	عَنِ الْمُنْكَرِ
اور چاہیے رہے	تم سے (میں)	ایک جماعت	وہ بلائے	طرف	بھلائی	اور وہ حکم دے	اچھے کاموں کا	اور وہ روکے	برائی سے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا

اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔ اور تم لوگ اُن لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا

وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	تَفَرَّقُوْا	وَاخْتَلَفُوْا
اور یہی لوگ	وہ	کامیاب ہونے والے	اور نہ ہو جاؤ	اُن کی طرح جو	متفرق ہو گئے	اور باہم اختلاف کرنے لگے

مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾

اُن کے پاس احکام واضح پہنچنے کے بعد۔ اور اُن لوگوں کے لئے سزائے عظیم ہو گی!

	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	جَآءَهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	وَاُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	
	اس کے بعد	کہ	اسکے پاس آگئے	واضح حکم	اور یہی لوگ	ان کے لئے	عذاب	بڑا	

دعوت وارشاد کے لئے مخصوص جماعت

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے پیارے خطاب سے حق تعالیٰ نے مشرف فرما کر مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی صلاح وفلاح کے دو اہم اصول بیان فرمائے تھے۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے یعنی سب کا مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا اور تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی یہ سب چیزیں اس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت وارشاد تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کے لئے قائم رہے۔ اور اس جماعت کا وظیفہ ہی یہ ہو کہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے۔

یہود ونصاریٰ کی طرح فرقہ پرستی میں مبتلاء نہ ہو جاؤ

پھر اس مخصوص جماعت کے وجود اور قیام کے حکم کے ساتھ یہ بھی ہدایت اور تاکید مسلمانوں کو فرمائی جاتی ہے کہ دیکھو تم یہود ونصاریٰ کی طرح مت ہو جانا کہ جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اغراض وخواہشات نفسانی اور وہم وہوا پرستی کی پیروی کر کے دین میں متفرق اور مختلف ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ بندیوں نے ان کے دین کو تباہ کر ڈالا اور سب کے سب عذاب الٰہی کے نیچے آ گئے۔

تبلیغ کے درجات اور جماعت تبلیغ کے کام

پہلا درجہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا یہ ہے کہ یہ فریضہ امت کے ہر فرد پر لازم ہے اپنی استطاعت وقدرت کے موافق۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت خاص دعوت وارشاد اور تبلیغ واشاعت دین ہی کے لئے قائم رہے جس کا ذکر ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا گیا ہے جس میں اس جماعت خاص کے تین امتیازی کام بتلائے گئے:۔

(۱) ایک دعوت الی الخیر۔ دعوت الی الخیر سے کیا مراد ہے؟ اس کی تفسیر میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خیر سے مراد قرآن اور میری سنت کا اتباع ہے۔ دعوت الی الخیر کا کام ہر وقت ہو گا

اگرچہ اس وقت منکرات موجود نہ ہوں۔ مثلاً ابھی رمضان یا حج کا زمانہ دور ہے لیکن وہ جماعت اپنے فرض سے غافل نہیں رہے گی بلکہ وہ پہلے سے لوگوں کو بتلاتی رہے گی کہ رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنا فرض ہوگا اور بشرط استطاعت حج کے ایام میں حج کرنا فرض ہوگا۔

پھر دعوت الی الخیر کے بھی دو درجہ ہیں پہلا یہ کہ غیر مسلموں کو خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت دینا۔ مسلمانوں کا ہر فرد عموماً اور یہ جماعت خصوصاً دنیا کی تمام قوموں کو اسلام کی دعوت دے۔ زبان سے بھی تحریر و تقریر سے بھی اور عمل سے بھی۔ دعوت الی الخیر کا دوسرا درجہ خود مسلمانوں کو دعوت دینا ہے۔

(۲) دوسرا امتیازی کام امر بالمعروف ہے۔ معروف میں وہ تمام نیکیاں اور بھلائیاں داخل ہیں جن کا اسلام نے حکم دیا ہے۔

(۳) تیسرا امتیازی کام نہی عن المنکر ہے۔ منکر میں وہ تمام برائیاں اور مفاسد اور گناہ داخل ہیں جن کو اسلام میں ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے والوں میں شامل فرمائیں۔ یا اللہ دنیا میں ہم نیکی اور بھلائیوں کے کرنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی اس طرف بلانے والے ہوں۔ یا اللہ ہم ہر طرح کے گناہ نافرمانی اور معصیت سے بچنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی بچانے والے ہوں۔

اے اللہ دین میں اختلاف اور فرقہ بندی کی لعنت سے ہم کو محفوظ فرما اور قرآن و سنت کے راستہ پر ہم کو چلنا اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

27 يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟

اُس روز کہ بعضے چہرے سفید ہوجاویں گے اور بعضے چہرے سیاہ ہوں گے سو جن کے چہرے سیاہ ہوگئے ہوں گے

يَوْمَ	تَبْيَضُّ	وُجُوْهٌ	وَّتَسْوَدُّ	وُجُوْهٌ ۚ	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اسْوَدَّتْ	وُجُوْهُهُمْ ۟
دن	سفید ہونگے	بعض چہرے	اور سیاہ ہونگے	بعض چہرے	پس جو	لوگ	سیاہ ہوئے	ان کے چہرے

اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾

اُن سے کہا جاوے گا کیا تم لوگ کافر ہوئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد تو سزا چکھو بہ سبب اپنے کفر کے

اَكَفَرْتُمْ	بَعْدَ	اِيْمَانِكُمْ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا كُنْتُمْ	تَكْفُرُوْنَ
کیا تم نے کفر کیا	بعد	اپنے ایمان	تو چکھو	عذاب	کیونکہ تم تھے	کفر کرتے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

اور جن کے چہرے سفید ہوگئے ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے!

وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	ابْيَضَّتْ	وُجُوْهُهُمْ	فَفِيْ	رَحْمَةِ اللّٰهِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اور البتہ	وہ لوگ جو	سفید ہوں گے	ان کے چہرے	سو-میں	اللہ کی رحمت	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے!

تِلْكَ	اٰيٰتُ اللّٰهِ	نَتْلُوْهَا	عَلَيْكَ	بِالْحَقِّ	وَمَا اللّٰهُ	يُرِيْدُ	ظُلْمًا	لِّلْعٰلَمِيْنَ
یہ	اللہ کی آیات	ہم پڑھتے ہیں وہ	آپ پر	ٹھیک ٹھیک	اور نہیں اللہ	چاہتا	کوئی ظلم	جہان والوں کیلئے

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾

اور اللہ ہی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کی طرف سب مقدمات رجوع کیے جاویں گے!

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاِلَى اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ
اور اللہ کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور اللہ کی طرف	لوٹائے جائیں گے	تمام کام

دعوت وارشاد والی جماعت اور فرقہ پھیلانے والی جماعت کا انجام

قیامت کے روز جب میدان حشر میں سب جمع ہوں گے تو دنیا میں کئے ہوئے اعمال اور گزاری ہوئی زندگی کا اظہار لوگوں کے چہرے سے بھی ہوگا۔ چنانچہ جن لوگوں نے دنیا میں ایمان کے ساتھ نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی ان کے چہروں پر ایمان وتقویٰ کا نور چمکتا ہوگا ان کے منہ سفید اور روشن ہوں گے وہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے اور خوش خوش نظر آئیں گے۔ ان کے برخلاف جو لوگ اس دنیا میں کفر وشرک کی گمراہیوں، فسق وفجور، معاصی اور بدکاری میں گھرے رہے ان کے چہرے کفر ونفاق اور فسق وفجور کی سیاہی سے کالے سیاہ ہوں گے۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہوگا۔

کافروں کی ذلت ورسوائی

جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے سوال کیا جائے گا اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کیا تم لوگ کافر ہو گئے تھے اپنے ایمان لانے کے بعد یعنی تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیوں اختیار کیا؟ ان سیاہ چہرے والوں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ شرم وندامت سے ان کے سر جھک جائیں گے۔ ذلت اور رسوائی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور انہیں سزا کا حکم سنا دیا جائے گا اور وہ اپنے کفر کے بدلے جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

مفسرین نے تشریح کی ہے کہ یہ خطاب مرتدین منافقین اہل کتاب یہود ونصاریٰ عام کفار یا مبتدعین وفساق فجار سب کو ہو سکتا ہے۔ ''مرتد'' تو اسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ ''منافق'' زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے۔ ''اہل کتاب'' اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سب بشارتوں کو جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی گئی تھیں تسلیم کریں اور ان کی ہدایات کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن وسنت کے متبع ہیں اور نبی کریم پر ایمان لا چکے ہیں۔ مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کر کے یا بعض ضروریات دین کا انکار کر کے اصلی دین سے نکل جاتے ہیں اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کے مخاطب ہوئے۔ رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو اگر ان سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کئے گویا کفر سے عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دین فطرت پر پیدا کیا اس فطرت ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بنے۔'' تو بہر حال جن سیاہ چہرے والوں سے یہ سوال ہوگا کہ تم ایمان لا کر کافر کیوں ہو گئے وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے۔ اور حکم ہوگا فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ اب عذاب چکھو اس کے بدلہ میں کہ تم کفر کرتے تھے یعنی جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اہل ایمان وارشاد کا اعزاز

ان کا حال وانجام بیان کرنے کے بعد آگے ان لوگوں کا حال و انجام بیان کیا گیا جن کے چہرے قیامت کے روز ایمان وتقویٰ کے نور سے چمکتے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ یہاں رحمت سے مراد جنت ہے جس میں کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کہ نہ انہیں موت آئے گی اور نہ جنت اور اس کی نعمتوں پر فنا آئے گی اور نہ کبھی وہاں سے نکالا جائے گا۔ یہ سفید روشن چہرے والے کون ہوں گے؟ یہ وہ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں اپنی فطرت صحیحہ سے کام لے کر دین اسلام قبول کیا اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا اور آخری رسول تسلیم کیا قرآن وسنت کی تعلیمات کا اتباع کیا اور اللہ کے حکموں کے موافق اپنی زندگی دنیا میں گزاری۔

یہاں جو آیت میں فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ فرمایا تو مفسرین نے رَحْمَةِ اللّٰهِ سے مراد جنت لی ہے اور جنت کو لفظ رحمت سے تعبیر فرمانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن اگرچہ تمام عمر عبادت الٰہی میں بسر کر ڈالے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کی نافرمانی نہ کرے تب بھی آخرت میں اسے جو انعام ملے گا وہ محض اللہ کی رحمت اور اس کے فضل سے ملے گا کیونکہ عبادت کرنا بھی انسان کا کوئی اپنا ذاتی کمال نہیں بلکہ اس کی قدرت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے۔ اس لئے عبادت کرنے سے دخول جنت ضروری نہیں ہو جاتا بلکہ جنت کا داخلہ تو اللہ کی رحمت ہی سے ہوگا۔

آخرت کی جزا وسزا میں شک کی کوئی گنجائش نہیں

اس آیت میں تاکیداً یہ فرمایا گیا کہ روز قیامت کی ان تمام جزا و سزا کی باتوں میں کوئی شک وشبہ نہ کرے جیسے آج بعض بے دین کہہ

دیتے ہیں اب تو آرام سے گزرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے۔ تو خدا تعالیٰ تو جانتے ہی ہیں لیکن اس نے تمہیں بھی بتلا دیا کہ یہ جزا و سزا کی بالکل حق اور سچی باتیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بتا دی ہیں۔ لہٰذا جو جزا و سزا بتلائی جا رہی ہے وہ ضرور واقع ہوگی۔ پھر آگے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات پر ظلم کرنا نہیں چاہتے کہ انہیں خواہ مخواہ سزا دیں۔ یا نامناسب سزا دیں۔ یا جو شخص رحمت کا مستحق ہے اسے عذاب ملے یا جو تھوڑی سزا کا مستحق ہے اسے زیادہ سزا دی جائے نہیں بلکہ ہر حکم ہر معاملہ اور ہر کسی کو جزا و سزا عین حکمت و مصلحت و انصاف کے مطابق ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بلا جرم سزا دینا چاہیں یا کسی کے نیک اعمال کا بدلہ نہ دینا چاہیں تو انہیں اس کا پورا حق بھی ہے اور کامل اختیار بھی ہے۔ حق تو اس لئے ہے کہ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب بلا شرکت غیرے خدا ہی کا ہے۔ زمین اور آسمان اور کائنات کی کل موجودات اسی کی ملک ہے اور مالک کو اپنی ملک میں ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوقات پر ہر طرح کا حکم چلانے کا پورا حق ہے اور اختیار اس لئے ہے وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یعنی تمام مقدمات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور وہ تنہا صاحب اختیار ہوگا اور اس کا فیصلہ کرے گا۔ اس لئے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور کوئی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ اس طرح وہ واحد مختار بھی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ اس دنیا میں ہم کو ان اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما دے کہ جو آخرت میں آپ کے حصول رحمت کا ذریعہ بنیں اور ان اعمال بد سے بچا لیجئے کہ جو قیامت میں ذلت و رسوائی کا سبب ہوں۔

اے اللہ اپنے رحمت والے نبی کے طفیل سے ہم پر دنیا و آخرت دونوں جہان میں رحمت فرما۔ ہماری خطاؤں سے درگزر فرما۔ اور محض اپنی رحمت اور فضل و کرم سے ہماری مغفرت فرما کر ہم کو بھی اپنے مرحوم اور سعید بندوں میں شامل فرما کر اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
تم لوگ سب سے اچھی اُمت ہو کہ وہ اُمت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو

كُنْتُمْ	خَيْرَ	اُمَّةٍ	اُخْرِجَتْ	لِلنَّاسِ	تَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَتَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ
تم ہو	بہترین	اُمت	بھیجی گئی	لوگوں کے لئے	تم حکم کرتے ہو	اچھے کاموں کا	اور منع کرتے ہو	سے	برے کام

وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو اُن کے لئے زیادہ اچھا ہوتا اُن میں سے بعضے تو ایماندار ہیں

وَتُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَلَوْ	اٰمَنَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	مِنْهُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ
اور ایمان لاتے ہو	اللہ پر	اور اگر	ایمان لے آتے	اہل کتاب	تو تھا	بہتر	ان کے لئے	ان سے	ایمان والے

وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾	وَاَكْثَرُهُمْ	الْفٰسِقُوْنَ	
اور زیادہ حصہ ان میں سے کافر ہیں	اور ان کے اکثر	نافرمان	

امت محمدیہ کی افضلیت و برتری

گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رہنے ، تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو بجا لانے کا حکم دیا گیا تھا اسی کی مزید ترغیب و تاکید اور اسی مضمون کی تکمیل میں اس آیت میں امت مسلمہ کو خطاب کر کے اس کی افضلیت و برتری اور خصوصیت کی بڑی وجہ یہی صفت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بتلائی جاتی ہے جس سے ایک طرف تو اہل اسلام کو یہ تاکید مقصود ہے کہ تم اس صفت خصوصی پر قائم رہو اور تمہارا شیوہ یہی رہے اور دوسری طرف اہل کتاب کو اس دین کو قبول کر کے اس امت مسلمہ میں شامل ہو جانے کی ترغیب ہے کہ جس کو باقی تمام امتوں پر افضلیت کا درجہ ملا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے۔ اس کو خیر امت کا لقب دیا گیا۔ مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں بھی تصریح سے وارد ہوا ہے اور قرآن پاک میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحتہً و اشارۃً بیان فرمایا گیا ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے۔ جس طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے سردار اور تمام نبیوں سے افضل ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی تمام قوموں اور امتوں سے افضل و برتر ہے اور جس طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کی خبر گذشتہ انبیاء کو دے دی گئی تھی اسی طرح آپ کی امت کی برتری کی بھی خبر دے دی گئی تھی۔

امت محمدیہ کی افضلیت کی وجہ

اس آیت شریفہ میں خَيْرَ اُمَّةٍ کا لقب دینے اور اس کے خیر الامم ہونے کی علت بھی ظاہر فرما دی گئی کہ یہ امت مسلمہ ان تین صفات کی وجہ سے خَيْرَ اُمَّةٍ ہے:

(۱) تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ کہ تم لوگ نیک کاموں کا حکم کرتے ہو۔

(۲) تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

(۳) تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ یعنی تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

پہلی دو صفات یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا اس میں زبان، ہاتھ، قلم، تلوار سب ذریعہ شامل ہیں۔ جو جتنی قدرت اور وسعت رکھتا ہے وہ عملاً اور حکماً نیکیوں کی اشاعت اور برائیوں کی روک تھام کا اتنا ہی مکلف ہے۔ اور اگرچہ امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ پچھلی امتوں پر بھی عائد تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے مگر اول تو پچھلی بہت سی امتوں میں جہاد کا حکم نہیں تھا اس لئے انکا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف زبان اور دل سے ہوسکتا تھا۔ امت محمدیہ میں اس کا تیسرا درجہ یعنی ہاتھ کی قوت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا بھی شامل ہے۔ جس میں جہاد کی تمام اقسام بھی داخل ہیں اور بزور حکومت اسلامی قوانین کا نفاذ بھی اس کا جز ہے۔ اس کے علاوہ امم سابقہ میں جس طرح دین کے دوسرے شعائر سے غفلت عام ہو کر محو ہو گئے تھے اسی طرح فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی بالکل متروک ہو گیا تھا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان باللہ سے بھی پہلے ذکر فرمایا ہے حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے بغیر ایمان کے کوئی چیز بھی معتبر نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے امت محمدیہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر فوقیت اور افضلیت ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس امت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں اس لئے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی ذکر فرما دیا ورنہ اصل مقصود اس آیت مبارکہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر فرمانا ہے اس لئے اس کو مقدم فرمایا۔ تو امت کو بھی چاہیے کہ اس آیت میں جو صفات بیان کی گئی ہیں ان پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں۔

اب آیت میں بظاہر تو خطاب اولین مخاطبین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ہے مگر بقرینہ علت اس سے ساری امت مراد ہے۔ اب یہاں ذرا ہم اور آپ اپنی حالت پر بھی غور کر لیں۔

اہل کتاب کو دعوت ایمان

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر یہ اہل کتاب اس آخری نبیؐ آخری کتاب اور آخری شریعت پر ایمان لے آئیں اور اس نبی برحق کی تصدیق کر لیں جس کو توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں تو بلاشبہ یہ بھی خیر الامم میں شامل ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے سوائے چند کے جیسے یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور عیسائیوں میں نجاشی شاہ حبشہ اور عدی بن حاتم وغیرہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور خیر الامم میں داخل ہوئے باقی اپنے تمرد اور عناد پر قائم رہے اور اسلام کے اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اور ہر وقت مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ اس طرح اہل کتاب کو اس دین اسلام قبول کرنے کی ترغیب بھی ہے۔ اب چونکہ کفر پر قائم رہنے والے اہل کتاب مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اس لئے آگے مسلمانوں کی تسلی کے لئے ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے اور مسلمانوں کو اطمینان دلایا جاتا ہے اور ان بدخواہ یہود کو ذلت و رسوائی کی وعید سنائی جاتی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ جب آپ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہم کو امت مسلمہ میں پیدا ہونے کی سعادت نصیب فرمائی تو اے اللہ آپ ہی ہم کو اس خیر امت کا فرد ہونے کی لاج رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ ہم کو دنیا میں نیکیوں کا کرنے والا اور پھیلانے والا بنا کر زندہ رکھئے۔ اور برائیوں سے بچنے اور دوسروں کو بھی بچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ اس امت مسلمہ کی جو خصوصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تھی وہ ہم سے چھوٹ گئی۔ اے اللہ ہم کو پھر اس بھولے ہوئے سبق کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اور یا اللہ اس خیر الامم کو جس مقصد کے لئے آپ نے دنیا میں بھیجا ہے اس مقصد کو پورا کرنے کی ہمیں بھی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَنۡ یَّضُرُّوۡکُمۡ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَ اِنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ یُوَلُّوۡکُمُ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

وہ تم کو ہرگز کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا خفیف سی اذیت اور اگر وہ تم سے مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائینگے پھر کسی کی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جاوے گی

لَنۡ	یَّضُرُّوۡکُمۡ	اِلَّاۤ	اَذًی	وَ اِنۡ	یُّقَاتِلُوۡکُمۡ	یُوَلُّوۡکُمُ	الۡاَدۡبَارَ	ثُمَّ	لَا یُنۡصَرُوۡنَ
ہرگز	نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا	سوائے	ستانا	اور اگر	وہ تم سے لڑیں گے	وہ تمھیں پیٹھ دکھائیں گے	پیٹھ (جمع)	پھر	ان کی مدد نہ ہوگی

ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡۤا اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ حَبۡلٍ

جمادی گئی اُن پر بے قدری جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے

ضُرِبَتۡ	عَلَیۡہِمُ	الذِّلَّۃُ	اَیۡنَ مَا	ثُقِفُوۡۤا	اِلَّا	بِحَبۡلٍ	مِّنَ اللّٰہِ	وَ حَبۡلٍ
چسپاں کردی گئی	اُن پر	ذلت	جہاں کہیں	وہ پائے جائیں	سوائے	اس (عہد)	اللہ سے	اور اس (عہد)

مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡمَسۡکَنَۃُ ؕ

اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہوگئے غضب الٰہی کے اور جمادی گئی اُن پر پستی یہ اس وجہ سے ہوا

مِّنَ النَّاسِ	وَ بَآءُوۡ	بِغَضَبٍ	مِّنَ اللّٰہِ	وَ ضُرِبَتۡ	عَلَیۡہِمُ	الۡمَسۡکَنَۃُ
لوگوں سے	وہ لوٹے	غضب کے ساتھ	اللہ سے (کے)	اور چسپاں کردی گئی	ان پر	محتاجی

ذٰلِکَ بِاَنَّہُمۡ کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ یَقۡتُلُوۡنَ الۡاَنۡۢبِیَآءَ بِغَیۡرِ حَقٍّ ؕ

کہ وہ لوگ منکر ہوجاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کردیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق

ذٰلِکَ	بِاَنَّہُمۡ	کَانُوۡا	یَکۡفُرُوۡنَ	بِاٰیٰتِ	اللّٰہِ	وَ یَقۡتُلُوۡنَ	الۡاَنۡۢبِیَآءَ	بِغَیۡرِ حَقٍّ
یہ	اس لئے کہ وہ	تھے	انکار کرتے	آیتیں	اللہ	اور قتل کرتے تھے	نبی (جمع)	ناحق

ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ﴿۱۱۲﴾ ۬

یہ اس وجہ سے ہوا کہ اُن لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل نکل جاتے تھے!

	ذٰلِکَ	بِمَا	عَصَوۡا	وَّ کَانُوۡا	یَعۡتَدُوۡنَ	
	یہ	اس لئے	انہوں نے نافرمانی کی	اور تھے	حد سے بڑھ جاتے	

مسلمانوں کو تسلی کہ یہود تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

اے مسلمانو! تم اطمینان رکھو یہ یہود مدینہ اگرچہ تمہارے کیسے ہی سخت مخالف ہیں اور یہ کتنی ہی کوشش تمہیں نقصان پہنچانے کی کریں مگر یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ اور کسی قسم کا تم کو ہرگز ہرگز نہ پہنچا سکیں گے۔ سوائے اس کے کہ زبان درازی کر کے تمہارے خلاف زبانی پروپیگنڈہ کرتے رہیں۔ اگر وہ زبان درازی سے زیادہ کچھ ہمت کر کے کبھی جنگ کے لئے تمہارے مقابلہ میں آنے کی جرأت کریں گے بھی تو شکست کھا کر پیٹھ پھرتے ہوئے بھاگ نکلیں گے اور تمہارے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکیں گے۔ اور کہیں سے بھی ان کی مدد نہ ہو گی۔ اور انہیں کبھی قوت و شوکت اور غلبہ حاصل نہ ہو گا۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے۔

''وہ اہل کتاب یعنی یہود مدینہ تم کو اے مسلمانو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے۔ مگر ذرا خفیف سی اذیت یعنی زبانی برا بھلا کہہ کر دل دکھانا اور اگر وہ اس سے زیادہ کی ہمت کریں اور تم سے مقابل ہو کر مقاتلہ کریں تو تم کو پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے پھر اس سے بڑھ کر یہ ہو گا کہ کسی طرف سے ان کی حمایت بھی نہ کی جائے گی''۔

چنانچہ الحمد للہ یہ قرآنی پیشین گوئی حرف بحرف اسی طرح پوری ہوئی کہ اہل کتاب زمانہ نبوت میں کسی موقع پر بھی صحابہ کرامؓ پر جو کہ بقرینہ مقام اس آیت کے خاص مخاطب ہیں غالب نہ آ سکے اور جب کبھی یہود اور مسلمانوں میں لڑائی ہوئی یہود پشت پھیر کر بھاگے اور انجام کار مسلمانوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہوئے۔ بعض پر جزیہ لگایا گیا بعض مقتول ہوئے اور بعض جلا وطن کئے گئے۔

یہودیوں پر ذلت

اس پیشین گوئی کے بعد اس یہود قوم کے بارہ میں آگے بتلایا گیا کہ اس قوم پر بے قدری ذلت اور رسوائی مسلط کر دی گئی ہے اور ہر جگہ ان کا مال اور جان بے وقعت ہیں مگر ہاں دو ذریعوں سے ان کو امن میسر ہو جاتا ہے ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ کے ذریعہ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ (اس کی تشریح آگے کی گئی ہے) اور یہ لوگ اللہ کے غصہ کے مستحق ہو گئے۔ اور ذلت و خواری ان پر لازم کر دی گئی اور یہ لوگ خدا کے غضب اور ذلت و مسکنت کے اس لئے مستحق بنے کہ وہ احکام الٰہیہ کے منکر ہو جاتے تھے اور جان بوجھ کر ناحق نبیوں کو قتل کیا کرتے تھے اور یہ ذلت اور غضب اس وجہ سے بھی ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ اطاعت سے نکل نکل جاتے تھے۔

چنانچہ یہاں دوسری آیت میں اسی کا بیان ہے۔

یہودیوں کے لئے امن کے دو راستے

یہاں آیت میں دو ذریعوں سے یہود کو امن و پناہ ملنا بتایا گیا ہے۔ ایک تو حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ کے ذریعہ۔ اور دوسرے حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ کے ذریعہ۔ ان الفاظ سے مفسرین نے مختلف مرادیں لی ہیں۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کے ذریعہ پناہ و امن ملنے سے مراد بعض مفسرین نے یہ لی ہے کہ کوئی کتابی غیر مسلم خواہ یہودی ہو یا نصرانی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنے ہی طریق پر ایسا مشغول و مصروف ہو کہ مسلمانوں سے لڑتا بھڑتا نہ ہو اس کو جہاد میں قتل نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ اس کی کافرانہ عبادت آخرت میں اس کے کام نہ آئے گی۔ اسی طرح اللہ کی طرف کے ذریعہ میں یہ بھی آ گیا کہ کتابی عورت ہو یا نابالغ بچہ کیونکہ شریعت اسلام کی رو سے ان کو بھی جہاد میں قتل کرنے کی اجازت نہیں۔ تو گویا من جانب اللہ یہ دستاویز ان کے لئے موجب امن ہے۔ حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ سے بعض نے مراد اسلام لیا ہے یعنی مسلمان ہو کر وہ مامون ہو سکتے ہیں۔ اور حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں سے معاہدہ صلح وغیرہ کا کر کے ان کی پشت پناہی میں آ جائیں تو مامون رہ سکتے ہیں اور چونکہ یہاں حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ فرمایا ہے یعنی لوگوں

سے معاہدہ صلح کی بناء پر تو لفظ ناس مومن اور کافر دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے اس میں یہ صورت بھی داخل ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں سے معاہدہ صلح کر کے بے فکر ہو جائیں اور یہ بھی داخل ہے کہ دوسری غیر مسلم طاقتوں سے معاہدہ صلح کر کے امن میں ہو جائیں۔

اسرائیل کی حیثیت

آج کل فلسطین میں یہودیوں کی حکومت قائم ہونے کی بناء پر بہت سے مسلمانوں کو یہ شبہات پیش آتے ہیں کہ قرآن کے قطعی ارشادات سے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہودیوں کی حکومت کبھی قائم نہ ہو گی اور واقعہ یہ پایا جاتا ہے کہ فلسطین میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔ تو جواب واضح ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کی موجودہ حکومت کی حقیقت سے جو لوگ باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ حکومت دراصل اسرائیل کی نہیں ہے بلکہ امریکہ اور برطانیہ کی ایک پارٹی سے زیادہ اس کی حیثیت نہیں یہ اپنی ذاتی طاقت سے ایک مہینہ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ یورپین (اور اسلام دشمن) طاقتوں نے اسلامی بلاک کو کمزور کرنے کے لئے ان کے بیچ میں اسرائیل کا نام دے کر ایک چھاؤنی بنائی ہوئی ہے اور اسرائیل ان کی نظروں میں بھی ان کا فرمانبردار غلام سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ صرف قرآن کریم کے ارشاد بِحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ کے سہارے ان کا اپنا وجود قائم ہے وہ بھی ذلت کے ساتھ۔ اس لئے اسرائیلی موجودہ حکومت سے قرآن کریم کے کسی ارشاد پر ادنیٰ شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہود۔ نصاریٰ اور مسلمانوں میں سب سے پہلے یہود ہیں ان کی شریعت ان کی تہذیب سب سے پہلی ہے۔ اگر پوری دنیا میں فلسطین کے ایک چھوٹے سے حصہ پر ان کا تسلط کسی طرح ہو بھی گیا پوری دنیا کے نقشہ میں یہ حصہ ایک نقطہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ کی سلطنتیں اور مسلمانوں کے دور تنزل کے باوجود ان کی سلطنتیں بت پرستوں کی سلطنتیں لا مذہبوں کی حکومتیں جو جگہ جگہ مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں ان کے مقابلہ میں فلسطین وہ بھی آدھا اور اس پر بھی امریکہ و برطانیہ کے زیر سایہ کوئی تسلط یہودیوں کا ہو جائے تو کیا اس سے پوری قوم یہود پر خدا تعالیٰ کی طرف سے لگائی ہوئی دائمی ذلت کا کوئی جواب بن سکتا ہے" (معارف القرآن)

غضب الٰہی کے اسباب

یہاں آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ اس قوم یہود نے جو اللہ کا غصہ غضب کمایا اس کی چار وجوہات یہاں آیت میں بیان فرمائی گئی ہیں۔

(۱) وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ یعنی احکام خداوندی کو جھٹلاتے تھے۔ (۲) اللہ کے پیغمبر اور رسولوں کو انہوں نے ناحق قتل کیا۔ (۳) انہوں نے عصیان اور نافرمانی کو اپنا قومی شعار بنا لیا۔ (۴) انہوں نے عدوان اختیار کیا یعنی حدود الٰہی کو توڑا اور قوانین خداوندی کی پابندی اختیار نہ کی۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنا قوانین خداوندی کی پابندی نہ کرنا۔ احکام الٰہیہ کے دائرہ اور حدود سے نکل جانا اور ان کا انکار کرنا یہ وہ مسلمہ جرم ہیں کہ جو غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں اور قومی تباہی کا باعث بن کر رہتے ہیں۔

دعا کیجئے: کہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے اللہ تعالیٰ ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے نبی پاک ﷺ کے اتباع کی پوری پوری توفیق عطا فرما اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہمارے دشمنوں کو مغلوب فرما۔ یا اللہ یہود و نصاریٰ جو اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں ان کی شرارتوں سے امت مسلمہ کو محفوظ و مامون فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَيْسُوْا سَوَآءً ۭ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَاۗىِٕمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَاۗءَ الَّيْلِ

یہ اہل کتاب سب برابر نہیں ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں حق پر اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں

لَيْسُوْا	سَوَآءً	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اُمَّةٌ	قَاۗىِٕمَةٌ	يَّتْلُوْنَ	اٰيٰتِ اللّٰهِ	اٰنَاۗءَ الَّيْلِ
نہیں	برابر	سے (میں)	اہل کتاب	ایک جماعت	قائم	وہ پڑھتے ہیں	اللہ کی آیات	اوقات۔رات

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۱۱۳ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں

وَهُمْ	يَسْجُدُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَيَاْمُرُوْنَ	بِالْمَعْرُوْفِ
اور وہ	سجدہ کرتے ہیں	ایمان رکھتے ہیں	اللہ پر	اور	دن۔آخرت	اور حکم کرتے ہیں	اچھی بات کا

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۱۱۴

اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں۔ اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔

وَيَنْهَوْنَ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	يُسَارِعُوْنَ	فِي	الْخَيْرٰتِ	وَاُولٰۗىِٕكَ	مِنَ	الصّٰلِحِيْنَ
اور منع کرتے ہیں	سے	برے کام	اور	وہ دوڑتے ہیں	میں	نیک کام	اور یہی لوگ	سے	نیکوکار (جمع)

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۱۱۵

اور یہ لوگ جو نیک کام کریں گے اس سے محروم نہ کئے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ کو خوب جانتے ہیں۔

وَمَا	يَفْعَلُوْا	مِنْ	خَيْرٍ	فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِالْمُتَّقِيْنَ
اور جو	وہ کریں گے	سے (کوئی)	نیکی	تو ہرگز ناقدری نہ ہوگی اس کی	اور اللہ	جاننے والا	پرہیزگاروں کو

اہل کتاب میں بعض صالح افراد

یہ بات اپنی جگہ ضرور ہے کہ کسی قوم کی اچھائی اور برائی کا معیار قوم کی اکثریت ہوتی ہے اور کسی جماعت یا قوم کی نسبت رائے قائم کرنے میں اکثریت کی حالت دیکھی جایا کرتی ہے نہ کہ خال خال افراد کا حال چنانچہ قوم یہود کے باب میں رائے قائم کرنے کے سلسلہ میں بھی یہی اصول پیش نظر رہا ہے اور پوری قوم کو مغضوب بتلایا گیا تاہم سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اچھے افراد مغلوب اور برے غالب ہی سہی تاہم ان اشقیا کے اندر چند سعید روحیں بھی تھیں۔ ان اہل کتاب میں کچھ اچھے افراد بھی تھے اگرچہ وہ آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں یہود میں سے عبداللہ بن سلام ان کے بھائی اور دیگر احباب و رفقاء اور عیسائیوں میں حبشہ کا بادشاہ نجاشی اور اس کے ارکان دولت

اور نجران کے بعض نصاریٰ اور حبش و روم کے بعض عیسائی ان لوگوں نے جب اسلام کے انوار کی تجلی دیکھی تو بصدق دل اس کو قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے اور آپ کا اتباع قبول کر لیا۔ ان آیات میں انہی حضرات کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے۔

کہ سب اہل کتاب کا حال یکساں نہیں۔ اتنے بروں میں کچھ اچھے بھی ہیں کہ جنہوں نے حق کو قبول کیا اور اسلام کی آغوش میں آ گئے اور دین حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ اب کوئی دنیا کی طاقت انہیں ہلا نہیں سکتی۔ دین کے ذوق وشوق میں وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نیند اور نرم بستر ے چھوڑ کر اللہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ اپنے مالک کو عاجزی سے سجدے کرتے ہیں اور دیر تک جبین نیاز زمین پر رکھتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا قرب حاصل ہو اور نماز میں کلام پاک پڑھتے ہیں تاکہ کلام خداوندی کے پڑھنے سے مناجات کی لذت حاصل ہو اور ان کا اوقات شب میں اس طرح عبادت کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل نہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر ٹھیک ٹھیک اور پورا پورا ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ اللہ کی توحید ان کے دلوں میں راسخ ہو گئی۔ نیز قیامت وآخرت کا تصور ان کے نظروں سے اوجھل نہیں ہوتا اس لئے وہ اللہ سے غافل نہیں ہوتے۔ پھر یہ کہ ان کے انوار و برکات ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے بلکہ دوسروں کو بھی اچھے کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے ممانعت کرتے ہیں جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے تو دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں بلاشبہ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نیک بختی صلاح ورشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے اور ایسے اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوگنا اجر ملے گا۔ جیسا کہ سورہ قصص بیسویں پارہ میں ارشاد ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ اور احادیث نبویہ ﷺ میں صراحۃً آیا ہے کہ جو اہل کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے ان کو دو اجر ملیں گے۔ اس لئے جب یہود کی برائیوں کا ذکرا تا ہے تو حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ فرما دیتے ہیں اور ان کی پرہیزگاری کے موافق دنیا وآخرت میں ان کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائے گا۔

صالحین کے اوصاف

یہاں امت قائمہ کے صفات بیان فرما کر یہ جو فرمایا وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں) تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم جنہیں صالح قرار دیتا ہے ان کے اوصاف یہ ہیں۔

(١) ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت رکھنا۔

(٢) شب میں تلاوت قرآن کرنا اور نماز تہجد پڑھنا۔

(٣) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا۔

(۴) يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ یعنی نیکیوں کی طرف شوق ورغبت سے بڑھنا۔

دعا کیجیے: یا اللہ جن صفات حمیدہ کا ذکر آپ نے ان آیات میں فرمایا ہے ہم کو بھی وہ نصیب فرمائیں اور اپنے صالح بندوں میں ہم کو شامل ہونا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو بھی نیک بختی اور صلاح ورشد کا وہ حصہ عطا فرما جو آپ اپنے صالح بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ یا اللہ ایمان ویقین کی دولت کامل عطا فرما اور اعمال صالحہ کی ہم کو توفیق عطا فرما اور اپنے کرم سے ان اعمال کی قبولیت نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

جو لوگ کافر رہے ہرگز اُن کے کام نہ آویں گے اُن کے مال اور نہ اُن کی اولاد اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ذرا بھی

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	لَنْ تُغْنِيَ	عَنْهُمْ	أَمْوَالُهُمْ	وَلَا	أَوْلَادُهُمْ	مِنَ اللَّهِ	شَيْئًا
بیشک	وہ لوگ جو	کفر کیا	ہرگز کام نہ آئے گا	اُن سے (کے)	اُن کے مال	اور نہ	ان کی اولاد	اللہ سے (آگے)	کچھ

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝١١٦ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي

اور وہ لوگ دوزخ والے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں

وَأُولَٰئِكَ	أَصْحَابُ النَّارِ	هُمْ	فِيهَا	خَالِدُونَ	مَثَلُ	مَا	يُنْفِقُونَ	فِي
اور یہی لوگ	آگ (دوزخ) والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	مثال	جو	خرچ کرتے ہیں	میں

هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ

اس دنیوی زندگی میں اس کی حالت اس حالت کی مثل ہے کہ ایک ہَوا ہو جس میں تیز سردی ہو وہ لگ جاوے ایسے لوگوں کی کھیتی کو

هَٰذِهِ	الْحَيَاةِ	الدُّنْيَا	كَمَثَلِ	رِيحٍ	فِيهَا	صِرٌّ	أَصَابَتْ	حَرْثَ	قَوْمٍ
اس	زندگی	دُنیا	ایسی۔جیسے	ہوا	اس میں	پالا	وہ جا لگے	کھیتی	قوم

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝١١٧

جنہوں نے اپنا نقصان کر رکھا ہو پس وہ اُس کو برباد کر ڈالے اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے تھے۔

ظَلَمُوا	أَنْفُسَهُمْ	فَأَهْلَكَتْهُ	وَمَا ظَلَمَهُمُ	اللَّهُ	وَلَٰكِنْ	أَنْفُسَهُمْ	يَظْلِمُونَ
اُنہوں نے ظلم کیا	جانیں اپنی	پھر اسکو ہلاک کردے	اور ظلم نہیں کیا ان پر	اللہ	بلکہ	اپنی جانیں	وہ ظلم کرتے ہیں

کافروں کا انجام:

گذشتہ آیات میں مدح تھی اُن اہل کتاب کی جنہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر کے آنحضرت ﷺ کا اتباع اختیار کر لیا تھا۔ اب آگے اُن کے مقابل میں ان آیات میں اُن اہل کتاب کی مذمت ہے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور کفر پر قائم رہے اور ان کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ کافر جو کچھ دنیا میں مال دولت خرچ کرے اور خواہ اپنے نزدیک بڑی خیر خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو لیکن آخرت میں اس کی کوئی قدر قیمت اور پرسش نہیں کیوں کہ ایمان کی روح نہ ہونے سے اس کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنے والی چیز ایمان واسلام ہی ہے۔ ان کے بدون عمل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا اور اس کو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا۔

چند روز اس کی سرسبزی اور شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا کہ یکا یک ایسی سرد ہوا چلی اور برف و پالا اس قدر گرا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی۔ اور نتیجہ میں وہ اپنی کلی تباہی و بربادی پر کف افسوس ملتا رہ گیا۔ نہ اُمیدیں پوری ہوئیں۔ نہ ضرورت کے وقت اس کی پیداوار

سے فائدہ اٹھا سکا۔ بعینہٖ یہ مثال ان کفار کی ہے جو کفر و شرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں کیسا ہی دنیا میں صدقہ خیرات اور نیک کاموں میں اپنی دولت کو لگا کر اجر آخرت کے امیدوار ہوں کہ انہیں اگر واقعی قیامت آنے والی ہے تو اس کا اجر و ثواب ملے گا تو وہ سمجھ لیں اور اُن کو یاد رکھنا چاہئے کہ کفر و شرک کی وجہ سے اُن کے تمام اعمال باطل و رائیگاں ہیں اور مال یا اولاد کوئی چیز آخرت میں کفر و شرک پر ہونے کی وجہ سے عذاب الٰہی سے انہیں نہیں بچا سکتی۔ اور اس پر یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی آخرت میں قبول نہیں کی جاتی تو اُس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ ہرگز نہیں۔ یہ ظلم تو خود انہوں نے اپنی جانوں پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ نہ کفر اختیار کرتے نہ یہ انجام بد دیکھنا پڑتا۔ یہ اُن کی اپنی ہی بے راہ روی کا نتیجہ ہے کیوں کہ انہوں نے ایمان و توحید خالص سے اعراض کیا جو صدقات و دیگر اعمال کے قبول ہونے کی شرط اولین ہے اور شرک و طغیان اور کفر و عصیان کی راہ اختیار کی جو غضب الٰہی کی طرف لے جاتی ہے۔

کافروں کے نیک اعمال

اب اس پر کسی کے دل میں یہ شبہ گزر سکتا تھا کہ بعض اوقات کافر اپنے مال سے محتاجوں اور یتیموں اور مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ پل اور سرائے اور کنواں بنواتے ہیں تو کیا اس قسم کے صدقات و نفقات سے کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع پہنچ سکتا ہے تو اس کے متعلق بھی مثال دے کر صاف فرما دیا گیا کہ اس قسم کے نفقات سے بھی کافروں کو قیامت کے دن کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی فانی اور زائل ہونے والی جزا اس دار فانی میں مل جائے لیکن قیامت کے دن اس سے کچھ بھی نفع نہ ہو گا۔ اور اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی تو اس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا۔ نہیں یہ ظلم تو اس کافر نے خود اپنی جان پر اپنے ہاتھوں سے کیا ہے کہ کفر و شرک کے پالے سے آخرت کی کھیتی خراب کی۔ نہ دنیا میں کفر کرتے نہ یہ انجام آخرت میں دیکھتے۔ اور اس کی مثال دنیا میں بھی دیکھی جا سکتی ہے کہ جب دنیا میں ایک سرکش و باغی کی بڑی سے بڑی خدمات اسے بغاوت کی جرم کی سزا سے نہیں بچا سکتیں تو احکم الحاکمین کے دربار میں منکرین حق کیسے سزا سے بچ سکتے ہیں اور یہ ظلم کیوں ہوا؟

اب یہاں آیت میں کافروں کے بارہ میں اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جو فرمایا یعنی یہ کافر جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور قرآن پاک میں یہ مضمون متعدد جگہ آیا ہے تو اس پر کفار و غیر مسلم اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ کفر کی سزا دائمی عذاب جہنم کیوں ہے؟ حالانکہ سزا جرم کے مناسبت سے ہونی چاہئے اور یہاں جرم متناہی ہے کیونکہ عمر کافر کی متناہی ہے تو سزا بھی متناہی ہونی چاہئے نہ یہ کہ ہمیشہ ہمیشہ ابدالآباد تک کے لئے جہنم میں غیر متناہی سزا بھگتنا ہے؟ تو اس کا عقلی جواب حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ علیہ نے معترضین کو خطاب کر کے خوب جواب دیا ہے کہ تمہارا یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ سزا جرم کے مناسب ہونا چاہئے۔ مگر کیا مناسب کے معنی یہ ہیں کہ جرم و سزا دونوں کا زمانہ بھی مناسب ہو۔ اگر یہی بات ہے تو چاہئے کہ جس جگہ دو گھنٹہ تک ڈکیتی پڑی ہو اور ڈاکو گرفتار ہو کر آئیں تو حاکم ڈاکوؤں کو صرف دو گھنٹہ کی سزا دیدے۔ اگر حاکم ایسا کرے تو کیا تم اس کو انصاف مانو گے؟ اور سزا کو جرم کے مناسب مانو گے؟ ہرگز نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سزا اور جرم میں مناسبت کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں کا زمانہ مناسب اور مساوی ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سزا میں شدت بقدر شدت جرم ہو۔ اب تم خود فیصلہ کرو کہ اسلام نے کفر کی سزا میں جو شدت بیان کی ہے وہ شدت جرم کے مناسب ہے یا نہیں؟ اور یہ جرم شدید ہے یا نہیں؟ شاید تم کہو کہ جرم شدید تو ہے مگر نہ ایسا شدید کہ اس کی سزا ابدالآباد جہنم ہو۔ تو میں کہوں گا کہ یہ خیال تم کو اس لئے پیدا ہوا کہ تم نے فعل کی صرف ظاہری صورت پر نظر کی ہے حالانکہ سزا و جزا کا مدار اس کی ظاہری صورت پر نہیں بلکہ نیت کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اصل مدار نیت ہی پر ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص دھوکہ سے شراب پی لے تو اس کو گناہ نہیں گو صورت گناہ موجود ہے کیونکہ نیت نہ تھی۔ اور اگر ایک شخص شراب پینے کے لئے شراب خانہ پر جائے اور دکاندار بجائے شراب کے کوئی شربت اس کو دیدے جسے یہ شراب سمجھ کر پی لے تو اس کو گناہ ہو گا کیونکہ اس کی نیت تو شراب پینے ہی کی تھی۔ تو اب سمجھو کہ گویا ظاہر میں کفر کافر متناہی ہے۔ مگر اس کی نیت یہ بھی کہ اگر زندہ رہا تو میں ابدالآباد اسی حالت پر رہوں گا۔ اس لئے اپنی نیت کے موافق ابدالآباد جہنم کا عذاب ہو گا اور اسی طرح مسلمان کا اسلام گو بظاہر متناہی ہے مگر اس کی نیت یہ ہے کہ اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں تو ہمیشہ اسلام پر مستقیم رہوں گا اس لئے اس کے لئے ابدالآباد ثواب جنت ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو اسلام حقیقی نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہمارے اموال و اولاد کو ہماری آخرت کے لئے سود مند بنا اور ہم سے دنیا میں جو اعمال صالحہ کا ذخیرہ آپ ہی کی توفیق و عنایت سے جمع ہو جائے اس کو قیامت میں ہمارے لئے باعث اجر و ثواب بنا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا

اے ایمان والو اپنے لوگوں کے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	بِطَانَةً	مِّنْ	دُوْنِكُمْ	لَا يَاْلُوْنَكُمْ	خَبَالًا
اے	جو ایمان لائے (ایمان والو)	نہ بناؤ	دوست (رازدار)	سے	سوائے اپنے	وہ کمی نہیں کرتے	خرابی

وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ

کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں واقعی بغض اُن کے منہ سے ظاہر ہو پڑتا ہے اور جس قدر اُن کے دلوں میں ہے

وَدُّوْا	مَا	عَنِتُّمْ	قَدْ بَدَتِ	الْبَغْضَآءُ	مِنْ	اَفْوَاهِهِمْ	وَمَا	تُخْفِيْ	صُدُوْرُهُمْ
وہ چاہتے ہیں	کہ	تم تکلیف پاؤ	البتہ ظاہر ہو چکی	دشمنی	سے	اُن کے منہ	اور جو	چھپا ہوا	اُن کے سینے

اَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۱۱۸ هٰۤاَنْتُمْ

وہ تو بہت کچھ ہے ہم علامات تمہارے سامنے ظاہر کر چکے اگر تم عقل رکھتے ہو۔ ہاں تم تو ایسے ہو

اَكْبَرُ	قَدْ بَيَّنَّا	لَكُمُ	الْاٰيٰتِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْقِلُوْنَ	هٰۤاَنْتُمْ
بڑا	ہم نے کھول کر بیان کر دیا	تمہارے لئے	آیات	اگر	تم ہو	عقل رکھتے	سُن لو تم

اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

کہ اُن لوگوں سے محبت رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلا محبت نہیں رکھتے حالانکہ تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے

اُولَآءِ	تُحِبُّوْنَهُمْ	وَلَا	يُحِبُّوْنَكُمْ	وَتُؤْمِنُوْنَ	بِالْكِتٰبِ	كُلِّهٖ	وَاِذَا	لَقُوْكُمْ
وہ لوگ	تم دوست رکھتے ہو اُن کو	اور نہیں	وہ دوست رکھتے تمہیں	اور تم ایمان رکھتے ہو	کتاب پر	سب	اور جب	وہ تم سے ملتے ہیں

قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ کے تم کہہ دو کہ تم مر رہو اپنے غصہ میں

قَالُوْۤا	اٰمَنَّا	وَاِذَا	خَلَوْا	عَضُّوْا	عَلَيْكُمُ	الْاَنَامِلَ	مِنَ	الْغَيْظِ	قُلْ	مُوْتُوْا	بِغَيْظِكُمْ
کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	اور جب	اکیلے ہوتے ہیں	وہ کاٹتے ہیں	تم پر	انگلیاں	سے	غصہ	کہہ دیجئے	تم مر جاؤ	اپنے غصہ میں

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١١٩﴾ إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ز وَإِنْ

بیشک خداتعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو اُن کے لئے موجب رنج ہوتی ہے اور اگر

إِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيمٌ	بِذَاتِ الصُّدُورِ	إِنْ	تَمْسَسْكُمْ	حَسَنَةٌ	تَسُؤْهُمْ ز	وَ	إِنْ
بیشک	اللہ	جاننے والا	سینے والی (دل کی باتیں)	اگر	پہنچے تمہیں	کوئی بھلائی	انہیں بری لگتی ہے	اور	اگر

تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا ط وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ

تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اُس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر تم استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان لوگوں کی تدبیر تم کو ذرا بھی ضرر نہ پہنچا سکے گی

تُصِبْكُمْ	سَيِّئَةٌ	يَفْرَحُوا	بِهَا ط	وَإِنْ	تَصْبِرُوا	وَتَتَّقُوا	لَا يَضُرُّكُمْ	كَيْدُهُمْ
تمہیں پہنچے	کوئی برائی	وہ خوش ہوتے ہیں	اس سے	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	نہ بگاڑ سکے گا تمہارا	ان کا فریب

شَيْئًا ط إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿١٢٠﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہیں۔

شَيْئًا ط	إِنَّ	اللّٰهَ	بِمَا	يَعْمَلُونَ	مُحِيطٌ
کچھ	بیشک	اللہ	جو کچھ	وہ کرتے ہیں	گھیرے ہوئے ہے

شانِ نزول:

ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہود اور منافقین دونوں جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہود کے بارہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ اسلام سے قبل جن مسلمانوں کے یہودیوں سے ہمسائگی وغیرہ کی بناء پر دوستانہ تعلقات تھے وہ اسلام کے بعد بھی قائم تھے۔ ان یہود کی دوستی پر اعتماد کر کے انہیں مسلمان بعض رازدارانہ باتیں بھی بتا دیتے تھے۔ منافقین کے بارہ میں یہ روایت ہے کہ مسلمان عام طور پر انہیں مسلمان سمجھ کر ان سے پوری احتیاط نہ کرتے اور اپنی بعض خفیہ باتیں ان کو بتا دیتے۔ اس طرح ان سے نقصان کا اندیشہ تھا اہل ایمان کو یہود و منافقین کے شر سے بچانے کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ مسلمان مسلمانوں کے سوا کسی اور کو اپنا رازداں نہ بنائیں اور دوسرے مذہب والوں میں سے کسی کو برتاؤ میں صاحب خصوصیت نہ بنائیں کیونکہ یہودی ہوں یا عیسائی منافقین ہوں یا مشرکین کوئی جماعت مسلمانوں کی خیر خواہ نہیں بلکہ یہ لوگ ہمیشہ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ دینی اور دنیاوی خرابیوں میں مبتلا کریں ان کی خوشی اسی میں ہے کہ مسلمان تکلیف اور مصیبت میں رہیں اور کسی نہ کسی تدبیر سے مسلمانوں کو ضرر پہنچ جائے اور جو دشمنی اور بغض ان کے دلوں میں ہے وہ تو بہت زیادہ ہے لیکن بسا اوقات عداوت و دشمنی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کھلم کھلا ایسی باتیں کر گزرتے ہیں جو ان کی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہے۔ پس عقلمند مسلمان کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا رازدار بنائے۔

کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ:

اگرچہ شان نزول ان آیات کا خاص ہے مگر عموم الفاظ سے حکم عام ہے اس طرح گویا تمام مسلمانوں کو غیر مذہب والوں سے خصوصی دوستانہ اور محبت کے تعلقات کی ممانعت فرمائی گئی ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہم راز نہ بنایا جائے۔ نہ ان کو اپنے قومی ملکی اور ملی انتظامات میں دخیل بنایا جائے۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ مشہور ہے کہ ایک نصرانی کے لیاقت کی آپ سے بہت تعریف کی گئی اور کہا گیا کہ آپ اس کو اپنا

میر منشی بنالیں تو بہتر ہو تو آپ نے انہیں آیات کی بناء پر انکار فرمادیا اور فرمایا اس کو میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو رازدار بنالوں گا جو نص قرآن کے خلاف ہے۔

اہل کتاب کی مسلمانوں سے دلی عداوت

آگے ان دشمنان دین کا حسد اور ان کی دلی عداوت کا حال بیان فرمایا ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ لوگ تمہاری دشمنی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں پھر تم ان سے محبت اور خصوصی دوستی کیوں کرتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''ہاں سمجھو تم ایسے ہو ان لوگوں سے محبت کا برتاؤ رکھتے ہو اور یہ لوگ تم سے اصلاً محبت نہیں رکھتے نہ دل سے نہ برتاؤ سے حالانکہ تم تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اس میں ان کی کتابیں بھی شامل ہیں۔ اور وہ تمہاری کتاب یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ مگر وہ تو باوجود اس تمہارے ایمان کے بھی تم سے محبت نہیں رکھتے اور تم باوجود ان کے اس عدم ایمان کے بھی ان سے محبت رکھتے ہو اور تم ان کے ظاہری دعویٰ ایمان سے شبہ مت کرنا کہ وہ بھی تو ہماری کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ جب تم سے ملتے ہیں صرف تمہارے دکھانے کو منافقانہ طور پر کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے اور جب تم سے علیحدہ ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں مارے غیظ وغضب کے۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم مرر ہو اپنے غصہ میں مراد یہ ہے کہ اگر تم مر بھی جاؤ گے تب بھی تمہاری مراد پوری نہ ہوگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں دلوں کی باتوں کو اسی لئے ان لوگوں کے دلوں میں جو رنج وغبار وعداوت تمہاری طرف سے بھری ہیں سب بتلا دی اور ان کا یہ حال ہے کہ اگر تم کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو ان کے لئے موجب رنج ہو جاتی ہے اور اگر تم کو کوئی ناگوار حالت پیش آتی ہے تو اس سے بڑے خوش ہوتے ہیں تو جب ان کے یہ دلی حالات ہیں تو وہ اس قابل کب ہیں کہ ان سے دوستی کی جائے۔''

کافروں کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا نسخہ

اب یہ احکام سن کر ممکن تھا کہ کسی کے دل میں یہ خیال گزرے کہ جب ہم ان سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ اور زیادہ غیظ و غضب میں آ کر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور مسلمانوں کو ضرر پہنچانے میں کوئی کسر نہ رکھیں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو دشمنان دین اسلام سے محفوظ رہنے اور ان کے مکروفریب اور سازش کارگر نہ ہونے کا حتمی نسخہ بھی بتلا دیا۔ اور وہ دو چیزیں ہیں۔ ایک تو صبر دوسرے تقویٰ۔ مسلمانوں کا ان دو چیزوں کے اختیار کرنے پر وعدہ ہے۔

لا یضرکم کیدھم شیئا یعنی دشمنان دین کے فریب اور چالاکیوں سے مسلمانوں کا کچھ نہ بگڑے گا اب دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ کوئی داؤ پیچ یا مکروفریب نہ کرسکیں گے بلکہ یہ وعدہ فرمایا کہ ان کے داؤ پیچ اور مکروفریب کارگر نہ ہوسکیں گے۔ بشرطیکہ مسلمان صبر وتقویٰ پر مستقیم رہیں۔ اب صبر وتقویٰ کی تفصیل تو بہت ہے مختصراً یوں سمجھ لیا جائے کہ استقامت علی الدین۔ عزم صمیم۔ استقلال۔ ثابت قدمی یہ سب صبر میں داخل ہیں۔ اور تقویٰ میں خوف خدا' پرہیزگاری' اللہ پر بھروسہ' توکل' نافرمانی سے بچنا' گناہوں سے پرہیز یہ سب آ گیا

دعا کیجئے: یا اللہ ہمارے دلوں میں کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کی تمام باتوں سے بیزاری جمادے اور ان کے طور طریقے ومعاشرت وتہذیب سے ہم کو نفرت عطا فرمادے۔ اے اللہ اس امت کو صبر وتقویٰ کا بھولا ہوا سبق پھر یاد دلا دے۔ اے اللہ ہم قرآن کی ہدایت کو چھوڑ کر خود بھی رسوا اور ذلیل ہوئے اور اسلام کے پاک نام کو بھی بدنام کیا۔ اے اللہ دشمنان دین کی چالوں کو انہیں پر الٹ دے جوان کو ملیامیٹ کردیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذۡ غَدَوۡتَ مِنۡ اَهۡلِكَ تُبَوِّئُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ مَقَاعِدَ لِلۡقِتَالِ ؕ

اور جبکہ آپ صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے مسلمانوں کو مقاتلہ کرنے کے لئے مقامات پر جما رہے تھے

وَاِذۡ	غَدَوۡتَ	مِنۡ	اَهۡلِكَ	تُبَوِّئُ	الۡمُؤۡمِنِيۡنَ	مَقَاعِدَ	لِلۡقِتَالِ ؕ
اور جب	آپ صبح سویرے	سے	اپنے گھر	بٹھانے لگے	مومن (جمع)	ٹھکانے	جنگ کے

وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ

اور اللہ تعالیٰ سب سن رہے تھے جان رہے تھے۔ جب تم میں سے دو جماعتوں نے دل میں خیال کیا کہ ہمت ہار دیں اور اللہ تعالیٰ تو ان دونوں جماعتوں کا مددگار تھا،

وَاللّٰهُ	سَمِيۡعٌ	عَلِيۡمٌ	اِذۡ	هَمَّتۡ	طَّآئِفَتٰنِ	مِنۡكُمۡ	اَنۡ	تَفۡشَلَا ۙ	وَاللّٰهُ	وَلِيُّهُمَا ؕ
اور اللہ	سننے والا	جاننے والا	جب	ارادہ کیا	دو گروہ	تم سے	کہ	ہمت ہار دیں	اور اللہ	ان کا مددگار

وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾

وَ	عَلَى اللّٰهِ	فَلۡيَتَوَكَّلِ	الۡمُؤۡمِنُوۡنَ
اور	اللہ پر	چاہیے بھروسہ کریں	مومن

اور پس مسلمانوں کو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرنا چاہیے۔

غزوہ احد

اب ان آیات کی تشریح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے غزوہ احد کا مختصر حال سن لیا جائے۔ رمضان المبارک ۲ھ میں جب غزوہ بدر میں کفار قریش کو بری طرح شکست نصیب ہوئی جس میں کفار مکہ کے ۷۰ نامور سردار و اشخاص قتل ہوئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے تو اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے جو حقیقتاً کفار مکہ کے لئے عذاب الٰہی کی پہلی قسط تھی کفار قریش کا جذبہ انتقام بھڑک اٹھا جو سردار قتل ہوئے تھے ان کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور یہ معاہدہ کیا کہ جب تک ہم اس کا بدلہ مسلمانوں سے نہ لے لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے چنانچہ شوال ۳ھ میں بدلہ لینے کی غرض سے مشرکین مکہ دوسرے قبائل عرب کو ساتھ لے کر مدینہ پر چڑھائی کی غرض سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں ساتھ آئیں تاکہ موقع آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر کفار اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح لیس ہو کر مدینہ طیبہ سے تین چار میل جبل احد کے قریب خیمہ زن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رائے مبارک تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کامیابی اور آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے یہ پہلا موقعہ تھا کہ عبداللہ بن ابی جو بظاہر مسلمانوں میں شامل تھا مگر در پردہ رئیس المنافقین بنا ہوا تھا اس سے بھی رائے لی گئی اس نے کہا کہ تجربہ یہ ہے کہ جب کسی دشمن نے مدینہ پر حملہ کیا اور اہل مدینہ نے اندرون شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا تو فتح ہوئی اور جب باہر نکل کر حملہ کیا گیا تو ناکام رہے۔ یارسول اللہ آپ مدینہ سے باہر نہ نکلئے خدا کی قسم ہم جب مدینہ سے باہر نکلے تو دشمنوں کے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی اور جب بھی ہم مدینہ میں رہے تو دشمن نے ہمارے ہاتھ سے تکلیف اٹھائی۔ دشمن اگر مدینہ میں گھس آیا تو مردان کا تلوار سے مقابلہ کریں گے اور بچے اور عورتیں بھی چھتوں سے سنگباری کریں گے مگر بعض اکابر صحابہ اور پرجوش نوجوانوں نے جنھیں غزوہ بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوق شہادت سے بے چین تھے وہ مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے تاکہ دشمن ہمارے بارے میں بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرت رائے اسی طرف تھی۔

28 آپ اس عرصہ میں مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر اور مسلح ہو کر باہر آئے تو اس وقت بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے پر مجبور کیا۔ یہ غلط ہوا اس لئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ کا منشا نہ ہو تو یہیں مدینہ میں تشریف رکھیں اور آپ اپنی رائے پر عمل فرمائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار بدن پر لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرے۔ اب اللہ کے نام پر چلو اور جو میں حکم دوں وہ کرو اور سمجھ لو کہ جب تک تم صابر اور ثابت قدم رہو گے تو اللہ کی فتح و نصرت تمہارے ہی لئے ہے۔ ۱۱ شوال ۳ھ یوم جمعہ بعد نماز عصر آپ ایک ہزار جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے آپ گھوڑے پر سوار تھے۔ ادھر کفار کے تین ہزار کے لشکر میں ۷۰۰ زرہ پوش اور ۲۰۰ گھوڑے اور ۳۰۰ اونٹ اور ۱۵ عورتیں ہمراہ تھیں۔ جو احد پہاڑ کے قریب ٹھہرا ہوا تھا۔ جب آپ مدینہ سے باہر احد کے قریب پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا اور دبادبایا اسلامی لشکر کے ساتھ ہو لیا تھا اپنے تین سو آدمیوں کو لے کر میدان سے واپس ہونے لگا۔ بعض صحابہ نے سمجھایا بھی مگر وہ کہنے لگا کہ جب میری رائے نہیں مانی گئی تو بلا وجہ ہم کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ اب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ صرف ۷۰۰ صحابہ رہ گئے تھے۔ جن میں صرف ۱۰۰ زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف ۲ گھوڑے تھے۔ بنی سلمہ اور بنی حارثہ جو انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے۔ ان دونوں جماعتوں نے عبداللہ بن ابی منافق کی مثال دیکھ کر اپنے میں کچھ کمزوری اور کم ہمتی محسوس کی۔ اور واپسی کا وسوسہ انہیں پیدا ہوا لیکن اللہ کے فضل نے دستگیری کی اور اس وسوسہ کو وسوسہ کے درجہ سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ غرضکہ ۷۰۰ صحابہ کرام رہ گئے اور صبح کی نماز کے وقت میدان جنگ میں پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور پھر آپ نے تمام اصحاب کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور بنفس نفیس آپ نے فوجی قاعدہ سے مدینہ کو سامنے اور احد کو پشت پر رکھ کر صفیں ترتیب دیں۔ جو صفیں تھوڑی دیر پہلے خداوند ذوالجلال کی تعظیم و اجلال کے لئے دست بستہ کھڑی ہوئی تھیں اب وہ کبیر متعال کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے راستہ میں جہاد و قتال کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۵۰ تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے ایک درہ پر مقرر فرمایا تا کہ قریش پشت سے حملہ نہ کر سکیں۔ اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور یہ حکم دیا کہ تم اپنی جگہ سے نہ سرکنا۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لئے انہوں نے بھی اپنی صف آرائی کی۔ الغرض جنگ بڑے موقع سے شروع ہوئی۔ ابتداء مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ کفار قریش کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ مسلمان سمجھے کہ فتح ہو گئی مال غنیمت کی طرف متوجہ ہوئے ادھر جن تیر اندازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت کی جانب حفاظت کے لئے پہاڑ پر بٹھایا تھا انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو حضور ﷺ کا تاکیدی حکم یاد دلا کر روکا مگر چند حضرات کے سوا باقی نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل تو وقتی تھی۔ اب ہمیں سب کے ساتھ مل جانا چاہیے چنانچہ سوائے ۱۲ نفر کے سب اس جگہ سے جدا ہو کر کفار کے تعاقب میں چلے اور غنیمت کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اس موقع سے کفار نے بروقت فائدہ اٹھایا اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر عقب کے درہ سے حملہ کر دیا۔ اب آگے بھی کفار اور پیچھے بھی کفار۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے قلیل ساتھیوں نے اس حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے اور یہ سیلاب مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئے۔ اب آگے سے اور پیچھے سے کفار نے تیروں اور پتھروں کی بارش مسلمانوں پر کر دی اور لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹ گیا۔ مسلمان اس غیر متوقع صورتحال سے سراسیمہ اور پراگندہ ہو گئے اسی حالت میں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک بھی یعنی اس کا ایک ریزہ شہید ہو گیا۔ چہرہ انور میں زرہ کی دو کڑیاں چبھ گئی تھیں جن کو حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس میں حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت شہید ہوئے۔ پھر کسی کافر نے پکار دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل ہو گئے۔ اس غلط افواہ اور ناگہانی حوادث سے اور بھی مسلمانوں پر مایوسی اور سراسیمگی پیدا ہوئی اور سوائے ایک مخصوص جماعت کے سب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ کفار قریش بے رحمی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تیر تلواریں برسا رہے تھے۔ مگر رحمۃ اللعالمین کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ جانتے نہیں۔ چہرہ انور سے خون جاری تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کپڑے وغیرہ سے پونچھتے جاتے تھے اور فرمایا کہ اگر اس خون کا ایک قطرہ زمین پر گر جاتا تو سب پر عذاب خداوندی نازل ہو جاتا۔ اس غزوہ میں کفار کے ۲۲ یا ۲۳ آدمی قتل ہوئے اور مسلمانوں میں سے ۷۰ شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

آیات مذکورہ میں احد کی یاد دہانی کا مقصد

ان آیات میں اسی جنگ احد کی طرف اشارہ ہے۔ اس قصہ کی طرف اشارہ کر کے وہی مضمون یاد دلایا جا رہا ہے جو پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا۔ وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئاً اگر تم صبر و استقلال اور تقویٰ کے ساتھ رہو تو ان دشمنان دین کی تدبیریں تم کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ جس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر صبر و تقویٰ کو ترک کیا یا ان دو میں سے کسی ایک کو ترک کیا تو پھر مخالفوں کا داؤ چل جائے گا اور نقصان اٹھاؤ گے۔

توکل

یہاں اخیر میں وعلی اللہ فلیتوکل المومنون فرما کر کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ اس میں یہ بھی واضح کر دیا کہ کثرت عدد اور ساز و سامان پر مسلمانوں کو اعتماد نہیں کرنا چاہیے بلکہ بقدر استطاعت مادی سامان جمع کرنے کے بعد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہیے بنوسلمہ اور بنوحارثہ کو کمزوری اور کم ہمتی کا جو وسوسہ پیدا ہوا تھا وہ اسی مادی ضعف کی بناء پر تھا۔ اس لئے ان کے وسوسہ کا علاج توکل سے بتلایا گیا۔ اور توکل کے معنی یہ نہیں کہ تمام اسباب ظاہری سے بالکل قطع تعلق کر کے اللہ پر اعتماد کیا جائے بلکہ توکل یہ ہے کہ تمام اسباب ظاہری کو اپنی قدرت کے موافق جمع کرے اور اختیار کرے اور پھر نتائج اللہ کے سپرد کرے۔ ان ظاہری اسباب پر فخر و ناز نہ کرے بلکہ اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر رہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ صبر و تقوی کی دولت ہم کو بھی عطا فرمائیں اور اپنی ذات پاک پر بھروسہ کرنے والا ایمان و یقین نصیب عطا فرمائیں۔ اور ہم کو اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
اے اللہ پہلے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی آپ نے مدد فرمائی اے اللہ اب بھی مدد فرما دے۔ اور اسلام و ایمان کی برکت سے ہم کو اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یہ بات محقق ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو بدر میں منصور فرمایا حالانکہ تم بے سروسامان تھے سو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم شکر گزار رہو۔

وَلَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	بِبَدْرٍ	وَّاَنْتُمْ	اَذِلَّةٌ ۚ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ
اور البتہ	مدد کر چکا تمہاری	اللہ	بدر میں	جب کہ تم	کمزور	تو ڈرو	اللہ	تا کہ تم	شکر گزار رہو

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ

جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرما رہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہوگا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں

اِذْ تَقُوْلُ	لِلْمُؤْمِنِيْنَ	اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ	اَنْ	يُّمِدَّكُمْ	رَبُّكُمْ	بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ
جب آپ کہنے لگے	مومنوں کو	کیا کافی نہیں تمہارے لئے	کہ	مدد کرے تمہاری	تمہارا رب	تین ہزار سے

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ

کے ساتھ جو اتارے جاویں گے۔ ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہوگے اور متقی رہوگے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے

مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُنْزَلِيْنَ	بَلٰٓى	اِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	وَيَاْتُوْكُمْ	مِّنْ
سے	فرشتے	اُتارے ہوئے	کیوں نہیں	اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	اور تم پر آئیں	سے

فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمادے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

فَوْرِهِمْ	هٰذَا	يُمْدِدْكُمْ	رَبُّكُمْ	بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	مِّنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مُسَوِّمِيْنَ
فوراً۔ وہ	یہ	مدد کرے گا تمہاری	تمہارا رب	پانچ ہزار	سے	فرشتے	نشان زدہ

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو اور تا کہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف

وَمَا	جَعَلَهُ	اللّٰهُ	اِلَّا	بُشْرٰى	لَكُمْ	وَلِتَطْمَئِنَّ	قُلُوْبُكُمْ	بِهٖ	وَمَا	النَّصْرُ
اور نہیں	کیا۔ یہ	اللہ	مگر (صرف)	خوشخبری	تمہارے لئے	اور اس لئے اطمینان ہو	تمہارے دل	اس سے	اور نہیں	مدد

اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ

اللہ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست ہیں حکیم ہیں۔ تا کہ کفار میں سے ایک گروہ کو ہلاک کردے

اِلَّا	مِنْ	عِنْدِ اللّٰهِ	الْعَزِيْزِ	الْحَكِيْمِ	لِيَقْطَعَ	طَرَفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ
مگر (سوائے)	سے	اللہ کے پاس	غالب	حکمت والا	تا کہ کاٹ ڈالے	گروہ	سے	وہ لوگ جو

كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

یا اُن کو ذلیل وخوار کردے پھر وہ ناکام لوٹ جاویں۔

كَفَرُوْٓا	اَوْ يَكْبِتَهُمْ	فَيَنْقَلِبُوْا	خَآئِبِيْنَ
انہوں نے کفر کیا	یا انہیں ذلیل کرے	تو وہ لوٹ جائیں	نامراد

غزوہ بدر

گذشتہ آیات میں غزوہ احد کے واقعات کا بیان تھا اور یہ جتلانا مقصود تھا کہ جہاں اہل اسلام میں صبر اور تقویٰ میں کمی آ گئی یا کسی کو ترک کیا تو نقصان اٹھانا پڑا۔ ان آیات میں غزوہ بدر کی طرف اشارہ ہے اور یہ جتلانا مقصود ہے کہ جہاں صبر وتقویٰ پورا پورا اختیار کیا وہاں کفار کی تدبیریں کارگر نہ ہوسکیں۔

مدینہ منورہ سے تقریباً اسی میل کے فاصلہ پر ایک کنویں کا نام بدر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے۔ یہ عظیم الشان جہاد یعنی غزوہ بدر اسی سرزمین پر رمضان ۲ ہجری (۶۲۴ء) میں واقع ہوا۔ قریش کا مایہ ناز اور ان کی تمام تر قوت اور شوکت کا سبب چونکہ ملک شام کی تجارت تھی اس لئے سیاسی اصول کے مطابق ضرورت تھی کہ ان کی شوکت توڑنے کے لئے اس سلسلہ کو بند کیا جائے۔ ایک مرتبہ قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ملک شام سے آ رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو ۱۲ رمضان المبارک ۲ھ کو تین سو تیرہ صحابہ مہاجرین وانصار کو ساتھ لے کر مقابلے کے لئے خود بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ ادھر قریشی قافلہ کے سردار کو اس کی اطلاع ہوگئی اس لئے وہ یہ راستہ چھوڑ کر سمندر کے کنارے کنارے قافلہ کو لے چلا اور ساتھ ہی ایک سوار کو مکہ کی طرف دوڑایا کہ قریش اپنی پوری طاقت کے ساتھ جلد موقع پر پہنچیں اور اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کریں۔ قریش پہلے ہی مسلمانوں کے استیصال کے منصوبے گانٹھ رہے تھے۔ اس خبر کا مکہ میں پہنچنا تھا کہ فوراً ۹۵۰ نوجوانوں کا ایک لشکر جس میں سو گھوڑے کے سوار اور سات سو اونٹ تھے۔ آپ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ اس لشکر میں قریش کے بڑے بڑے سردار اور متمول لوگ سب کے سب شریک تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو صدیق اکبرؓ اور دوسرے صحابہؓ نے اپنی جان ومال کو پیش کر دیا۔ اسلام کے مجاہدین جوان بوڑھے چھوٹے بڑے ملا کر کل تین سو تیرہ تھے۔ جن میں تراسی مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ سب کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے اس پوری جمعیت میں صرف ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے۔ بعض کی تلواریں شکستہ اور نیزے ٹوٹے ہوئے تھے۔ چند ایک تو کھجور کے ڈنڈوں سے ہی جہاد کرنے چل پڑے تھے۔ بہرحال ۱۷ رمضان ۲ھ کو یہ پہلا معرکہ حق وباطل گرم ہوا۔ اس وقت جب دونوں لشکر ملے تو دیکھا گیا کہ باپ بیٹے کی تلوار کی زد میں ہے بیٹا باپ کے مقابل ہے۔ چنانچہ جب صدیق اکبر کے بیٹے جواب تک کافر تھے۔ میدان میں آئے تو خود حضرت صدیق کی تلوار ان کی طرف بڑھی۔ عتبہ سامنے آیا تو اس کے فرزند حضرت حذیفہ تلوار کھینچ کر سامنے آئے۔ حضرت عمرؓ کا ماموں میدان میں بڑھا تو فاروقی تلوار نے خود اس کا فیصلہ کیا۔ ادھر میدان کارزار گرم تھا ادھر سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑے ہوئے فتح ونصرت کی دعا مانگ رہے تھے۔ آپ نے دعا کی کہ خدایا اگر یہ مسلمان مارے گئے اور ختم ہوئے تو دنیا میں توحید کی منادی کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ ادھر ظاہرا اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت آگے بڑھی ادھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی چنانچہ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ باقی کے پاؤں اکھڑ گئے

بھاگنا شروع کیا مسلمانوں نے تعاقب کیا بعض کو قتل اور بعض کو قید کر لیا۔ قریش کی طرف سے ستر مقتول اور ستر ہی گرفتار ہوئے اور قریش کے بڑے بڑے سردار ابوجہل عتبہ وغیرہ سب ایک ایک کر کے مارے گئے۔ وہ چودہ سردار جو دارالندوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش میں شریک تھے۔ ان میں سے گیارہ مارے گئے تین جو بچے وہ اسلام لے آئے اس طرح مکہ میں کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ ادھر اسلامی لشکر میں سے صرف چودہ صحابی شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین میں سے اور آٹھ انصار میں سے۔ اب اسیران جنگ بدر کے ساتھ مسلمانوں کے سلوک کا حال بھی سن لیجئے۔

جو لوگ کفار کے لشکر میں سے زندہ گرفتار ہوئے تھے جن کی تعداد بھی کم وبیش ستر تھی۔ جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو چار چار کر کے صحابہ کرام میں تقسیم کر دیئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان کو آرام کے ساتھ رکھیں۔ جس کا اثر یہ تھا کہ صحابہؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔ جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوا دیئے۔ ان اسیران جنگ کے معاملہ میں بعد مشورہ صحابہ یہ طے ہوا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ چار چار ہزار فدیہ لے کر چھوڑ دیئے گئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بھی تھے۔ جو بعد میں مسلمان ہوئے۔ حضرت عباس رات کو قید کی تکلیف سے کراہتے تھے ان کی آواز آپ ﷺ کے گوش مبارک میں پہنچی تو نیند اڑ گئی۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نیند کیوں نہیں آئی ارشاد ہوا کہ میں کیسے سو سکتا ہوں جبکہ میرے عم بزرگوار کے کراہنے کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ تھا مگر مساوات اسلامی اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنے ضعیف العمر عم بزرگوار کو قید سے رہا کر دیا جائے جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا بلکہ عام قیدیوں کی نسبت سے کچھ زائد ہی لیا گیا کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار اور امراء سے کچھ زائد لیا گیا تھا۔ حضرت عباسؓ بھی غنی تھے ان کو بھی چار ہزار سے زائد دینا پڑا۔ انصار نے عرض بھی کیا کہ عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز قریب دوست دشمن سب برابر تھے۔ انصار کے کہنے پر بھی یہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے داماد حضرت ابوالعاص بھی اسیران جنگ میں آئے۔ ان کے پاس فدیہ کے لئے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ جو مکہ میں مقیم تھیں کو کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ نے ان کے جہیز میں دیا تھا۔ وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا۔ جب آپ نے یہ ہار دیکھا تو بے اختیار آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینبؓ کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دو۔ صحابہ نے بخوشی واپس کر دیا اور ابوالعاص سے کہہ دیا کہ زینب کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص آزاد ہو کر مکہ پہنچے اور شرط کے موافق حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ ابوالعاص ایک بڑے تاجر تھے۔ اتفاقاً دوسری مرتبہ پھر ملک شام سے مال لاتے ہوئے پکڑے گئے اور پھر اسی طرح چھوڑ دیئے گئے اس مرتبہ رہا ہو کر مکہ واپس آئے تو تمام شرکاء کا حساب بے باق کر کے مشرف باسلام ہوئے۔ اور لوگوں سے کہہ دیا کہ میں یہاں آ کر اس لئے مسلمان ہوتا ہوں کہ لوگ یوں نہ کہیں کہ ہمارا مال لے کر تقاضا کے ڈر سے مسلمان ہو گیا یا بجبر واکراہ مسلمان کر لیا گیا۔

فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد

یہ غزوہ دراصل اول سے آخر تک اسلام کا کھلا معجزہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جنگ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ آگے ان آیات میں اسی نصرت کی کسی قدر تفصیل بھی بیان کی گئی ہے۔ غزوہ بدر کے موقع پر نصرت خداوندی کی پوری تفصیل تو سورہ انفال نویں پارہ میں ذکر فرمائی گئی ہے جو ان شاء اللہ اپنے وقت اور موقع پر بیان ہوگی۔

سورہ انفال سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی دعا اور استغاثہ پر پہلے حق تعالیٰ نے ایک ہزار ملائکہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا پھر اور زیادہ تقویت قلب کے لئے تین ہزار کا وعدہ فرمایا پھر اس عدد پر بھی زیادتی کا وعدہ ایک خاص شرط کے ساتھ فرمایا گیا اور وہ یہ کہ اگر مقابلہ کے وقت مستقل رہو گے اور متقی بنے رہو گے یعنی کوئی امر خلاف اطاعت نہ کرو گے اور کفار اگر تم پر ایک دم سے بھی آ پہنچیں گے تو جب بھی تمہارا رب تمہاری امداد فرمائے گا۔ پانچ ہزار فرشتوں سے جو کہ ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ وضع ملائکہ کی یوم بدر میں سفید عمامے تھے جن کا شملہ کمر پر پڑا تھا۔

فرشتوں کے ذریعہ مدد کا مقصد اور حکمت

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ میں موجود ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتوں کی امداد محض اس لئے کی کہ تمہارے لئے غلبہ کی بشارت ہو اور تمہارے دلوں کو تسکین ہو۔ تو معلوم ہوا کہ فرشتوں کے بھیجنے میں درحقیقت ان سے کوئی میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہ تھا بلکہ مجاہدین مومنین کی تسلی اور تقویت قلب اور بشارت فتح دینا مقصود تھا۔ اور اس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ ملائکہ اپنے تصرف کے ذریعہ مومنین کے قلب کو مضبوط کر دیں اور ان کے قلوب پریشان نہ ہونے دیں اور یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ مومنین کو مختلف طریقوں سے یہ واضح کر دیں کہ اللہ کے فرشتے ان کی مدد پر کھڑے ہیں۔ کبھی سامنے ظاہر ہو کر کبھی آواز سے کبھی کسی اور طریق سے جیسا کہ میدان بدر میں یہ سب طریقے استعمال کئے گئے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے اور اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ ملائکۃ اللہ نے مسلمانوں کو اپنی نصرت کا یقین دلانے کے لئے کچھ کام ایسے بھی کئے کہ گویا وہ بھی قتال میں شریک ہیں۔ تو دراصل ملائکہ کا کام مسلمانوں کی تسلی اور تقویت قلب تھا۔ ملائکہ کے ذریعہ میدان جنگ فتح کرانا مقصود نہیں تھا اور اس کی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس دنیا میں جنگ و جہاد کے فرائض انسانوں پر عائد کئے گئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو فضائل و درجات حاصل ہوتے ہیں۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ فرشتوں کے لشکر سے ملک فتح کرائے جائیں تو دنیا میں کفر و کافر کا نام ہی نہ رہتا۔ کفار کی حکومت و سلطنت کی تو کیا گنجائش تھی مگر اس کارخانہ قدرت میں اللہ تعالیٰ کی یہ مشیت ہی نہیں۔ یہاں تو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت دونوں ہی چلتے رہیں گے تاکہ انسانوں کا امتحان ہوتا رہے اور پھر ان کا نکھار اور جزا و سزا حشر کے دن ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ اصحاب بدر اور شہدائے بدر کے صبر و تقویٰ کے طفیل میں ہم کو بھی کسی درجہ میں صبر و تقویٰ کی دولت نصیب فرما دے۔

اے اللہ ہم نے تقویٰ اور صبر کو چھوڑ کر بہت کچھ ذلت و رسوائی دیکھ لی۔

اے اللہ اب اپنے کرم سے ہمارے بھی دن پھیر دے۔ اور اسلام و دین کی سچی محبت ہم کو عطا فرما دے اور اپنے کلمہ اور نام کو بلند کرنے کی توفیق اس ملک اور قوم کو مرحمت فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ ﴿۱۲۸﴾

آپ کو کوئی دخل نہیں یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اُن پر یا تو متوجہ ہو جاویں اور یا ان کو کوئی سزا دے دیں کیوں کہ وہ ظلم بھی بڑا کر رہے ہیں۔

لَيْسَ لَكَ	مِنَ	الْأَمْرِ	شَيْءٌ	أَوْ يَتُوبَ	عَلَيْهِمْ	أَوْ	يُعَذِّبَهُمْ	فَإِنَّهُمْ	ظٰلِمُونَ
نہیں۔ آپ کے لئے	سے	کام (دخل)	کچھ	خواہ تو یہ قبول کرے	ان کی	یا	انہیں عذاب دے	کیونکہ وہ	ظالم (جمع)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کی مِلک ہے، جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، وہ جس کو چاہیں بخش دیں اور جس کو

وَلِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْأَرْضِ	يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَاءُ	وَيُعَذِّبُ
اور اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	وہ بخشدے	جس کو	چاہے	اور عذاب دے

مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾	مَنْ	يَّشَاءُ	وَاللّٰهُ	غَفُورٌ	رَّحِيمٌ
چاہیں عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے بڑے رحمت کرنے والے ہیں!	جس	چاہے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

شانِ نزول:۔ مشرکوں پر بددعا سے ممانعت

ایک روایت یہ ہے جس کو امام احمد اور بخاری نے روایت کیا ہے کہ آپ صبح کی نماز میں قومہ کے بعد دوسری رکعت میں یہ بددعا کرتے اے اللہ لعنت کر صفوان بن امیہ پر اور لعنت کر سہیل بن عمر پر اور لعنت کر حارث بن ہشام اور چند قریش کے سرداروں کے نام لے کر جنہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا تھا بددعا فرماتے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ جب قبیلہ رعل اور کذوان نے ستر صحابہ کو شہید کر ڈالا جس کو واقعہ بیر معونہ کہتے ہیں جب آپ نے ان قبائل پر بددعا کی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

الغرض مشرکین کے شدائد و مظالم کو دیکھ کر آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو ظاہر ہے کہ اگرچہ آپ بددعا کرنے میں ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ آپ اپنے منصب جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ جتنی بات کا آپ کو حکم ہے۔ مثلاً دعوت 'تبلیغ' جہاد وغیرہ وہ انجام دیتے رہیں باقی انکا انجام خدا کے حوالہ کریں۔ اس کی جو حکمت ہوگی وہ کرے گا۔ لعنت اور رحمت 'ہدایت و ضلالت' سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے کرے۔ یا تو ان کفار پر توجہ فرمائے اور ان کو توبہ کی توفیق دیدے اور جو لوگ آج آپ کے اور آپ کے دین کے دشمن ہیں وہ کل کو خدا کی قدرت اور مشیت سے آپ کے عاشق جان نثار اور دین اسلام کے محافظ و پاسبان بن جائیں یا اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دیں کہ وہ کفر ہی پر مریں اور جہنم کا ایندھن بنیں۔ لہذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان پر بددعا نہ کریں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ان مشرکین میں س اکثر افراد آئندہ چل کر مشرف باسلام ہوں گے۔ اس لئے یہ آیات نازل ہوئیں اور پھر آپ نے بددعا کرنا چھوڑ دی۔ چنانچہ کچھ ہی عرصہ بعد

ان کو حق تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا اور انہی دشمنوں کو اسلام کا جانباز سپاہی اور آپ کا جانثار عاشق بنا دیا۔ جیسے حضرت خالدؓ بن ولید اور صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام جن کا ذکر اوپر بخاری شریف کی حدیث میں آیا یہ تینوں فتح مکہ میں مشرف باسلام ہوئے غالباً اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرما دیا۔ بعض علمائے محققین نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے دو انتظام ہیں۔ ایک تشریعی اور ایک تکوینی۔ تشریعی انتظام کا تعلق انبیاء کرام سے ہے۔ اور تکوینی انتظام کا تعلق ملائکہ سے ہے۔ یعنی قضا و قدر کے حکم کے مطابق انتظام ہوتا ہے اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے انتظام کا تعلق بھی امور تکوینیہ سے تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض فرمایا وہ اسباب شرعیہ ہی کی بناء پر تھا۔ جس کا ذکر پندرہویں اور سولھویں پارہ سورہ کہف میں فرمایا گیا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص خاص دشمنانِ اسلام پر نام بنام بددعا کرنا اسباب شرعیہ کی بنا پر تھا کہ یہ دشمنانِ اسلام اسی قابل ہیں کہ ان پر بددعا کی جائے مگر چونکہ قضا و قدر میں یہ طے پا چکا تھا کہ ان لوگوں میں سے اکثر مشرف باسلام ہوں گے اس لئے حق تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے حق میں بددعا کرنے سے منع فرمایا۔ یہ تکوینی انتظام تھا۔

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت کاملہ اور علم محیط ہے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہیں سو کریں۔ اگر چہ یہ کافر اس وقت دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ چاہے ان کو ہدایت اسلام کی دیدے یا چاہے عذاب کرے آپ اپنی طرف سے بددعا نہ کیجئے۔ آگے دوسری آیت میں اسی مضمون کی تاکید میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور اللہ ہی کی ملک ہے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے وہ جس کو چاہیں بخش دیں یعنی اسلام نصیب کر دیں جس سے مغفرت ہوتی ہے اور جس کو چاہیں عذاب دیں یعنی اسلام نصیب نہ ہو اور اس وجہ سے عذاب دائمی ہو اور اللہ تعالیٰ تو بڑے مغفرت کرنے والے اور بڑے رحمت کرنے والے ہیں اس لئے آپ بددعا میں عجلت نہ کیجئے۔''

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ صبر و تقویٰ کی دولت سے ہم کو بھی نوازیں اور ہم سے اس میں جو کوتاہی اب تک ہوئی ہے اسے اپنی شان غفور الرحیمی سے معاف فرما دیں۔

اے اللہ بیشک تمام زمین و آسمان کا اختیار آپ ہی کو ہے آپ جسے چاہیں ایمان کی دولت دے کر بخش دیں اور جسے نہ چاہیں نہ بخشیں۔

اے اللہ اپنی رحمت و مغفرت ہمارے حق میں مقدر فرما دے۔ اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنی رحمتوں سے ہم کو نواز دے۔ آمین۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

اے ایمان والو سود مت کھاؤ کئی حصے زائد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَاْكُلُوا	الرِّبٰوٓا	اَضْعَافًا	مُّضٰعَفَةً	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ
اے	جوایمان لائے (ایمان والے)	نہ کھاؤ	سود	دوگنا	دوگنا ہوا () چوگنا	اورڈرو	اللہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (١٣٠) وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (١٣١) وَاَطِيْعُوا

امید ہے کہ تم کامیاب ہو۔ اور اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے!اورخوشی سے

لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ	وَاتَّقُوا	النَّارَ	الَّتِيْٓ	اُعِدَّتْ	لِلْكٰفِرِيْنَ	وَاَطِيْعُوا
تاکہ تم	فلاح پاؤ	اورڈرو	آگ	جوکہ	تیار کی گئی	کافروں کے لئے	اورحکم مانوتم

اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (١٣٢) وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کہنا مانو اللہ تعالیٰ اور رسول کا امید ہے کہ تم رحم کئے جاؤ گے!اوردوڑو طرف مغفرت کے جوتمہارے پروردگار کی طرف سے ہو

اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ	وَسَارِعُوْٓا	اِلٰى	مَغْفِرَةٍ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
اللہ	اوررسول	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے	اوردوڑو	طرف	بخشش	سے	اپنا رب

وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (١٣٣)

اورطرف جنت کے جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اورزمین وہ تیار کی گئی ہے خدا سے ڈرنے والوں کیلئے!

	وَجَنَّةٍ	عَرْضُهَا	السَّمٰوٰتُ	وَالْاَرْضُ ۙ	اُعِدَّتْ	لِلْمُتَّقِيْنَ	
	اورجنت	اس کا عرض	آسمان (جمع)	اورزمین	تیار کی گئی	پرہیزگاروں کے لئے	

سود کی ممانعت

ان آیات میں مسلمانوں کو یاایھاالذین امنوا کے خطاب سے مخاطب فرما کر چند اہم احکام بیان فرمائے جاتے ہیں۔

(١) پہلی بات جو ان آیات میں فرمائی گئی ہے وہ یہ کہ سود دگنا چوگنا یا دونے پردونا مت لو۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ دگنا چوگنا تو نہ لو اور تھوڑا سود لے لیا کرو۔بات یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں عربوں میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا کہ سود بڑھاتے چلے جاتے تھے اور سینکڑوں کے ہزاروں وصول کرتے۔اسی صورت کو اضعافا مضعفۃ یعنی چندور چند دونے پردونا یا دوگنا چوگنا فرمایا گیا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ سود تو مطلقاً حرام اور قبیح ہی ہے اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع اور قبیح ہے جیسے کوئی کہے کہ میاں مسجد میں گالیاں مت بکو تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ مسجد سے باہر گالیاں بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید برائی اور قباحت کے موقعہ پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔جیسے قرآن کریم میں ہے لاتشتروا بایاتی ثمناً قلیلاً میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آیات قرآنیہ میں تحریف کر کے تھوڑی قیمت لینا تو ناجائز اور حرام ہے اور زیادہ قیمت لینا جائز

ہے۔ یہ اس لئے عرض کیا گیا کہ آج کل بعض ہوا پرست اس آیت سے مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ ممانعت تو دوگنا چوگنا سود لینے کی ہے۔ تو سود قلیل ہو یا کثیر سب حرام ہے۔ دوسری آیت میں مطلقاً بلا کسی قید کے حرام فرمادیا۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت حــــرم الربٰوا گزر چکی ہے پس جملہ قرآن وسنت کے احکام سے یہی معلوم ہوا کہ یہ صورت دگنا چوگنا لینے کی بھی حرام ہے اور دوسری صورتیں جو اس کے علاوہ ہوں وہ بھی حرام ہیں۔

سود میں سراسر نقصان ہے

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ گو بظاہر سود سے مال بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سود کھانے میں بھلا نہیں بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ اللہ سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔ ورنہ اس کی وعید و سزا بھی سنادی گئی کہ سود خوار جہنم کے اس طبقہ میں رکھے جائیں گے جو خاص کافروں کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

کامیابی اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہے

تیسری بات مزید تاکید کے لئے اطیعوا اللہ و الرسول کا حکم دیا گیا کہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم بخوشی مانو جس کا نتیجہ لعلکم ترحمون ہوگا۔ یعنی اللہ کی رحمت اور فلاح و کامیابی نصیب ہوگی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت اللہ ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اللہ ہی نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانیں اور آپ کی پوری اطاعت کریں۔

مغفرت و جنت کی طرف دوڑو

چوتھی بات یہ بتلائی گئی کہ اللہ کی مغفرت اور جنت کی طرف دوڑو یعنی ایسے نیک کام اختیار کرو جس سے پروردگار تمہاری مغفرت کر دیں اور تم کو جنت عنایت فرمادیں۔ اور ایسے نیک کام وہی ہیں جن کے کرنے یا نہ کرنے کا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ پھر جنت کی وسعت بیان کی گئی چونکہ انسان کے دماغ میں آسمان اور زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی اس لئے سمجھانے کو جنت کے عرض کو اسی سے تشبیہ دی گئی۔

جنت کی وسعت

حضرت سعید بن جبیرؓ وسعت جنت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ساتوں آسمان برابر ایک دوسرے کے جوڑ دیئے جائیں جیسا ایک کپڑا دوسرے کے برابر جوڑ دیا جاتا ہے اور اسی طرح ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دی جائیں تو جنت کی وسعت ان کے برابر ہو گی۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کے برابر جوڑ دی جائیں تو جنت کا عرض یعنی چوڑائی ان کے برابر ہوگی اور جس جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کا طول یعنی لمبائی کا حال خدا جانے کیا ہوگا۔ تو ایسی وسیع جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے متقی بندوں کے لئے تیار کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس جنت میں داخلہ نصیب فرمائیں آمین۔

اب آگے متقین یعنی خدا سے ڈرنے والوں کی صفات بیان کی گئی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ظاہر میں و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما تا کہ دنیا و آخرت دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہو۔

یا اللہ سود اور قمار اور شراب جیسی حرام چیزوں سے اس ملک کو پاک فرمادے اور تقویٰ و طہارت کی دولت ہم کو عطا فرمادے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِى السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ

ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصہ کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے

الَّذِيْنَ	يُنْفِقُوْنَ	فِى السَّرَّآءِ	وَالضَّرَّآءِ	وَالْكٰظِمِيْنَ	الْغَيْظَ	وَالْعَافِيْنَ
جو لوگ	خرچ کرتے ہیں	خوشی میں	اور تکلیف	اور پی جاتے ہیں	غصہ	اور معاف کرتے ہیں

عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

درگزر کرنے والے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے! اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں

عَنِ	النَّاسِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	اِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً
سے	جو لوگ	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنیوالے	اور وہ لوگ جو	جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ

جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا

اَوْ	ظَلَمُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	ذَكَرُوا اللّٰهَ	فَاسْتَغْفَرُوْا	لِذُنُوْبِهِمْ	وَمَنْ	يَّغْفِرُ
یا	ظلم کریں	اپنے تئیں	وہ اللہ کو یاد کریں	پھر بخشش مانگیں	اپنے گناہوں کے لئے	اور کون	بخشتا ہے

الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۫ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں!

الذُّنُوْبَ	اِلَّا اللّٰهُ	وَلَمْ	يُصِرُّوْا	عَلٰى	مَا فَعَلُوْا	وَهُمْ	يَعْلَمُوْنَ
گناہ	اللہ کے سوا	اور نہ	وہ اڑیں	پر	جو انہوں نے کیا	اور وہ	جانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ان لوگوں کی جزا بخشش ہے ان کے رب کی طرف سے اور ایسے باغ ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی

اُولٰٓئِكَ	جَزَآؤُهُمْ	مَّغْفِرَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَجَنّٰتٌ	تَجْرِىْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
یہی لوگ	اُن کی جزا	بخشش	سے	ان کا رب	اور باغات	بہتی ہیں	سے	اس کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾

اُن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اور اچھا حق الخدمت ہے ان کام کرنیوالوں کا

	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَنِعْمَ	اَجْرُ	الْعٰمِلِيْنَ	
	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	اور کیسا اچھا	بدلہ	کام کرنے والے	

محسنین کی پہلی صفت انفاق فی سبیل اللہ

یہاں اعلیٰ درجہ کے متقین کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی گئی کہ وہ رنج وراحت امیری غریبی خوشی اور تکلیف تنگدستی اور فراخی ہر حال اور ہر صورت میں اپنی حیثیت کے موافق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس میں فرائض وواجبات اور نوافل صدقات وخیرات سب آ گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ وخیرات فراخی ہی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ تنگدستی اور غریبی میں بھی اپنی حیثیت کے موافق صدقات کرنا لازم ہے جب ہی تو یہ اعلیٰ صفت حاصل ہو سکتی ہے۔

دوسری صفت صبر وضبط

دوسری خاص صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی کہ وہ غصہ کو پینے والے اور ضبط کرنے والے ہوتے ہیں دیکھئے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ غصہ ہی نہیں آتا کیونکہ ناگوار واقعہ پر دل میں رنج پیدا ہونا اور ناخوشگواری میں غصہ کا آجانا ایک طبعی اور فطری بات ہے۔امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جس کو غصہ کی بات پر غصہ نہ آئے وہ گدھا ہے۔اور جو راضی کرنے پر راضی نہ ہو وہ شیطان ہے۔لیکن کمال اور تقویٰ یہ ہے کہ متقین غصہ کو پی جاتے ہیں۔غصہ سے مغلوب ہو کر غیظ وغضب کا اظہار نہیں کرتے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص ایسی حالت میں اپنے غصہ کو پی لے کہ اس کو پورا کرنے پر قادر ہو تو حق تعالیٰ شانہ اس کو امن اور ایمان سے بھرپور کرتے ہیں یعنی مجبوری کا نام صبر تو ہر جگہ ہوتا ہے کمال یہ ہے کہ قدرت کے باوجود صبر وضبط کرے۔

تیسری صفت عفو ودرگزر

تیسری صفت اعلیٰ درجہ کے متقین کی یہ فرمائی گئی والعافین عن الناس یعنی لوگوں کو معاف کر دینے والے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے والے ہیں۔کسی انسان کی غلطی اور کوتاہی کو نظر انداز کر دینا یہ متقین کی خوبیوں میں سے بہت بڑی خوبی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص طور سے بہت ترغیب امت کو دی ہے کہ اپنے مجرم اور قصوروار کو معاف کر دیا جائے اور اس سے انتقام نہ لیا جائے۔اس لئے کسی خطاکار کی خطا معاف کرنا ان اخلاق اعلیٰ میں سے ہے جس کی اسلام میں بڑی اہمیت اور بڑی فضیلت ہے

یہاں ایک بات یہ ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ قصوروار کا قصور معاف کرنے کی فضیلت کا تعلق افراد واشخاص اور ان کے ذاتی اور نجی حقوق ومعاملات سے ہے لیکن جو جرائم اللہ تعالیٰ کے جرائم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر سزا مقرر ہے اس سزا کے معاف کر دینے کا اختیار کسی کو نہیں ہے۔خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا میں سب سے رحمدل اور سب سے زیادہ لوگوں کے قصوروں کو معاف فرمانے والے تھے آپ کا طرز عمل بھی یہی تھا کہ اپنا قصور کرنے والوں کو معاف فرما دیتے تھے۔لیکن اللہ کی حدود کو توڑنے والوں کو اللہ کے حکم کے مطابق ضرور سزا دیتے تھے۔

متقین کی صفات

دوسری آیات میں متقین کی تعریف میں یہ نہیں فرمایا کہ ان سے کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوتا یا ان سے کبھی کوئی برائی ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ بمقتضائے بشریت جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا کوئی غلطی کر گزرتے ہیں تو خدا کی عظمت وجلال۔اس کی پکڑ اور اس کے عذاب اس کے حقوق واحکام اس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اس کی یاد شروع کر دیتے ہیں اور خوف زدہ اور مضطرب ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگتے ہیں اس کے سامنے سربسجود ہو جاتے ہیں پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اس کے موافق بخشش اور معافی طلب کرتے ہیں۔مثلاً اگر حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ ہوا تو اہل

حقوق کے حقوق ادا کئے یا ان سے معاف کرائے اور پھر خدا کے سامنے بھی توبہ واستغفار کیا۔ یا اگر حقوق اللہ سے متعلق گناہ ہوا مثلاً فرض نماز نہیں پڑھی یا فرض روزہ نہیں رکھا تو اس کی قضا ادا کی گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرنے کا عزم لے کر اس کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ تو حق تعالیٰ ایسے بندوں کی سچی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف فرما کر اپنی جنت میں داخل فرما دیں گے۔ اور توبہ یا جو دوسرے نیک عمل کئے ہوں گے ان کا بہترین اجر و معاوضہ عطا فرمائیں گے۔ تو ایسے لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین ہیں جن کے لئے آخرت میں جنت تیار کی ہوئی موجود ہے۔

دوسری یہ کہ وہ اپنے کئے پر اڑتے نہیں۔ اس غلطی یا گناہ پر اصرار نہیں کرتے جونہی غلطی کا احساس ہوا یا اس کا علم ہوا فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لیتے ہیں اور اس سے باز آ جاتے ہیں۔ اور یہی سچی توبہ کی بڑی شرط ہے کیونکہ کسی گناہ کو برابر دیدہ و دانستہ کرتے بھی رہنا اور اس سے توبہ کرنا یہ توبہ کی شرائط کے خلاف ہے اور وہ سچی توبہ نہیں بلکہ وہ تو توبہ کا مذاق کرنا ہے۔ گناہوں پر اصرار یعنی یہ معلوم ہو کر کہ یہ کام گناہ ہے پھر بھی اس کو کرتے رہنا یہ بڑی خطرناک بات ہے اور مومن کی شان کے خلاف ہے۔ مومن کی شان تو یہی ہے کہ جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی۔

مغفرت اور جنت کی بشارت

اور تیسری آیت میں ان گناہ گار بندوں کے لئے مغفرت اور جنت کی بشارت ہے۔ جنہوں نے معصیت کو عادت اور پیشہ نہیں بنایا ہے بلکہ ان کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی چھوٹا بڑا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اس پر نادم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے مغفرت اور معافی کے طالب ہوتے ہیں۔

دُعا کیجئے: متقین کی جن صفات کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم میں بھی یہ صفات پیدا فرما دیں۔ ہم کو بھی اپنے گناہوں اور خطاؤں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دیں۔ اے اللہ توبہ کی توفیق عطا فرما کر اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما لے آئندہ ہر چھوٹے بڑے صغیرہ کبیرہ گناہوں سے بچنے کا عزم نصیب فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

بالتحقیق تم سے قبل مختلف طریقے گزر چکے ہیں تو تم روئے زمین پر چلو پھرو اور دیکھ لوکہ اخیر انجام

قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	سُنَنٌ	فَسِيْرُوْا	فِي الْاَرْضِ	فَانْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ
گزر چکی	تم سے پہلے	واقعات	تو چلو پھرو	زمین میں	پھر دیکھو	کیسا	ہوا

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١٣٧ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ

تکذیب کرنے والوں کا کیسا ہوا! یہ بیان کافی ہے تمام لوگوں کے لئے اورہدایت اورنصیحت ہے

عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ	هٰذَا	بَيَانٌ	لِّلنَّاسِ	وَهُدًى	وَّمَوْعِظَةٌ
انجام	جھٹلانے والے	یہ	بیان	لوگوں کے لئے	اور ہدایت	اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝١٣٨ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ

خاص خداسے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم

لِّلْمُتَّقِيْنَ	وَلَا تَهِنُوْا	وَلَا تَحْزَنُوْا	وَاَنْتُمُ	الْاَعْلَوْنَ	اِنْ كُنْتُمْ
پرہیزگاروں کے لئے	اور سست نہ پڑو	اور غم نہ کھاؤ	اور تم	غالب	اگر تم ہو

مُّؤْمِنِيْنَ ۝١٣٩ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ

پورے مومن رہے اگر تم کو زخم پہنچا تواس قوم کوبھی ایساہی زخم پہنچ چکا ہے

مُّؤْمِنِيْنَ	اِنْ	يَّمْسَسْكُمْ	قَرْحٌ	فَقَدْ	مَسَّ	الْقَوْمَ	قَرْحٌ	مِّثْلُهٗ
ایمان والے	اگر	تمہیں پہنچا	زخم	تو البتہ	پہنچا	قوم	زخم	اس جیسا

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ

اورہم ان ایام کولوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اورتا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو جان لیویں اورتم میں سے بعضوں کو

وَتِلْكَ	الْاَيَّامُ	نُدَاوِلُهَا	بَيْنَ النَّاسِ	وَلِيَعْلَمَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَيَتَّخِذَ
اور یہ	ایام	ہم باری باری بدلتے ہیں انکو	لوگوں کے درمیان	اورتا کہ معلوم کرلے	اللہ	جولوگ	ایمان لائے	اور بنائے

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٤٠ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

شہید بنانا تھا اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے۔ ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں اورتا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو

مِنْكُمْ	شُهَدَآءَ	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الظّٰلِمِيْنَ	وَلِيُمَحِّصَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تم سے	شہید (جمع)	اور اللہ	دوست نہیں رکھتا	ظالم (جمع)	اورتا کہ پاک صاف کردے	اللہ	جولوگ ایمان لائے

	وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٤١	وَيَمْحَقَ	الْكٰفِرِيْنَ	
	اور مٹا دیوے کافروں کو۔	اور مٹادے	کافر(جمع)	

احد کے حالات کے تناظر میں مسلمانوں کو تسلی

یہاں ان آیات میں ایک قانون الٰہی اور عادت اللہ یہ بیان کی گئی کہ گذشتہ قوموں اور ملتوں میں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیر کر ظلم وعصیان پر اصرار کرتے رہے ان کا انجام اس دنیا ہی میں بالآخر ہلاکت اور بربادی ہوا۔ اور اس امر کا یقین دلانے کے لئے کہا جا رہا ہے کہ دنیا میں چل پھر کر دیکھ لو کہ برباد شدہ قوموں کے آثار۔ اجڑی ہوئی آبادی کے کھنڈر۔ اور سربفلک محلوں کی شکستہ دیواریں زبان حال سے اپنا افسانہ غم وعبرت سنا رہی ہیں۔ تو اس مضمون میں غور کرنے سے معرکہ احد کے دونوں فریقوں کو سبق لینا چاہیے۔ یعنی کفار و مشرکین جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لئے نکلے وہ اپنی اس جنگ احد میں تھوڑی سی عارضی کامیابی اور جیت پر مغرور نہ ہوں کہ ان کا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں اور مسلمان کفار کی سختیوں وحشیانہ درازدستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب اور منصور ہو کر رہے گا۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ یہ سنت اللہ پوری ہوئی اور سرزمین عرب سے مشرکین و کفار کا پوری طرح ہمیشہ کے لئے استیصال ہو گیا۔

تو ایک طرح کی تسلی انجام کی کامیابی بتلا کر مسلمانوں کو دی گئی مزید تسلی وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں اس طرح دی گئی کہ جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور ہو رہے تھے ان کے بڑے بڑے جانباز بہادروں کی لاشیں ان کے سامنے ناک کان کٹی ہوئی پڑی تھیں۔ ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشقیا نے زخمی اور مجروح کر دیا تھا۔ اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی کمزوری کے آثار نظر آ رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے یہ پیغام امید وتسلی نازل فرمایا کہ اے مسلمانو! سختیوں سے گھبرا کر تم ناامید اور پست ہمت مت ہو جانا۔ دشمنان دین کے مقابلہ میں کمزوری نہ دکھلانا۔ آخری فتح وکامیابی تمہاری ہی ہے اور انجام کار تم ہی غالب رہو گے۔ بشرطیکہ ایمان و یقین پر قائم رہے۔ اللہ کے وعدوں پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے اطاعت رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹانا۔ چنانچہ اس خدائی آواز نے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔ مجاہدین کے پژمردہ جسموں میں حیاۃ تازہ پیدا کر دی اور ان کے ارادوں میں ہمت واستقلال پیدا ہو گیا اور پھر اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ کی شرط کو خاطر خواہ بجالانے پر دنیا نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب میں اہل اسلام کو کفار پر کیسا غلبہ نصیب ہوا۔

غلبہ کی شرط

اس آیت سے ایک نہایت پرحکمت بات امت مسلمہ کے لئے یہ نکلتی ہے کہ مسلمانوں کو دشمنان حق اور اعدائے دین پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے سب سے ضروری اور اہم شرط ایمان کی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد خواہ قلیل ہو۔ سامان جنگ تھوڑا ہی ہو۔ ظاہری اور مادی اسباب پوری طرح موافقت میں نہ ہوں۔ تب بھی وہ اللہ کی مدد سے کفار پر غالب آ سکتے ہیں بشرطیکہ ان کا ایمان مضبوط اور مستحکم ہو۔ اللہ کی قدرت پر بھروسہ اور یقین ہو اور ہر امر میں اللہ اور رسول کی اطاعت پیش نظر ہو اور اللہ کا کلمہ اور دین بلند کرنے کے لئے جہاد کے لئے کھڑے ہوں یہ قرآنی وعدہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے تھا۔ اسی طرح قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔

کافروں کا بھی نقصان ہوا ہے

اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ اگر تم کو احد میں زخم وصدمہ پہنچا ہے تو اس قوم کو بھی جو کہ تمہارے مقابل تھی یعنی کفار ایسا ہی زخم اور صدمہ پہنچ چکا ہے۔ یعنی اس میں شک نہیں کہ احد میں تمہارے ۷۰ آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن ایک سال پہلے جنگ بدر میں کافروں کے بھی ۷۰ بڑے بڑے سردار قتل ہو چکے

تھے اور بیشتر زخمی ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ خود احد کی لڑائی میں پہلے پہل کافروں کے بہت سی آدمی قتل اور زخمی ہو گئے تھے پھر جنگ بدر میں ان کے ۷۰ آدمی قید ہوئے تھے۔ اور انہوں نے سخت ذلت اٹھائی تھی۔ جب کہ تمہارے ایک فرد کو بھی یہ قید کی ذلت بدر میں دیکھنی نہیں پڑی۔ بہر حال اگر تم اپنے اور ان کے نقصان کا موازنہ کرو تو غم و افسوس کا کوئی موقع نہیں۔

گردش ایام

ایک مضمون تسلی تو یہ ہوا آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ اور ہمارا معمول ہے کہ ہم ان ایام کو یعنی غالب و مغلوب ہونے کے زمانہ کو۔ سختی نرمی یا دکھ سکھ اور تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہا کرتے ہیں۔ جس میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں پھر جب کافروں نے دکھ و رنج اٹھا کر کفر کی حمایت نہیں چھوڑی تو صاحب ایمان حق کی حمایت میں کیوں کر ہمت ہار سکتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ اس تداول یعنی لوگوں اور قوموں کے درمیان زمانہ کے الٹ پھیر اور ادل بدل میں نہ معلوم قدرت کے کتنے راز اور مصالح ہوتے ہیں۔ جن میں سے ایک بڑی حکمت یہی ہے کہ اس عالم میں مکلف کا ابتلا اور امتحان باقی رہے اگر ہمیشہ اہل ایمان ہی غالب رہتے تو پھر ایمان لانا کچھ بھی کمال اور بنی بر بصیرت نہ ہوتا اور اس کے خلاف میں بھی ضعفا فتنہ شدیدہ میں پڑ جاتے۔

تو ایک حکمت واقعہ احد کے سلسلہ میں لوگوں کے درمیان زمانہ کے ادلتے بدلتے رہنے کی بیان فرمائی گئی۔

آزمائش

دوسری حکمت آگے بیان ہوئی اور وہ یہ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ظاہری طور پر بھی جان لیویں یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے دونوں کا رنگ صاف صاف جدا نظر آنے لگے کیونکہ مصیبت کے وقت مخلص اور منافق کا امتحان ہو جاتا ہے

مومن تو مصیبت اور تکلیف کے دنوں میں بھی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے صبر و استقلال سے کام لیتا ہے ایمان اور یقین پر ثابت قدم رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امداد اور نصرت کا طلبگار رہتا ہے اس کے برعکس کافر اور منافق تکلیف اور دکھ کے زمانہ میں سخت پریشان ہو جاتے ہیں۔

رفع درجات

آگے تیسری حکمت ارشاد ہوتی ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ تم میں سے بعضوں کو شہید بنانا تھا۔ یعنی اللہ کی راہ میں مسلمانوں کو شہادت کا بلند مقام عطا کرنا تھا۔ بقیہ حکمتیں آگے آتی ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظلم یعنی کفر و شرک کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتے پس اس کا احتمال نہ کیا جاوے کہ شاید ان کو محبوب ہونے کی وجہ سے غالب فرما دیا ہو۔ ہرگز نہیں۔

تصفیہ وتزکیہ

اس کے بعد چوتھی حکمت ارشاد ہوتی ہے وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تا کہ ایمان والوں کو گناہوں کے میل کچیل سے صاف کر دے کیونکہ مصیبت سے اخلاق و اعمال کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ ایمان والوں کے اگر گناہ ہوں تو دور ہو جائیں ورنہ ان کے درجات بڑھیں۔

مہلت دشمن

پانچویں حکمت ارشاد ہوتی ہے وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ اور مٹا دیوے کافروں کو اور یہ دو طور پر ہے کہ غالب آنے سے کافروں کی جرأت بڑھے گی پھر مقابلہ میں آویں گے اور ہلاک ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوں گے۔ کیونکہ ہمیشہ سے حق کی یہ تاثیر ہے کہ جہاں کہیں اس کی جماعت کا خون بہا ہے وہ ایک نیا رنگ لایا۔ غیرت الٰہی جوش میں آتی ہے پھر غیب سے وہ مار پڑتی ہے کہ اعداء کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

دُعاء کیجئے: یا اللہ ہمیں اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی کامل اطاعت کی توفیق عطاء فرما۔ آمین

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جٰهَدُوا مِنْكُمْ 29

ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو

أَمْ حَسِبْتُمْ	أَنْ	تَدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	وَلَمَّا	يَعْلَمِ اللّٰهُ	الَّذِينَ	جٰهَدُوا	مِنْكُمْ
کیا تم سمجھتے ہو	کہ	تم داخل ہو گے	جنت	اور ابھی نہیں	اللہ نے معلوم کیا	جو لوگ	جہاد کرنے والے	تم میں سے

وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ

اور نہ اُن کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔ اور تم تو مرنے کی تمنا کر رہے تھے موت کے سامنے آنے کے

وَيَعْلَمَ	الصّٰبِرِينَ	وَلَقَدْ	كُنْتُمْ	تَمَنَّوْنَ	الْمَوْتَ	مِنْ	قَبْلِ	أَنْ	تَلْقَوْهُ	فَقَدْ
اور معلوم کیا	صبر کرنے والے	اور البتہ	تم	تمنا کرتے تھے	موت	سے	قبل	کہ	تم اس سے ملو	تو

رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾	رَأَيْتُمُوهُ	وَأَنْتُمْ	تَنْظُرُونَ	
پہلے سے سو اس کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا۔	اب تم نے اسے دیکھ لیا	اور تم	دیکھتے ہو	

مؤمنین مخلصین سے ایک شکایت

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر پہنچانا چاہتا ہے تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان اور آزمائش لے کر یہ نہ دیکھیں گے کہ تم میں کتنے اس کی راہ میں لڑنے والے۔ ثابت قدم رہنے والے ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور برداشت کرنے والے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کرنے والے ہیں؟ کیا محض مسلمان ہونے کی بناء پر بدون مشقت اٹھائے اور بدون مجاہدہ عظیم کے اور بغیر ریاضت تا سکے جنت میں جا داخل ہو گے؟ اور صبر و جہاد اور مشقت کی کسوٹی پر نہ کسے جاؤ گے۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں یہی ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ "ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں خصوصیت کے ساتھ جا داخل ہو گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے خوب جہاد کیا ہو اور نہ ان کو دیکھا جو جہاد میں ثابت قدم رہنے والے ہوں۔"

یہاں آیت میں خصوصیت کے ساتھ جنت میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اول ہی چلا جائے اور درجات عالیہ پر بھی پہنچ جائے سو یہ بدون مجاہدہ اور مشقت اور ریاضت کے نہیں ہوتا۔

بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ چادر مبارک کی ٹیک لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ اور ہم لوگوں پر دن رات مشرکین کی جانب سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ پاک سے دعا کیوں نہیں فرماتے؟ یعنی اس بات کی دعا کہ ہم پر سے مصائب ختم ہو جائیں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنبھل کر بیٹھے اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے فرمایا "تم سے پہلے گذشتہ زمانہ میں ایسے لوگ ہوئے ہیں کہ لوہے کے کنگھیوں سے ان کا گوشت نوچ ڈالا گیا۔ سوائے ہڈیوں اور پٹھوں کے

کچھ نہ چھوڑا گیا۔ ایسی سختیوں نے بھی ان کو ان کے دین سے نہ روکا اور ضرور بالضرور اللہ پاک اپنے اس دین کو پورا کر کے رہے گا تم لوگ دیکھ لوگے کہ ایک اکیلا سوار صنعاء یمن سے حضر موت تک سفر کرے گا اور سوائے اللہ عزوجل کے کسی سے ڈر اور خوف و ہراس اس کے دل میں نہ ہوگا۔ لیکن تم لوگ ہر کام میں جلدی چاہتے ہو۔"

مومنین مخلصین کے لئے ایک نصیحت

تم خود یہ پہلے سے تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم کو بھی جنگ بدر کی طرح کوئی موقعہ ملے کہ اصحاب بدر کی طرح اللہ کی راہ میں مقتول اور شہید ہوں اور تم ہی نے شوق شہادت میں جنگ احد کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑنا چاہیے۔ پس جب یہ موقع سامنے آیا تو پھر کیوں گھبرا گئے اور کمزوری کیوں دکھائی اور وہ تمنا کہاں بھول گئے۔ یہ اشارہ ہے بنی سلمہ اور بنی حارثہ قبائل کے لوگوں کی طرف کہ جن میں غزوہ احد سے منافقین کے لوٹ جانے پر ان کے دلوں میں بھی کچھ کمزوری پیدا ہوئی تھی اور وسوسہ واپسی کا ہونے لگا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے محفوظ رکھا چنانچہ یہاں دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ "اور تم تو شہید ہو کر مرنے کی بڑی تمنا کر رہے تھے۔ موت کے سامنے آنے کے پہلے سے سو تمنا کے بعد اس کے سامان کو تو کھلی آنکھوں دیکھ لیا تھا یعنی تمہاری تمنائے شہادت تمہارے سامنے آ گئی اور تمہارا مطلوب تمہیں مل گیا تو اس سے بھاگنا اور کمزوری دکھانا نہ چاہیے تھا۔"

یہاں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر انکار نہیں فرمایا کہ تمنائے شہادت کیوں کی تھی بلکہ اس پر انکار فرمایا کہ تم سے اس تمنا کے خلاف افعال کیوں صادر ہوئے۔ تو معلوم ہوا کہ موت کی تمنا مطلق مذموم نہیں بلکہ جب وہ سعادت اخرویہ کے اشتیاق میں ہو جس کی توقع شہادت میں ہوتی ہے تو یہ جائز اور محمود ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں۔ ہم کسی امتحان و آزمائش کی طاقت نہیں رکھتے۔ ہمارے ساتھ اپنے کرم و رحم کا معاملہ فرمائیے اور ایسی سختیوں میں ہم کو نہ ڈالئے کہ جس کو ہم برداشت نہ کر سکیں۔

یا اللہ صحابہ کرامؓ کے ایمان و اسلام کے طفیل میں جنھوں نے کہ دین کے لئے ہر سختی کو برداشت کیا ہم کو بھی دین پر استقامت نصیب فرمائیے اور کفار و مشرکین سے جہاد اور مقابلہ کی ہمت و طاقت عطا فرمائیے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام کا کفار سے مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو غلبہ عطا فرما اور دشمنان دین کو پست اور ذلیل فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ

اور محمد ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ کا انتقال ہوجاوے

وَمَا	مُحَمَّدٌ	اِلَّا	رَسُوْلٌ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِهِ	الرُّسُلُ	اَفَا۟ىِٕنْ	مَّاتَ
اور نہیں	محمد	مگر (تو)	ایک رسول	البتہ گزرے	ان سے پہلے	رسول (جمع)	کیا پھر اگر	وہ وفات پالیں

اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ

یا آپ شہید ہی ہو جاویں تو کیا تم لوگ اُلٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص اُلٹا پھر بھی جاوے گا تو خداتعالیٰ کا کوئی نقصان

اَوْ	قُتِلَ	انْقَلَبْتُمْ	عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ	وَ	مَنْ	يَّنْقَلِبْ	عَلٰي عَقِبَيْهِ	فَلَنْ يَّضُرَّ
یا	قتل ہو جائیں	تم پھر جاؤ گے	اپنی ایڑیوں پر	اور	جو	پھر جائے	اپنی ایڑیوں پر	تو ہرگز نہ بگاڑے گا

اللّٰهَ شَيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا

نہ کرے گا اور خداتعالیٰ جلدی ہی جزا دے گا حق شناس لوگوں کو اور کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں بغیر حکم خدا کے

اللّٰهَ	شَيْـــًٔا	وَ	سَيَجْزِي	اللّٰهُ	الشّٰكِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	لِنَفْسٍ	اَنْ	تَمُوْتَ	اِلَّا
اللہ	کچھ بھی	اور	جلد جزا دے گا	اللہ	شکر کرنے والے	اور نہیں	کسی شخص کے لئے	کہ	وہ مرے	بغیر

بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۭ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

اس طور سے کہ اس کی میعاد معین لکھی ہوئی رہتی ہے اور جو شخص دنیوی ثواب چاہتا ہے تو ہم اس کو دنیا کا حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص

بِاِذْنِ	اللّٰهِ	كِتٰبًا	مُّؤَجَّلًا	وَمَنْ	يُّرِدْ	ثَوَابَ	الدُّنْيَا	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَمَنْ
حکم سے	اللہ	لکھا ہوا	مقررہ وقت	اور جو	چاہے گا	انعام	دنیا	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور جو

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۭ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾

اُخروی نتیجہ چاہتا ہے تو ہم اس کو آخرت کا حصہ دیں گے اور بہت جلد عوض دیں گے حق شناسوں کو

يُّرِدْ	ثَوَابَ	الْاٰخِرَةِ	نُؤْتِهٖ	مِنْهَا	وَسَنَجْزِي	الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٥﴾	
چاہے گا	بدلہ	آخرت	ہم دیں گے اسکو	اس سے	اور ہم جلد جزا دیں گے	حق شناسوں کو	

شان نزول

شوال ۳ھ میں جب غزوہ احد درپیش ہوا تو احد کے میدان میں جب افراتفری پھیلی اور مسلمان بکھر گئے تو ایک مشرک نے ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا جس سے چہرہ انور زخمی ہوا اور ایک دندان مبارک شہید ہوا زخم کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ کسی کافر نے یہ آواز لگادی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قتل کر دیئے گئے۔ یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش وحواس اڑ گئے اور پاؤں اکھڑ گئے اور بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ

رہے۔ بعض منافقین بولے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے تو ہمیں اپنا پہلا دین اختیار کر لینا چاہیے۔ بعض نے کہا کہ اگر نبی ہوتے تو قتل کیوں ہوتے۔ بعض نے کہا کہ جب حضور ہی نہ رہے تو ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ غرضیکہ افرا تفری کا ایک عالم تھا کہ اسی اثناء میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضعف سے کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے آواز دی۔ الی عباد الله . انا رسول الله اللہ کے بندو ادھر آؤ میں رسول اللہ ہوں۔ سب سے اول آپ کو حضرت کعب بن مالکؓ نے دیکھ کر پہچانا اور مسلمانوں کو للکار کر آواز دی۔ اے مسلمانو! بشارت حاصل کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں موجود ہیں۔ آواز کا سننا تھا کہ تمام صحابہ سمٹ کر آپ کے قریب ہو گئے۔ اور مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کیا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

انبیاء علیہم السلام کا مقام:

اس آیت میں اول تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ظاہر کی گئی۔ پہلی قوموں نے اپنے ہادی مصلح اور رسولوں کو یا تو خدا بنا دیا۔ یا اس کا بیٹا۔ یا انہیں انسانیت سے بلند اور جدا سمجھ بیٹھے۔ اسلام نے اپنے کلمہ شہادت میں "رسول" کا صحیح مقام عبدہ و رسولہ (اللہ کا بندہ اور رسول) کہہ کر متعین کیا اور یہی اس آیت میں اظہار فرمایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بتلایا جا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے ایک رسول ہی تو ہیں جن کا کام لوگوں کو خدا کے احکام پہنچانا اور لوگوں کو خدا کا مطیع بنانا ہے۔ آپ خود تو معبود نہیں کہ آپ کی وفات سے دین ہی ختم ہو جائے اور آپ رسول بھی کچھ نئے نہیں بلکہ آپ سے پہلے بھی رسول ہو چکے ہیں جن کے بعد ان کے متبعین نے دین کو سنبھالا اور جان مال فدا کر کے دین کو قائم رکھا۔ آپ کا اس دنیا سے گزرنا بھی کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ اس وقت نہ سہی اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا بالفرض آپ شہید ہی ہو جائیں تو کیا اے مسلمانو تم دین کی خدمت اور حفاظت سے الٹے پیر پھر جاؤ گے۔ اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے۔ جیسے اس وقت محض خبر قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے۔ یا منافقین کے مشورہ کے موافق۔ العیاذ باللہ سرے سے دین کو خیر باد کہہ دو گے۔ تم سے ایسی امید ہرگز نہیں اور یاد رکھو اگر کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں۔ بلکہ تم شکر کرو اگر اس نے اپنے دین کی خدمت میں تم کو لگا لیا اور اصل شکر یہی ہے کہ بیش از بیش دین میں مضبوط اور ثابت قدم رہو۔

موت کا وقت مقرر ہے

دوسری آیت میں بھی حوادث اور مصائب کے وقت ثابت قدم رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ موت ہر ایک کی مقدر ہے لہٰذا اسباب موت کے جمع ہونے سے جہاد و قتال میں کوئی کمزوری اور پستی نہ آنی چاہیے اور نہ مایوس اور بددل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔

اصلاح نیت

دوسری تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ نیت تمام اعمال میں ثواب آخرت کی ہونی چاہیے۔ مفسرین نے لکھا ہے

وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ میں اشارہ ہے اس طرف کہ مال غنیمت جمع کرنے کی فکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ جگہ کو چھوڑ بیٹھنے میں ان سے غلطی ہوئی۔ اور ان کے اس عمل کو دنیا طلبی سے تعبیر فرمایا گیا۔ مگر یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے مال غنیمت جمع کرنا بھی نری دنیا طلبی نہیں جو شرعاً مذموم ہو بلکہ مال غنیمت جمع کر کے محفوظ کرنا اور پھر اس کو اس کے مصرف میں صرف کرنا یہ بھی ایک جزو جہاد ہے اور عبادت ہی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ بڑوں کی تھوڑی لغزش بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ ان کی اس خطا کو بڑا سخت جرم قرار دے کر عتاب و خطاب کیا گیا ہے کیوں کہ حق تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ایک ایسی پاک باز جماعت بنانا چاہتے تھے جو دنیا کے لئے نمونہ عمل بنے اس لئے ان کی ادنیٰ لغزش بھی سخت قرار دی گئی اور صحابہ کرام کے معیار اخلاق کو بلند سے بلند کرنے کے لئے ان کے اس عمل کو بھی ارادہ دنیا سے تعبیر کر دیا گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

دعاء کیجئے: اے اللہ! ہم کو اسلام کی سچی محبت نصیب فرما اور اس دین پر مضبوطی سے جمے رہنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا

اور بہت سے نبی ہو چکے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اللہ والے لڑے ہیں سو نہ ہمت ہاری انہوں نے

وَكَاَيِّنْ	مِّنْ نَّبِيٍّ	قٰتَلَ	مَعَهٗ	رِبِّيُّوْنَ	كَثِيْرٌ	فَمَا	وَهَنُوْا
اور بہت سے	نبی	لڑے	ان کے ساتھ	اللہ والے	بہت	پس نہ	سست پڑے

لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ

اُن مصائب کی وجہ سے جو اُن پر اللہ کی راہ میں واقع ہوئیں اور نہ اُن کا زور گھٹا اور نہ وہ دبے اور اللہ تعالیٰ

لِمَا	اَصَابَهُمْ	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَمَا	ضَعُفُوْا	وَمَا اسْتَكَانُوْا	وَاللّٰهُ
سبب، جو	انہیں پہنچے	میں	اللہ کی راہ	اور نہ	انہوں نے کمزوری کی	اور نہ دب گئے	اور اللہ

يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا

کو ایسے مستقل مزاجوں سے محبت ہے۔ اور اُن کی زبان سے بھی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلا کہ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پروردگار

يُحِبُّ	الصّٰبِرِيْنَ	وَمَا كَانَ	قَوْلَهُمْ	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْا	رَبَّنَا
دوست رکھتا ہے	صبر کرنے والے	اور نہ تھا	اُن کا کہنا	سوائے	کہ	انہوں نے دُعا کی	اے ہمارے رب

اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

ہمارے گناہوں کو اور ہمارے کاموں میں ہمارے حد سے نکل جانے کو بخش دیجئے اور ہم کو ثابت قدم رکھئے

اغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَاِسْرَافَنَا	فِيْٓ اَمْرِنَا	وَثَبِّتْ	اَقْدَامَنَا
بخش دے ہم کو	ہمارے گناہ	اور ہماری زیادتی	ہمارے کام میں	اور ثابت رکھ	ہمارے قدم

وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ

اور ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔ سو اُن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کا بھی

وَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ	فَاٰتٰىهُمُ	اللّٰهُ	ثَوَابَ
اور ہماری مدد فرما	پر	قوم	کافر (جمع)	تو انہیں دیا	اللہ	انعام

الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾

بدلہ دیا اور آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو ایسے نیکو کاروں سے محبت ہے۔

الدُّنْيَا	وَحُسْنَ	ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
دنیا	اور اچھا	انعام آخرت	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنے والے

حق وباطل کی کشمکش ہر دور میں رہی ہے

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ دشمنان دین سے جنگ و جہاد کا کوئی نیا مطالبہ نہیں۔ اور نہ تمہاری اعانت دین کوئی نئی بات ہے۔ بلکہ پہلے زمانہ میں بھی انبیائے سابقین کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں اور حق پرستوں نے کافروں سے جنگ و جہاد اور قتل وقتال کیا اور امت کے سامنے ان کے نبی شہید بھی ہوئے لیکن وہ لوگ ثابت قدم رہے اور خوف زدہ اور سست نہیں ہوئے بلکہ جو مصائب بھی اللہ کی راہ میں ان پر پڑے ان سے نہ وہ گھبرائے اور نہ دب کر کمزور پڑے تو امت مسلمہ کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ اور تم تو خیر الامم ہو تم کو تو ان سے بڑھ کر صبر واستقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

سابقہ امتوں کے صالحین مجاہدین کی دعا

یہاں پچھلی امتوں کے حق پرستوں اور اللہ والوں کا حال یاد دلا کر امت مسلمہ کو تاکید منظور ہے کہ دیکھو وہ کیسے مستقل مزاج رہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کس طرح دعا کی۔

یہاں سابق انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جہاد میں شریک اللہ والوں کی دعا جو نقل فرمائی گئی اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چار درخواستیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ ہمارے پچھلے گناہ اور قصور معاف فرما دیجئے۔

(۲) دوسرے یہ کہ اس عمل جہاد میں ہم سے جو کوتاہی ہو گئی ہو اس کو معاف فرما دیجئے۔

(۳) تیسرے یہ کہ ہمیں ثابت قدمی پر قائم رکھئے۔

(۴) چوتھے یہ کہ ہماری مدد فرمایئے اور ہمیں دشمنوں پر غالب فرمایئے۔

اس دعا کو نقل فرمانے سے امت مسلمہ کو یہ تعلیم دینی مقصود ہے کہ ایسے موقع یعنی کفار سے مقابلہ اور جنگ و جہاد کے وقت تمہیں بھی اسی طرح دعا کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ یہاں اس دعا میں سب سے پہلے اپنے پچھلے گناہوں کی معافی کی درخواست کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جو رنج وغم یا کوئی تکلیف پیش آتی ہے وہ اکثر اس کے سابقہ گناہوں کا اثر ہوتا ہے جس کا علاج استغفار اور توبہ ہے۔

پھر اس دعا میں یہ بھی اشارۃً جتلا دیا گیا کہ حقیقت شناس مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کتنا ہی بڑا نیک کام اور کتنی ہی جد وجہد اللہ کی راہ میں کر رہا ہو اس کو یہ حق نہیں کہ اپنے عمل پر ناز وفخر کرے کیونکہ درحقیقت اس کا عمل بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے اس کی تائید اور توفیق کے بغیر نیک عمل کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

پھر اس کے علاوہ جو نیک عمل انسان کرتا ہے وہ کتنا ہی اعلیٰ اور صحیح اور درست کر کے کرے لیکن حق تعالیٰ کی شان عالی کے مطابق کر لینا اس کے بس میں نہیں اس کے ادائے حق میں کوتاہی ناگزیر ہے اس لئے حالت عمل میں بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ پھر یہ بھی کسی کو اطمینان نہیں ہوسکتا کہ جو نیک عمل وہ اس وقت کر رہا ہے آئندہ بھی اس سے ہوتا رہے گا۔ اس لئے موجودہ عمل میں کوتاہی پر ندامت اور آئندہ کے لئے اس پر قائم رہنے کی توفیق کی دعا بھی مومن کا وظیفہ ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی مضبوطی کے ساتھ دین اسلام پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ دشمنان دین کے مقابلہ میں ہماری ہمتوں کو بلند فرما اور ان سے جہاد فی سبیل اللہ کا عزم عطا فرما۔
اے اللہ ہمیں قرآنی ہدایات کو اپنانے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرما۔
اے اللہ ہم سے جواب تک ظاہری وباطنی چھوٹے وبڑے صغیرہ وکبیرہ جتنے گناہ سرزد ہو چکے ہیں ان پر توبہ کی توفیق نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہماری مغفرت فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ

اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو اُلٹا پھیر دیں گے پھر تم ناکام

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِنْ	تُطِيْعُوا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	يَرُدُّوْكُمْ	عَلٰٓى	اَعْقَابِكُمْ
اے	لوگ جو ایمان لائے	اگر	تم کہا مانو گے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	وہ تمہیں پھیر دیں گے	پر	تمہاری ایڑیاں

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

ہو جاؤ گے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا دوست ہے اور وہ سب سے بہتر مددکرنے والا ہے۔

فَتَنْقَلِبُوْا	خٰسِرِيْنَ	بَلِ	اللّٰهُ	مَوْلٰىكُمْ	وَهُوَ	خَيْرُ	النّٰصِرِيْنَ
پھر تم پلٹ جاؤ گے	گھاٹے میں	بلکہ	اللہ	تمہارا مددگار	اور وہ	بہتر	مددگار (جمع)

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ

ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں ہیبت کافروں کے دلوں میں بہ سبب اس کے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ایسی چیز کو ٹھیرایا ہے

سَنُلْقِيْ	فِيْ	قُلُوْبِ	الَّذِيْنَ كَفَرُوا	الرُّعْبَ	بِمَآ اَشْرَكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ
عنقریب ہم ڈالیں گے	میں	دل (جمع)	جنہوں نے کفر کیا (کافر)	ہیبت	اس لئے کہ انہوں نے شریک کیا	اللہ کا	جس	نہیں اُتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾

جس پر کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی اور اُن کی جگہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے بے انصافوں کی

	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَمَاْوٰىهُمُ	النَّارُ	وَبِئْسَ	مَثْوَى	الظّٰلِمِيْنَ	
	اس کی	کوئی سند	اور اُن کا ٹھکانہ	دوزخ	اور بُرا	ٹھکانہ	ظالم (جمع)	

کافروں اور منافقوں کی چالوں سے ہوشیار رہو

غزوہ احد میں مسلمانوں کے عارضی شکست کے باعث دل ٹوٹے ہوئے تھے اور جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا اس سے سخت شکستہ خاطر تھے۔ تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا مسلمانوں کو الزامات اور طعنے دینے لگے کہ دیکھو اگر تم سچے دین پر ہوتے تو تمہارے اتنے ساتھی نہ مارے جاتے۔ بعض منافقین خیر خواہی کے پردہ میں مسلمانوں کو سمجھانے لگے کہ کفار سے لڑنا دانشمندی نہیں۔ کیونکہ ان کے ہاتھوں تمہیں سخت نقصان پہنچا ہے۔ ہوسکتا تھا کہ بعض مسلمان ان کی چالبازیوں میں آجاتے اس لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار فرمادیا کہ ان بدباطن شریروں کے کہنے میں مسلمان نہ آجائیں اور سمجھادیا کہ دشمن کا فریب مت کھانا اور اگر خدانخواستہ ان کے چکموں میں آگئے تو جس ظلمت سے خدا نے تمہیں نکالا ہے پھر اُلٹے پاؤں اسی ظلمت میں جاگرو گے اور دین حق کا دامن تمہارے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت کے خسارہ کے سوا کچھ نہیں ان کافروں و منافقوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو اُن کے دین سے ہٹانا اور اسلام سے بدگمان کرنا ہے۔ یہ کفار تمہارے دوست اور خیر خواہ ہرگز نہیں اگرچہ وہ کیسا ہی دوستی کا اظہار کریں۔

فقط اللہ تعالیٰ کی مدد پر بھروسہ کرو

اللہ تعالیٰ ہی تمہارے حقیقی دوست ہیں اور وہی سب سے بہتر مدد

دینے والے ہیں اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ پر اعتماد کریں۔ اسی کی مدد پر بھروسہ کریں۔ مخالفین اگر تمہاری نصرت اور امداد کی کچھ تدبیریں بھی بتائیں تو اللہ کے احکام کے خلاف ان پر ہرگز عمل نہ کرو اسی کو فرمایا بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ کفار اور منافقین کا کہنا ماننے کی بجائے اپنے مولیٰ کی مدد کے طلب گار بنو اور ظاہر ہے کہ جسے خدا کی مدد حاصل ہو تو اسے دشمنان خدا کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔

کافروں کے دلوں میں رعب

آگے تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے مولیٰ اور ناصر ہونے کے ثبوت میں ارشاد فرماتے ہیں۔ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ ''ہم ابھی ڈالے دیتے ہیں رعب و ہیبت کافروں کے دلوں میں''۔

یہاں کفار پر رعب و ہیبت طاری کرنے کا جو وعدہ ہے اس کا ظہور اس طرح ہوا کہ قریش جب جنگ احد سے ناکام واپس ہوئے تو مدینہ سے چل کر مقام روحاء میں ٹھہرے تو یہ خیال آیا کہ کام ناتمام رہا جب ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے اصحاب کو قتل کر چکے اور بہت سوں کو زخمی تو بہتر یہ ہے کہ پلٹ کر مدینہ پر دفعتہً حملہ کر دینا چاہیے۔ مسلمان اس وقت بالکل خستہ اور زخمی ہیں اور دم توڑ چکے ہیں اب مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کر دیں اور کسی راہ چلتے گاؤں والے سے کہہ دیا کہ ہم تجھے اتنا اتنا مال دیں گے تم مدینہ جا کر مسلمانوں کو ڈرا دو کہ قریش پھر لوٹ کر آ رہے ہیں۔ یہاں یہ سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ مجاہدین خروج کے لئے تیار ہو جائیں اور فقط وہی لوگ ہمراہ چلیں کہ جو معرکہ احد میں شریک تھے۔ اور اس خروج سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ مسلمان کمزور ہو چکے ہیں۔ تو باجودیکہ صحابہ خستہ اور نیم جان ہو چکے تھے اور ایک شب بھی آرام نہ کیا تھا کہ آپ کی ایک آواز پر پھر نکل کھڑے ہوئے۔ مدینہ سے چل کر آپ نے صحابہ کے ساتھ مقام حمراء الاسد پر قیام فرمایا جو مدینہ سے تقریباً آٹھ دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ مگر مشرکین ہیبت حق اور رعب اسلام کے اثر سے بھاگ چکے تھے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر ایسا رعب ڈالا کہ مدینہ کی طرف بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن وہاں قیام فرما کر مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ آیت اسی واقعہ کے متعلق نازل ہوئی۔

کافروں کی مرعوبیت کا سبب

آگے مشرکوں کے دلوں میں ہیبت اور رعب پڑنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا بسبب اس کے کہ انہوں نے یعنی مشرکین نے اللہ کا شریک ایک ایسی چیز کو ٹھہرایا جس کے قابل شرکت ہونے پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی یعنی یوں تو ہر جاہل اپنی کوئی دلیل پیش کیا ہی کرتا ہے مگر کوئی قابل اعتبار سند و دلیل مشرکین کے پاس شرک کی نہیں مطلب یہ ہے کہ مشرکین خواہ کتنا ہی زور لگالیں ان کا دل کمزور ہوتا ہے کیوں کہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتے ہیں اور ویسے بھی اصلی زور اور قوت توفی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تائید اور امداد سے ہے جس سے کفار و مشرکین یقیناً محروم ہیں۔ اسی لئے مسلمان جب تک صحیح مسلمان رہے۔ کفار اُن سے ہمیشہ خائف اور مرعوب رہے۔

الغرض یہ تو مشرکین کی دنیا کا حال بیان فرمایا کہ وہ شرک کے باعث چور ہیں اللہ کے اور چور کے دل میں ہمیشہ ڈر رہتا ہے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ آیت کے اخیر میں فرمایا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى اور ان کافروں کا آخرت میں ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت ہی برا ہے جو اللہ کا حق الوہیت دوسروں کے لئے سمجھیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ آپ نے شرک و کفر سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی دولت سے نوازا یا اللہ ہمیں اسلام سے سچی محبت اور تعلق نصیب فرما اور ہمیں ایمانی قوت عطا فرما یا اللہ آپ ہمارے حامی والی اور ناصر ہو جائیں اور آپ کی نصرت و امداد ہمارے شامل حال ہو جائے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے تو تم سے اپنے وعدہ کو سچا کر دکھلایا تھا جس وقت کہ تم اُن کفار کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ

وَ	لَقَدْ صَدَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَعْدَهٗٓ	اِذْ	تَحُسُّوْنَهُمْ	بِاِذْنِهٖ	حَتّٰٓى	اِذَا
اور	البتہ سچا کر دیا تم سے	اللہ	اپنا وعدہ	جب	تم قتل کرنے لگے انہیں	اس کے حکم سے	یہاں تک کہ	جب

فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا

جب تم خود ہی کمزور ہو گئے اور باہم حکم میں اختلاف کرنے لگے اور تم کہنے پر نہ چلے بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دل خواہ بات دکھلا دی تھی

فَشِلْتُمْ	وَتَنَازَعْتُمْ	فِى الْاَمْرِ	وَعَصَيْتُمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	مَآ اَرٰىكُمْ	مَّا
تم نے بزدلی کی	اور جھگڑا کیا	کام میں	اور تم نے نافرمانی کی	اس کے بعد	جب تمہیں دکھایا	جو

تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ

تم میں سے بعضے تو وہ تھے جو دُنیا چاہتے تھے اور بعضے تم میں وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے پھر تم کو ان کفار سے ہٹا دیا

تُحِبُّوْنَ	مِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الدُّنْيَا	وَمِنْكُمْ	مَّنْ يُّرِيْدُ	الْاٰخِرَةَ	ثُمَّ	صَرَفَكُمْ
تم چاہتے تھے	تم سے	جو چاہتا تھا	دنیا	اور تم سے	جو چاہتا تھا	آخرت	پھر	تمہیں پھیر دیا

عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری آزمائش فرماوے اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں مسلمانوں پر

عَنْهُمْ	لِيَبْتَلِيَكُمْ	وَلَقَدْ	عَفَا	عَنْكُمْ	وَاللّٰهُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَلَي	الْمُؤْمِنِيْنَ
ان سے	تاکہ تمہیں آزمائے	اور تحقیق	معاف کیا	تم سے (تمہیں)	اور اللہ	فضل کرنے والا	پر	مومن (جمع)

غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب

غزوہ احد میں ابتدا میں مسلمانوں کو غلبہ ہوا تھا اور اس کے باوجود بعد میں مغلوبیت ہوئی اور سخت نقصان اٹھایا۔ اس آیت میں غلبہ کے بعد مغلوب ہو جانے کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے اور فتح کے بعد ہزیمت پیش آ جانے کی حکمت ظاہر فرمائی جاتی ہے۔ مقصود جس سے یہی ہے کہ آئندہ کے لئے ساری امت اسلامیہ اس سے سبق اور نصیحت حاصل کرے۔

چنانچہ یہاں اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ حسب وعدہ خداوندی ابتداء جنگ میں مسلمان کافروں پر غالب رہے۔ کفار بدحواس ہو کر بھاگنے لگے اور اہل اسلام فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے۔ اور اموال غنیمت ان کے سامنے پھیلے پڑے تھے کہ تیراندازوں کی غلطی سے کفار نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل گیا کہ لشکر کفار جو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو رہا تھا اب وہ اہل اسلام کے قتل میں مشغول ہو گیا۔ تو اس غزوہ احد میں اہل اسلام کے غلبہ کے بعد مغلوب ہونے کے تین اسباب بیان فرمائے گئے۔

(۱) پہلا سبب فرمایا اِذَا فَشِلْتُمْ یعنی جب تم کمزور ہو گئے۔ مفسرین نے یہاں رائے کی کمزوری مراد لی ہے وہ اس طرح کہ جو تجویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ پہاڑی درہ کے

مورچہ پر پچاس تیر انداز اور ان کے ایک امیر وہیں جمے رہیں اور وہاں سے نہ ہٹیں جب کفار ابتدائے جنگ میں بھاگنے لگے تو بعض مجاہدین تیر اندازوں نے اس کے خلاف رائے دی کہ اب ہم کو بھی کفار کا تعاقب کرنا چاہیے۔

(۲) دوسرا سبب وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا یعنی تم باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف کرنے لگے۔ جب تیر اندازوں نے دیکھا کہ کفار بھاگنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اب یہاں ٹھہرنا بیکار اور غیر ضروری ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا منشاء پورا کر چکے ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے نہ چھوڑنے کی تاکید فرمائی ہے اس لئے یہیں جمع رہنا چاہیے۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے صرف ۱۰ یا ۱۱ ساتھی وہیں رہے۔ باقی پہاڑ سے اتر آئے اور مال غنیمت جمع کرنے لگے تو اس طرح باہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں اختلاف ہوا اور اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ جس کے نتیجہ میں مشرکین نے پلٹ کر اسی راستہ سے دفعتہً حملہ کر دیا۔ ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو دس گیارہ تیر انداز کہاں روک سکتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے رفقاء نے پورا مقابلہ کیا اور سب شہید ہو گئے۔ اور مشرکین کا رسالہ ناگہاں مسلمانوں کے سروں پر عقب سے جا پہنچا۔

(۳) تیسرا سبب وَعَصَيْتُمْ فرمایا یعنی تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر نہ چلے اور آپ کے حکم کی نافرمانی ہوئی تو نتیجہ ان اسباب کا یہ ہوا کہ غلبہ پا کر مسلمان مغلوب ہو گئے اور فتح شکست سے تبدیل ہو گئی بارگاہ خداوندی میں محبین مخلصین اور عاشقین صادقین کی ادنیٰ ادنیٰ بات پر گرفت ہوتی ہے۔ حق جل شانہ کو یہ ناپسند ہوا کہ اس کے محبین و مخلصین یعنی صحابہ کرام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ذرہ برابر عدول کریں اگرچہ وہ عدول کسی غلط فہمی اور بھول چوک ہی سے کیوں نہ ہو۔

صحابہ کرام کے لئے معافی کا اعلان

ایک مرتبہ عفو کا اعلان اس آیت میں فرمایا وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور پھر اسی رکوع کے آخر میں صحابہ کرام کی مزید تسلی کے لئے دوبارہ عفو کا اعلان فرمایا اور ارشاد ہوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان کی لغزش کو بالکل معاف فرما دیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے حلم والے ہیں۔ اس طرح حق تعالیٰ نے صحابہ کرام کی اس لغزش کو معاف کر دیا اور معافی کی اطلاع بھی دیدی تاکہ ملول اور رنجیدہ خاطر اور مایوس ہو کر نہ بیٹھ جائیں اور پھر یہ معافی کا اعلان ساری دنیا کو سنا دیا کہ دنیا کو یہ معلوم ہو جائے کہ حق جل شانہ کی عنایات بے غایات کس طرح اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبذول ہیں اور کس کس طرح ان کو چند در چند تسلیاں دی گئیں تاکہ قیامت تک کسی کو یہ مجال نہ ہو کہ صحابہ رسول اللہ کی شان میں لب کشائی کر سکے۔ جب حق تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے راضی ہو گیا تو پھر اب کون ہے کہ جو خداوند قدوس کے عفو و رضا کے بعد ان پر گرفت کرے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے ان محبین و مخلصین صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہم پر بھی اپنا فضل و کرم فرمائیں۔ اور ان کی مقبولیت و مغفرت کے طفیل میں ہمارے گناہوں سے بھی درگزر فرمائیں اور آپس کے اختلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی جیسے مہلک اسباب سے ہماری حفاظت فرمائیں اور تمام امت مسلمہ کو اس سے بچائیں۔ اور کفار و مشرکین اور اعدائے دین سے اہل اسلام کو جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرمائیں۔ آمین وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

إِذۡ تُصۡعِدُوۡنَ وَلَا تَلۡوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوۡلُ يَدۡعُوۡكُمۡ فِىۡٓ اُخۡرٰىكُمۡ

وہ وقت یاد کرو کہ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور کسی کو مڑ کر بھی تو نہ دیکھتے تھے اور رسول تمہارے پیچھے کی جانب سے تم کو پکار رہے تھے

إِذۡ	تُصۡعِدُوۡنَ	وَلَا تَلۡوٗنَ	عَلٰٓى اَحَدٍ	وَّ الرَّسُوۡلُ	يَدۡعُوۡكُمۡ	فِىۡٓ اُخۡرٰىكُمۡ
جب	تم چڑھتے تھے	اور مڑ کر نہ دیکھتے تھے	کسی کو	اور رسول	تمہیں پکارتے تھے	تمہارے پیچھے سے

فَاَثَابَكُمۡ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيۡلَا تَحۡزَنُوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا مَآ اَصَابَكُمۡ ؕ

سو خدا تعالیٰ نے تم کو پاداش میں غم دیا بسبب غم دینے کے تاکہ تم مغموم نہ ہوا کرو نہ اُس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اور نہ اُس پر جو تم پر مصیبت پڑے،

فَاَثَابَكُمۡ	غَمًّاۢ بِغَمٍّ	لِّكَيۡلَا	تَحۡزَنُوۡا	عَلٰى	مَا فَاتَكُمۡ	وَلَا	مَآ	اَصَابَكُمۡ
پھر تمہیں پہنچایا	غم کے عوض غم	تاکہ نہ	تم غم کرو	پر	جو تم سے نکل گیا	اور نہ	جو	تمہیں پیش آئے

وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ۱۵۳ ثُمَّ اَنۡزَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ الۡغَمِّ اَمَنَةً

اور اللہ تعالیٰ سب خبر رکھتے ہیں تمہارے سب کاموں کی پھر اللہ تعالیٰ نے اس غم کے بعد تم پر چین بھیجی یعنی اُونگھ کہ تم میں سے

وَ اللّٰهُ	خَبِيۡرٌۢ	بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ	ثُمَّ	اَنۡزَلَ	عَلَيۡكُمۡ	مِّنۡۢ بَعۡدِ	الۡغَمِّ	اَمَنَةً
اور اللہ	باخبر	اس سے جو تم کرتے ہو	پھر	اس نے اتارا	تم پر	بعد	غم	امن

نُّعَاسًا يَّغۡشٰى طَآئِفَةً مِّنۡكُمۡ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ يَظُنُّوۡنَ

ایک جماعت پر تو اُس کا غلبہ ہو رہا تھا اور ایک جماعت وہ تھی کہ اُن کو اپنی جان ہی کی فکر پڑ رہی تھی وہ لوگ

نُّعَاسًا	يَّغۡشٰى	طَآئِفَةً	مِّنۡكُمۡ	وَطَآئِفَةٌ	قَدۡ اَهَمَّتۡهُمۡ	اَنۡفُسُهُمۡ	يَظُنُّوۡنَ
اُونگھ	ڈھانک لیا	ایک جماعت	تم میں سے	اور ایک جماعت	اُنہیں فکر پڑی تھی	اپنی جانیں	وہ گمان کرتے تھے

بِاللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ ظَنَّ الۡجَـاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ لَّنَا مِنَ الۡاَمۡرِ مِنۡ شَىۡءٍ ؕ

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلاف واقع خیالات کر رہے تھے جو کہ محض حماقت کا خیال تھا وہ یوں کہہ رہے تھے کیا ہمارا کچھ اختیار چلتا ہے۔

بِاللّٰهِ	غَيۡرَ الۡحَـقِّ	ظَنَّ	الۡجَـاهِلِيَّةِ	يَقُوۡلُوۡنَ	هَلۡ	لَّنَا	مِنَ	الۡاَمۡرِ	مِنۡ شَىۡءٍ
اللہ کے بارے میں	بے حقیقت	گمان	جاہلیت	وہ کہتے تھے	کیا	ہمارے لئے	سے	کام	کچھ

قُلۡ اِنَّ الۡاَمۡرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخۡفُوۡنَ فِىۡٓ اَنۡفُسِهِمۡ مَّا لَا يُبۡدُوۡنَ لَكَ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اختیار تو سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات پوشیدہ رکھتے ہیں جس کو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے

قُلۡ	اِنَّ	الۡاَمۡرَ	كُلَّهٗ لِلّٰهِ	يُخۡفُوۡنَ	فِىۡٓ	اَنۡفُسِهِمۡ	مَّا لَا	يُبۡدُوۡنَ	لَكَ
آپ کہہ دیں	کہ	کام	تمام۔ اللہ کے لئے	وہ چھپاتے ہیں	میں	اپنے دل	جو	وہ ظاہر نہیں کرتے	آپ کے لئے (پر)

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

کہتے ہیں کہ اگر ہمارا کچھ اختیار چلتا تو ہم یہاں مقتول نہ ہوتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ اپنے گھروں میں بھی رہتے

يَقُوْلُوْنَ	لَوْ كَانَ	لَنَا	مِنَ الْاَمْرِ	شَيْءٌ	مَّا قُتِلْنَا	هٰهُنَا	قُلْ	لَّوْ كُنْتُمْ	فِيْ	بُيُوْتِكُمْ
وہ کہتے ہیں	اگر ہوتا	ہمارے لئے	سے۔کام	کچھ	ہم نہ مارے جاتے	یہاں	آپ کہہ دیں	اگر تم ہوتے	میں	اپنے گھر (جمع)

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ

تب بھی جن لوگوں کے لئے قتل مقدر ہو چکا تھا وہ لوگ اُن مقامات کی طرف نکل پڑتے جہاں وہ گرے ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہوا اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے

لَبَرَزَ	الَّذِيْنَ	كُتِبَ	عَلَيْهِمُ	الْقَتْلُ	اِلٰى	مَضَاجِعِهِمْ	وَلِيَبْتَلِيَ	اللّٰهُ	مَا	فِيْ
ضرور نکل کھڑے ہوتے	وہ لوگ	لکھا تھا	ان پر	مارا جانا	طرف	اپنی قتل گاہ (جمع)	اور تا کہ آزمائے	اللہ	جو	تمہارے

صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۵۴

باطن کی بات کی آمائش کریا اور تا کہ تمہارے دلوں کی بات کو صاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سب باطن کی باتوں کو خوب جانتے ہیں۔

صُدُوْرِكُمْ	وَلِيُمَحِّصَ	مَا	فِيْ قُلُوْبِكُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
سینوں میں	اور تا کہ صاف کر دے	جو	میں تمہارے دل	اور اللہ	جاننے والا	سینوں والے (دلوں کے بھید)

صحابہ کرامؓ کی آزمائش

جنگ احد میں تیر اندازوں کی غلطی سے مشرکین نے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں پر نئے سرے سے حملہ کر دیا جس سے لڑائی کی صورت بدل گئی۔ بہت سے صحابہ شہید ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زخمی ہوا۔ اور ایک دندان مبارک شہید ہوا۔ اور پھر مشرکین نے یہ خبر اڑا دی کہ آپ ﷺ شہید ہو گئے جس سے کہ مسلمانوں کے ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے تھے۔ غرض کہ اس افراتفری اور گھبراہٹ کے عالم میں کچھ ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کچھ پہاڑ پر چڑھے چلے جا رہے تھے اسی موقع کی طرف یہاں پہلی آیت میں اشارہ ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ چونکہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ کیا اور آپ کو غم دیا اس کے بدلہ میں تم پر تنگی آئی اور غم پر غم پڑا۔ یعنی کئی طرح کے غموں میں تم مبتلا ہوئے۔ چنانچہ ایک غم تو ابتدائی فتح اور کامیابی کے فوت ہونے کا تھا۔ دوسرے اپنے ساتھیوں کے شہید اور زخمی ہونے کا۔ تیسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک زخمی ہو جانے اور دندان مبارک شہید ہونے کا تھا۔ چوتھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی جھوٹی خبر کے مشہور ہونے کا تھا۔ ان غموں کی شدت میں آگے پیچھے کا ہوش نہ رہا۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی نہ سنی۔ جیسا کہ ایک طرف ہمہ تن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے غفلت پیش آ جاتی ہے اب یہ غم پر غم صحابہ کو کیوں دیئے گئے۔ اس میں کیا مصلحت تھی یہ بھی ظاہر فرما دیا تا کہ اس مصیبت اور غم سے تم میں آئندہ کے لئے پختگی پیدا ہو جائے اور یہ بات دلوں میں بیٹھ جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے کسی حال میں عدول حکمی نہ ہونا چاہیے اور اس لئے کہ صبر و برداشت کے اس درجہ عادی ہو جاؤ کہ پھر نہ کسی فوت شدہ منفعت پر غم کرو اور نہ کسی آنے والی مصیبت پر غم ہو۔ ہر حال میں مشیت الٰہی پر راضی رہا کرو۔

یہاں سے بھی حضرات صحابہؓ کے حال پر حق تعالیٰ کی عنایت ہونا ظاہر ہوتی ہے کہ ان غموں کے دینے سے مقصود تربیت تھی اخلاق کی تا کہ ایسے مصائب کے عادی ہو کر استقلال و ثبات پیدا ہو اور خاص بندوں پر جو مصائب آتے ہیں ان میں بھی یہی حکمتیں ہوتی ہیں۔

سکون کا نزول اور فتح کے آثار

آگے دوسری آیت میں ایک دوسرے واقعہ اور حال کی طرف اشارہ ہے کہ جو اس رنج و غم کے وقت اور عین پریشانی کی حالت میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا۔ اس غزوہ احد میں جن کو شہید ہونا تھا وہ تو شہید ہو چکے تھے اور جن کو چلا جانا تھا وہ ادھر ادھر چلے گئے تھے۔ اب جو میدان قتال میں مخلص مومنین اور اہل یقین و توکل باقی رہ گئے تھے ان پر حق تعالیٰ نے یکدم غنودگی کی کیفیت طاری کر دی۔ ان حضرات کو کھڑے کھڑے نیند آنے لگی اور اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کئی مرتبہ تلوار میرے ہاتھ سے نیند میں چھوٹ کر زمین پر گری اور میں اس کو پھر اٹھا لیتا تھا۔ یہ اس باطنی سکون اور اطمینان قلبی کا ظاہری اثر تھا جو ایسے ہنگامہ خیز وقت میں بھی مخلصین مومنین صحابہ کے دلوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے وارد ہوا اس غنودگی کی کیفیت کے بعد ان کے دل سے دشمنوں کا خوف و ہراس یک لخت بالکل دور ہو گیا اور یہ کیفیت عین اس وقت پیش آئی جب کہ لشکر مجاہدین میں نظم و ضبط قائم نہ رہا تھا۔ بیسیوں لاشیں خاک اور خون میں تڑپ رہی تھیں۔ مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ نے رہے سہے ہوش و حواس بھی کھو دیئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مخلصین پر غنودگی کی کیفیت طاری کر کے ان کی ساری تکان اور تھکاوٹ دور کر دی گویا متنبہ فرما دیا کہ خوف و ہراس اور پریشانی کا وقت ختم ہوا اب پورے اطمینان و سکون سے اپنا فرض انجام دو چنانچہ مخلصین صحابہ کرام فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور لڑائی کے لئے محاذ قائم کر لیا اور تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن پھر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔

منافقوں کے طعنوں کا جواب

جب حضرت ﷺ نے غشی سی ہوشیار ہو کر سب کو جمع کر کے پھر لڑائی قائم کی تو منافق کہنے لگے کہ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ یعنی ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہے۔ بظاہر الفاظ یا تو یہ مطلب ہے کہ اس شکست کے بعد ہماری بات بنی رہے گی یا بالکل ہی الٹی ہو گئی؟ یا یہ معنی ہیں کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا ہمارے بس کی کیا بات ہے اور نیت میں یہ معنی تھے کہ اگر ہمارے کہنے کے مطابق لڑتے تو اتنے نہ مرتے اور یہ شکست اٹھانی نہ پڑتی۔

اس آیت میں منافقین کے طعن تشنیع اور حسرت اور افسوس کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو اجل موت کی جگہ سبب اور وقت لکھ دیا ہے وہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جن کی قسمت میں احد کے قریب مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور ادھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے۔ یہ تو خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع۔ اور اللہ تعالیٰ تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے اس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں تو مقصود اس جنگ سے یہی تھا کہ تم سب کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے تا کہ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے اور امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہو جائے تا کہ مخلصین اپنے اخلاص کا صلہ پائیں اور منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور لوگ صاف طور پر ان کے خبث باطن کو سمجھنے لگیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو دین سے سچا تعلق نصیب فرما دے تا کہ دین و دنیا دونوں جہان کی کامیابی و کامرانی نصیب ہو۔
اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص صحابہ کرام کے طفیل میں ہمیں بھی ایمان صادق اور اسلام کامل نصیب فرما دے اور نفاق اور شکوک کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو یکسر پاک فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ

یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ اُن کو شیطان نے لغزش دیدی

إِنَّ	الَّذِيْنَ	تَوَلَّوْا	مِنْكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى	الْجَمْعٰنِ	إِنَّمَا	اسْتَزَلَّهُمُ	الشَّيْطٰنُ
بیشک	جو لوگ	پیٹھ پھیریں گے	تم میں سے	دن	آمنے سامنے ہوئیں دو جماعتیں		در حقیقت	ان کو پھسلا دیا	شیطان

بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾

اُن کے بعض اعمال کے سبب سے، اور یقین سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔

بِبَعْضِ	مَا كَسَبُوْا	وَلَقَدْ عَفَا	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	إِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ
بعض کی وجہ سے	جو انہوں نے کمایا (اعمال)	اور البتہ معاف کر دیا	اللہ	اُن سے	بیشک	اللہ	بخشنے والا	علم والا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ

اے ایمان والو تم اُن لوگوں کی طرح مت ہوجانا جو کہ کافر ہیں اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کی نسبت

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَقَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ
اے	ایمان والو	نہ ہو جاؤ	طرح جو کافر ہوئے	وہ کہتے ہیں	اپنے بھائیوں سے

اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا

جبکہ وہ لوگ کسی سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا وہ لوگ کہیں غازی بنتے ہیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے

اِذَا	ضَرَبُوْا	فِي الْاَرْضِ	اَوْ	كَانُوْا غُزًّى	لَوْ كَانُوْا	عِنْدَنَا	مَا	مَاتُوْا
جب	وہ سفر کریں	زمین (راہ) میں	یا	جہاد میں ہوں	اگر وہ ہوتے	ہمارے پاس	نہ	وہ مرتے

وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ

اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو اُن کے قلوب میں موجب حسرت کر دیں اور مارتا جلاتا تو اللہ ہی ہے

وَمَا قُتِلُوْا	لِيَجْعَلَ	اللّٰهُ	ذٰلِكَ	حَسْرَةً	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ
اور نہ مارے جاتے	تاکہ بنا دے	اللہ	یہ اس	حسرت	میں ان کے دل	اور اللہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

وَاللّٰهُ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	بَصِيْرٌ
اور اللہ	جو کچھ	تم کرتے ہو	دیکھنے والا

لغزش کے اسباب ونتائج

اسی غزوہ احد کے سلسلہ میں ان آیات میں پہلے مسلمانوں کی لغزش کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ مخلصین سے بھی بعض

اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور جس طرح ایک نیکی سے دوسری نیکی اور ایک اطاعت سے دوسری اطاعت کی توفیق بڑھتی ہے اسی طرح ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے۔

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا۔ ان کو شیطان نے بہکا دیا یا لغزش دیدی ان کے بعض اعمال گذشتہ کے سبب سے تو اس پر علماء نے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے جیسے ایک نیکی دوسری نیکی کو کھینچتی ہے یعنی اعمال حسنہ اور سیۂ دونوں میں ایک قسم کی طاقت جذب ہے۔ جب انسان کوئی ایک نیک کام کرتا ہے تو تجربہ ہے کہ اس کے لئے دوسری کوئی نیکی آسان ہو جاتی ہے اور اس کی توفیق ہو جاتی ہے اس طرح اس کے دل میں نیک اعمال کی رغبت بڑھتی جاتی ہے اسی طرح انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ ایک گناہ دوسرے گناہوں کا راستہ ہموار کر دیتا ہے اور دل میں گناہ کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔

صحابہ کرامؓ کے لئے بخشش کا اعلان

دوسری بات جو وضاحت سے یہاں آیت میں فرمائی گئی وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف فرما دیا واقعی اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے حلم والے ہیں اس وضاحت سے یہ بات سامنے آ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہے کہ اتنی بڑی خطاؤں اور لغزشوں کے باوجود بھی ان حضرات کے ساتھ معاملہ صرف عفو و درگزر ہی کا نہیں بلکہ لطف و کرم کا معاملہ فرمایا گیا۔ اول ظاہری احسان و انعام اونگھ اور نیند کا بھیج کر ان کی تکان و پریشانی اور تکلیف کو رفع کیا گیا۔ پھر یہ بتلایا گیا کہ جو مصائب اور غم مسلمانوں کو اس وقت پہنچا ہے وہ نری سزا اور عقوبت نہیں بلکہ اس میں بھی کچھ تربیت اور اصلاح کی حکمتیں پنہاں تھیں۔ پھر صاف لفظوں میں اس سے پہلے بھی معافی کا اعلان وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ میں فرمایا اور پھر اس جگہ ان حضرات کی تسلی کے لئے اس معافی کے اعلان کا اعادہ فرمایا۔ یہ معاملہ تو حق تعالیٰ کے لطف و کرم کا صحابہ کے ساتھ نصوص قرآنی سے ظاہر ہے۔

کفار و منافقین کی مشابہت سے پرہیز کا حکم

دوسری آیت میں اہل ایمان کو نصیحت اور تلقین فرمائی جاتی ہے کہ وہ اقوال و احوال میں کفار و منافقین کی مشابہت اور موافقت سے بچیں۔

اور سمجھایا گیا کہ زندگی اور موت تو خدا ہی دیتا ہے یعنی مارنا اور جلانا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں لیکن آخر میں کوئی سبب ہو جاتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں تو بندے کی روک تھام سے یہ چیز بدلنے والی یا ٹلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن ولید جو اس غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے مسلمانوں سے لڑ رہے تھے لیکن جب بعد میں اسلام لے آئے تو پھر نہ معلوم کتنی جنگیں مسلمانوں کی طرف سے لڑیں۔ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم کے نشان سے خالی نہیں مگر میں آج ایک اونٹ کی طرح گھر میں مر رہا ہوں۔ خدا کرے کہ یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں۔

الغرض مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ وہ منافقوں کے اس قول میں مشابہت اختیار نہ کریں کہ اگر لوگ ہمارے پاس رہتے اور سفر یا جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ غزوہ احد کے ان واقعات و حالات کو کتنی تفصیل سے مسلسل بیان کیا جا رہا ہے وجہ اس کی یہی ہے کہ ان واقعات و احوال سے بہت کچھ سبق و نصیحت حاصل کیا جا سکتا ہے ہر زمانہ اور ہر دور میں اس لئے کہ حق و باطل اور ایمان و کفر کا معرکہ و مقابلہ تو ہمیشہ موجود رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام اور ایمان کی ہم کو سچی محبت عطا فرما۔ اور کفر و شرک کی باتوں سے بیزاری اور نفرت عطا فرما۔
یا اللہ! ہم کو دین کا سچا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما اور کفار و مشرکین کے تشبہ سے کامل طور پر بچنے کا عزم و ہمت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ

اور اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا کہ مرجاؤ تو بالضرور اللہ تعالیٰ کے پاس کی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے بہتر ہے

وَلَئِنْ	قُتِلْتُمْ	فِیْ	سَبِیْلِ اللّٰہِ	اَوْ مُتُّمْ	لَمَغْفِرَۃٌ	مِّنَ	اللّٰہِ	وَرَحْمَۃٌ	خَیْرٌ
اور البتہ اگر	تم مارے جاؤ	میں	اللہ کی راہ	یا تم مرجاؤ	یقیناً بخشش	سے	اللہ	اور رحمت	بہتر

مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا

جن کو یہ لوگ جمع کررہے ہیں۔ اور اگر تم مرگئے یا مارے گئے بالضرور اللہ ہی کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ بعد اس کے

مِّمَّا	یَجْمَعُوْنَ	وَلَئِنْ	مُّتُّمْ	اَوْ قُتِلْتُمْ	لَاِ۟لَی اللّٰہِ	تُحْشَرُوْنَ	فَبِمَا
اس سے جو	وہ جمع کرتے ہیں	اور اگر	تم مرگئے	یا تم ماردیئے گئے	یقیناً اللہ کی طرف	تم اکٹھے کئے جاؤ گے	پس۔ سے

رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَہُمْ ۚ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا

خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے اور اگر آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے

رَحْمَۃٍ	مِّنَ	اللّٰہِ	لِنْتَ	لَہُمْ	وَلَوْ کُنْتَ	فَظًّا	غَلِیْظَ الْقَلْبِ	لَانْفَضُّوْا
رحمت	سے	اللہ	نرم دل	ان کے لئے	اور اگر آپ ہوتے	تند خو	سخت دل	تو وہ منتشر ہوجاتے

مِنْ حَوْلِکَ ۠ فَاعْفُ عَنْہُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَہُمْ وَشَاوِرْہُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا

سب منتشر ہوجاتے سو آپ اُن کو معاف کردیجئے اور آپ اُن کے لئے استغفار کردیجئے اور اُن سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجئے

مِنْ	حَوْلِکَ	فَاعْفُ	عَنْہُمْ	وَاسْتَغْفِرْ	لَہُمْ	وَشَاوِرْہُمْ	فِی	الْاَمْرِ	فَاِذَا
سے	آپ کے پاس	پس آپ معاف کردیں	اُن سے (انہیں)	اور بخشش مانگیں	ان کیلئے	اور مشورہ کریں اُن سے	میں	کام	پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾

پھر جب آپ رائے پختہ کرلیں سو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ ایسے اعتماد کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔

عَزَمْتَ	فَتَوَکَّلْ	عَلَی اللّٰہِ	اِنَّ اللّٰہَ	یُحِبُّ	الْمُتَوَکِّلِیْنَ
آپ ارادہ کرلیں	تو بھروسہ کریں	اللہ پر	بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	بھروسہ کرنیوالے

جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب

گذشتہ آیات میں منافقین کا یہ قول نقل فرمایا گیا تھا کہ اگر مسلمان ہمارے پاس ٹھہرے رہتے اور سفر وجہاد میں نہ جاتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے۔

یہاں ان آیات میں مقصود مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب دینا ہے اور یہ سمجھایا گیا کہ جہاد میں مارا جانا دنیا کی زندگی سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ زندگی کا فائدہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ انسان زندہ رہ کر اپنی محنت ومشقت سے کچھ مال ومتاع جمع کرے اور چند روزہ زندگی میں اس سے فائدہ اٹھائے بخلاف راہ خدا میں مارے جانے یا مرجانے کے کہ خدا تعالیٰ کی مغفرت ورحمت کا صلہ ملتا ہے اور وہ تمام دنیا کے مال ومتاع سے کہیں بہتر ہے اس لئے کہ دنیا

3 کی تمام لذتوں اور منفعتوں میں مضرتوں کی آمیزش ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس میں خالص نفع ہی ہو اور نقصان نہ ہو پھر یہ کہ فانی اور چند روزہ ہیں اور اگر کچھ دیر پا بھی ہوں تو ان کا جمع کرنے والا دنیا میں مہمان ہے ممکن ہے کہ جن چیزوں کو کمال محنت و جانفشانی سے جمع کیا ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے اور کل سے پہلے ہی مر جائے یا وہ مال و منال اس کے پاس سے جاتا رہے۔ پھر موت خواہ کبھی بھی آئے جانا خدا ہی کے پاس ہے تو پھر خدا کی راہ میں کیوں نہ مرو کہ وہ تمہیں اس کا ثواب دے اور تمہاری جان رائیگاں نہ جائے تو خلاصہ یہ کہ راہ خدا میں قتل ہو جانا یا مر جانا اللہ کی مغفرت و رحمت کا ذریعہ ہے اور یہ یقیناً دنیا و مافیہا سے بہتر ہے کیونکہ یہ فانی ہے وہ باقی ہے۔

حضور علیہ ﷺ کے لئے صحابہ کرام سے نرمی اور مشورہ کرنے کی ہدایات

غزوہ احد میں بعض اہل ایمان سے لغزشیں ہوئیں جس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہوا تو اندیشہ تھا کہ آپ ان پر ملامت فرمائیں اور آئندہ سے ان سے مشورہ نہ لیا کریں تو حق تعالیٰ نے صحابہ کی سفارش فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں خطاب فرما کر ہدایت فرمائی کہ آپ ان کا قصور معاف فرما دیں اور ان کے ساتھ لطف و نرمی کا معاملہ فرمائیں اور حسب دستور ان سے معاملات میں مشورہ فرما لیا کریں چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد سے واپسی کے بعد صحابہ کے ساتھ نہایت نرمی کا معاملہ فرمایا اور ان کی لغزشوں پر کوئی ملامت نہیں کی۔ اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مقبولیت و محبوبیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کس عجیب و غریب پیرایہ سے حضرات صحابہ کی سفارش فرمائی جاتی ہے کہ جہاں تک ان کی کوتاہی کا تعلق آپ کے حقوق سے ہے ان کو معاف کر دیجئے اور گو اللہ تعالیٰ اپنا حق معاف کر چکے ہیں تاہم ان کی مزید دلجوئی کے لئے آپ بھی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے معافی طلب فرمائیں تا کہ یہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن اور منشرح ہو جائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مشاورت کی حکمت

اب یہاں آیت میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ صحابہ سے مشورہ لیں۔ تو علماء نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ عقل، فراست اور دانائی عطا کی تھی کہ جو تمام عالم کی عقل سے بالا اور اعلیٰ تھی اور آپ کو کسی کے مشورہ کی حاجت نہ تھی اور پھر نزول وحی کے وجہ سے آپ بالکلیہ مشورے سے مستغنی تھے۔ پس یہاں جو حکم وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فرمایا یعنی آپ صحابہ سے مشورہ لیتے رہا کریں تو اس سے مقصود امت کی تعلیم ہے کہ امت میں مشورہ کا طریقہ جاری ہو کہ جو دینی یا دنیوی امر ایسا پیش آئے کہ جس کے بارہ میں کوئی حکم خداوندی منصوص نہ ہو تو اس کے بارہ میں ایسے لوگوں سے مشورہ کیا جائے جو مشورہ کے اہل ہوں اور جن کی رائے اور عقل قابل وثوق اور اعتماد ہو۔ جو لوگ مشورہ کے اہل ہیں اور جن سے مشورہ لیا جائے ان میں پانچ خصلتیں اور اوصاف ہونا ضروری ہیں:۔

(۱) عقل کامل کے ساتھ تجربہ بھی رکھتا ہو۔ (۲) مشیر دین دار متقی و پرہیزگار ہو اس لئے کہ جو شخص دین دار نہ ہو اس کے مشورہ کا کیا اعتبار۔ (۳) مشورہ دینے والا خیر خواہ و ہمدرد ہو اس کا دل حسد کینہ بغض و عداوت سے پاک ہو محبت اور ہمدردی ہی صحیح مشورہ کا باعث بن سکتی ہے۔ (۴) مشورہ دینے والا کسی فکر و پریشانی میں مبتلا نہ ہو اس لئے کہ جو شخص ہم و غم کا شکار ہو اور پریشانیوں میں مبتلا ہو اس کا دل و دماغ صحیح نہ ہوگا اس لئے وہ صحیح مشورہ نہیں دے سکتا۔ (۵) جس امر میں مشورہ لیا جا رہا ہے اس سے مشیر کی کوئی نفسانی خواہش اور غرض متعلق نہ ہو۔ خود غرض کا کوئی مشورہ قابل اعتبار نہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں ماں باپ کی شہادت اولاد کے حق میں اور میاں بیوی کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں اور غلام کی شہادت آقا کے حق میں معتبر نہیں مانی کیونکہ جب اغراض اور منافع باہم مشترک ہوں تو شہادت خود غرضی کے شائبہ سے خالی نہیں اس لئے معتبر نہیں۔

یہاں آیت کے اخیر میں فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ یعنی اللہ پر بھروسہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے یہ تعلیم دینا مقصود ہے کہ اہم امور میں تدبیر اور مشورہ کے بعد بھی جب کام کرنے کا عزم کرو تو اپنی عقل و رائے اور تدبیروں پر بھروسہ نہ کرو۔ بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کرو یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ توکل ترک اسباب اور ترک تدبیر کا نام نہیں بلکہ اسباب قریبہ کو چھوڑ کر توکل کرنا سنت انبیاء اور تعلیم قرآن کے خلاف ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ ہمیں ایمان واسلام پر استقامت دین کی اشاعت وغلبہ کے لئے جدوجہد کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ

اگر حق تعالیٰ تمہارا ساتھ دیں تب تو تم سے کوئی نہیں جیت سکتا اور اگر تمہارا ساتھ نہ دیں تو اس کے بعد ایسا کون ہے

اِنْ	يَّنْصُرْكُمُ	اللّٰهُ	فَلَا غَالِبَ	لَكُمْ	وَاِنْ	يَّخْذُلْكُمْ	فَمَنْ	ذَا	الَّذِيْ
اگر	وہ مدد کرے تمہاری	اللہ	تو نہیں غالب آنے والا	تم پر	اور اگر	وہ تمہیں چھوڑ دے	تو کون؟	وہ	جو کہ

يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

جو تمہارا ساتھ دے اور صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

يَنْصُرُكُمْ	مِّنْۢ بَعْدِهٖ	وَعَلَى اللّٰهِ	فَلْيَتَوَكَّلِ	الْمُؤْمِنُوْنَ	
وہ تمہاری مدد کرے	اس کے بعد	اور اللہ پر	چاہیے کہ بھروسہ کریں	ایمان والے	

فتح کا دارومدار نصرت الٰہی پر ہے

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جنگ احد میں بعض مسلمانوں سے جو خطا اور قصور ہو گیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خود بھی معاف فرما دیا اور سفارش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مسلمانوں کو معافی دلوادی لیکن ان حضرات کو اس واقعہ مغلوبیت سے حسرت بہت تھی اس لئے ان کی حسرت مغلوبیت کو دل سے اتارنے کے لئے مسلمانوں کو ایک نہایت گراں قدر بیش بہا اور کارآمد بات بتلائی جاتی ہے جس کا تذکرہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ مقصود یہاں مسلمانوں کو نصیحت کرنا ہے کہ اے مسلمانو! تم کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤ۔ کفار و منافقین کے چکموں میں نہ پھنسو غلط اور گمراہ کن خیالات ذہن میں نہ لاؤ جنگ میں فتح اور غلبہ کا انحصار نہ سپاہیوں کی تعداد پر ہے نہ لشکر کی زیادتی پر نہ سامان حرب کی کثرت پر بلکہ فتح اور غلبہ کا دارومدار حق تعالیٰ کی مدد اور نصرت پر ہے۔ لہٰذا تم کو حق تعالیٰ کی اطاعت اختیار کر کے اس کی مدد اور نصرت کو شریک حال بنانا چاہیے اور اس کی مخالفت اور نافرمانی کر کے اس کی مدار نصرت کو اپنے سے منقطع نہ کرنا چاہیے اور مسلمانوں کو صرف خدا کی ذات عالی پر بھروسہ کرنا چاہیے یعنی اپنے ضعف اور دشمن کی قوت پر نظر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر اعتماد ہونا چاہیے۔

قرآن پاک کی اس ایک ہی مختصری آیت کا مضمون اگر مسلمانوں کو مستحضر ہو جائے اور ان کے دل و دماغ میں یہ بات رچ جائے کہ ہماری فتح مندی اور کامیابی خواہ وہ دین کی ہو یا دنیا کی محض حق تعالیٰ کی مدد و نصرت پر منحصر ہے اور حق تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل ہوتی ہے ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے سے اور وہ منقطع ہو جاتی ہے ان کی مخالفت اور نافرمانی سے تو مسلمانوں کی زندگی بنانے کے لئے یہی ایک آیت کافی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ اس وقت مسلمان کا مذاق ایسا الٹا ہو گیا ہے کہ اسے چیزوں ہی سے کامیابی نظر آتی ہے۔ مادی قوت اور طاقت ہی پر فتح مندی کا مدار نظر آتا ہے اور نہیں خیال آتا اور بھلا رکھا ہے۔ جس بات کو وہ بھی اعانت اور نصرت خداوندی کا حصول ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

خلاصہ یہ کہ اسلام اور قرآن کی تعلیم یہی ہے کہ اسباب کو ترک نہ کریں بلکہ ان سے کام لیں مگر اسباب کو مؤثر حقیقی نہ سمجھیں۔ مؤثر حقیقی قادر مطلق خداوند ذوالجلال والاکرام ہی کو سمجھیں اور نظر اسی پر رکھیں اور اسباب کو واسطہ سے زیادہ کچھ نہ سمجھیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو ہر کام میں اپنی اعانت اور نصرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اے اللہ اپنی تائید اور امداد ہر حال میں ہمارے شامل حال بنا دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ

اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کریں حالانکہ جو شخص خیانت کریگا وہ شخص اپنی اُس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن

وَمَا	كَانَ	لِنَبِيٍّ	اَنْ يَّغُلَّ	وَمَنْ	يَّغْلُلْ	يَاْتِ	بِمَا غَلَّ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور نہیں	تھا۔ ہے	نبی کے لئے	کہ چھپائے	اور جو	چھپائے گا	لائے گا	جو اس نے چھپایا	قیامت کے دن

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ

حاضر کرے گا پھر ہر شخص کو اُس کے کئے کا پورا عوض ملے گا اور اُن پر بالکل ظلم نہ ہوگا۔ سوایسا شخص جو کہ رضائے حق کا تابع ہو

ثُمَّ	تُوَفّٰى	كُلُّ نَفْسٍ	مَّا	كَسَبَتْ	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ	اَفَمَنِ	اتَّبَعَ
پھر	پورا پائے گا	ہر شخص	جو	اس نے کمایا	اور وہ	ظلم نہ کئے جائیں گے	تو کیا جس	پیروی کی

رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ

کیا وہ اُس شخص کی مثل ہوجاوے گا جوکہ غضب الٰہی کا مستحق ہو اور اس ٹھکانہ دوزخ ہو اور وہ جانے کی

رِضْوَانَ	اللّٰهِ	كَمَنْۢ	بَآءَ	بِسَخَطٍ	مِّنَ اللّٰهِ	وَمَاْوٰىهُ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ
رضا (خوشنودی)	اللہ	مانند۔ جو	لوٹا	غصہ کے ساتھ	اللہ کے	اور اس کے ٹھکانہ	جہنم	اور بُرا

الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾

بڑی جگہ ہے۔ یہ مذکورین درجات میں مختلف ہوں گے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے ہیں اُنکے اعمال کو

الْمَصِيْرُ	هُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	
ٹھکانہ	وہ۔ اُن	درجے	پاس۔ اللہ	اور اللہ	دیکھنے والا	جو	وہ کرتے ہیں	

انبیاء علیہم السلام کی عصمت وامانت

یہاں ان آیات زیر تفسیر کا پہلا جملہ ہے وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ کچھ چھپا رکھیں یا خیانت کریں۔ اس جملہ کا مطلب اور گذشتہ آیات اور مضمون سے تعلق و ربط بیان کرنے میں علمائے مفسرین کے کئی اقوال ہیں۔ ایک ربط اور تعلق گذشتہ سے یہ ظاہر کیا ہے کہ اوپر غزوہ احد کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کا مذموم اور موجب وبال ہونا بیان فرمایا تھا۔ اب یہاں اس جملہ میں آپ کا امین ہونا مذکور فرمایا تا کہ ثابت ہوجائے کہ آپ جو کچھ حکم فرماتے ہیں اس میں آپ کی نفسانی غرض نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک قسم کی خیانت ہے اور آپ اس سے بالکل مبرا ہیں۔ لہٰذا ایسے حکم کی مخالفت ضرور موجب وبال اور مذموم ہوگی۔ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہاں مسلمانوں کو سمجھانا مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عصمت اور صفت امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں۔ اس لئے کہ نبی اپنی امت سے کچھ چھپایا نہیں کرتے خواہ اللہ کی وحی ہو۔ حق و صداقت کی باتیں ہوں مال غنیمت کی تقسیم ہو یا کچھ اور لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں کبھی ایسا کوئی لغو خیال دل میں نہ لانا چاہیے۔ جیسا کہ ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مال غنیمت میں سے ایک سرخ چادر گم ہوگئی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو۔ یہ کہنے والے اگر

منافق تھے جیسا کہ بعض روایات میں منقول ہے تو کوئی بعید بات نہیں اور ممکن ہے کہ کسی مسلمان ہی نے کہا ہو تو یہ سمجھا ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کا اختیار ہے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بہرحال بتلانا یہ مقصود ہے کہ منصب نبوت کے ساتھ کسی قسم کی خیانت جمع نہیں ہوسکتی۔ آپ ﷺ نبی ہونے کی وجہ سے امین کامل ہیں۔

چنانچہ ان آیات میں امانت انبیاء کو بالدلیل ثابت فرمایا گیا ہے اور قرآن کریم نے ان تمام غلط خیالات کی تردید کردی جو نبوت کے بارے میں کسی کے دل میں پیدا ہوسکتے تھے۔ مشرکین و منافقین تو ویسے ہی مرتبہ نبوت کے شرف وفضل سے ناواقف اور بے خبر تھے۔ اہل کتاب اگرچہ نبوت سے آشنا تھے مگر رفتہ رفتہ ان کے خیال میں بھی نبی کی حیثیت صرف کاہن کی سی رہ گئی تھی اور وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ نبی ایک کاہن ہوتا ہے جو آئندہ کی خبریں دیتا ہے اور عصمت کو وہ لازمہ نبوت نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کی محرف کتابوں میں بعض جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کی طرف کبیرہ گناہ منسوب کیئے گئے ہیں (معاذ اللہ) یہاں انبیاء علیہم السلام کے متعلق تمام غلط خیالات کی تردید فرمادی گئی۔

خیانت کی سزا

یہاں جو یہ فرمایا گیا وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ جو شخص خیانت کرے گا وہ شخص اپنی اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن حاضر کرے گا۔ اس کی شرح حدیث میں اس طرح آئی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو قیامت میں کسی کو اس حال میں نہ دیکھوں کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ لدا ہوا اور بولتا ہو۔ اور وہ شخص مجھ سے آ کر طالب امداد ہو اور میں صاف جواب دیدوں کہ میں اب کچھ نہیں کر سکتا میں حکم پہنچا چکا تھا اور ایسا ہی مضمون گھوڑے کپڑے اور روپیہ پیسہ کے بارہ میں فرمایا اس پر کسی نے حضرت ابوہریرہؓ کے سامنے اشکال ظاہر کیا کہ اگر کسی نے سو اونٹ چرائے ہوں تو وہ ان سب کو کس طرح گردن پر لادے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا کہ جس شخص کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی وہ اتنے اونٹوں کو بھی اٹھا سکے گا۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جہنمیوں کے جسم بڑے لمبے چوڑے بنادیئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں تصریح ہے کہ بعض جہنمیوں کی کھال ۴۲ ہاتھ موٹی ہوگی۔ اور دانت پہاڑ کے مانند اور اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی ہوگی جتنی مسافت کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ہے اور اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا جتنا کہ ایک تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت۔

الغرض یہاں مال غنیمت کی چوری کا مسئلہ بھی آ گیا کہ وہ گناہ عظیم ہے اور عام تعلیم امت کو یہ ہے کہ نہ مال میں خیانت کریں نہ راز داری میں نہ احکام الٰہی میں۔ نہ حاکم اور سردار کی اطاعت میں نہ کسی اور معاملہ اور حقوق میں۔

یہی حال مساجد، مدارس، خانقاہوں اور اوقاف کے اموال کا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا چندہ ہوتا ہے۔ اگر معاف بھی کرائے تو کس کس سے کرائے۔ اسی طرح بیت المال حکومت کے سرکاری خزانہ کا حکم ہے کیونکہ اس میں پورے ملک کے باشندوں کا حق ہے جو اس میں چوری کرے اس نے سب کی چوری کی مگر چونکہ یہی اموال عموماً ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا نگرانی کرنے والے بے پروائی کرتے ہیں۔ چوری کے مواقع بکثرت ہوتے ہیں اس لئے آج کل دنیا میں سب سے زیادہ چوری اور خیانت انہی اموال میں ہو رہی ہے اور لوگ اس کے انجام بد اور وبال عظیم سے غافل ہیں کہ اس جرم کی سزا علاوہ جہنم کے میدان حشر کی رسوائی بھی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی بھی۔ نعوذ باللہ منہ''

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لمحہ میں امین بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور خیانت کے جرم سے ہر طرح بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ اے اللہ میدان حشر کی رسوائیوں سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھنا اور اس دنیا کی زندگی میں ہم کو اپنی خوشنودی کی راہ پر چلنا نصیب فرمانا۔ اور ان لوگوں کی راہ چلنے سے بچانا جنہوں نے آپ کا غصہ و غضب کمایا۔ ہمارا دائمی ٹھکانہ مخلصین مومنین کے ساتھ اپنی دائمی جنت میں بنانا اور اپنے غصہ اور غضب کی جگہ جہنم سے ہمیں بچانا۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ اُن میں اُنہی کی جنس سے ایک ایسے پیغمبر کو بھیجا کہ وہ اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں

لَقَدْ	مَنَّ	اللّٰهُ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اِذْ بَعَثَ	فِيْهِمْ	رَسُوْلًا	مِّنْ	اَنْفُسِهِمْ	يَتْلُوْا	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتِهٖ
البتہ بیشک	احسان کیا	اللہ	پر	ایمان والے (مومن)	جب بھیجا	ان میں	ایک رسول	سے	انکی جانیں (کے درمیان)	وہ پڑھتا ہے	ان پر	انکی آیتیں

وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

اور اُن لوگوں کی صفائی کرتے رہتے ہیں کتاب اور حکمت کی باتیں بتلاتے رہتے ہیں اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ	وَيُعَلِّمُهُمُ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ	وَاِنْ	كَانُوْا	مِنْ قَبْلُ	لَفِيْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ
اورانہیں پاک کرتا ہے	اورانہیں سکھاتا ہے	کتاب	اورحکمت	اور۔بےشک	وہ تھے	اس سے قبل	البتہ۔میں	گمراہی	کھلی

انسانیت پر احسان عظیم

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بڑا ہی احسان کیا قرآن کریم میں یہ ایک واحد مثال ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر صراحۃً کوئی احسان جتلایا ہے یوں تو انسانوں پر حق تعالیٰ کے انعامات واحسانات بے شمار ولاتعداد ہیں مگر حق تعالیٰ نے کسی انعام واحسان پر یہ نہیں جتلایا کہ دیکھو ہم نے تم پر احسان کیا ہے سوائے اس احسان کے جو یہاں فرما کر بیان کیا جارہا ہے اب وہ کون سا عظیم الشان احسان ہے جو یہاں جتلایا جارہا ہے؟ وہ احسان یہ ہے اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ جب کہ ان میں ان ہی کی جنس سے ایک عظیم الشان پیغمبر کو بھیجا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا۔

احسان الٰہی سے نفع مند ہونے والے

قرآن کریم کی تصریح کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ اور پورے عالم کے لئے آپ کا وجود نعمت کبریٰ ہے اور احسان عظیم ہے اس جگہ اس احسان کو صرف مومنین کے لئے فرمایا۔ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود سارے عالم اور ہر کافر ومومن کے لئے نعمت کبریٰ اور احسان عظیم ہے جیسا کہ قرآن کریم سارے عالم کے لئے صحیفہ ہدایت ہے مگر چونکہ اس نعمت وہدایت کا نفع صرف مومنین ومتقین نے حاصل کیا۔ اس لئے کسی جگہ اس احسان کو مومنین کے ساتھ مخصوص کر کے بھی بیان کر دیا گیا۔

بعثت انبیاء اور انسانیت

انبیاء علیہم السلام دنیا میں آتے ہیں اس لئے کہ وہ انسانی روح کی صحیح تربیت کر کے انسان کو حقیقی انسان بنائیں، تاکہ اس کے بدن سے جو اعمال وافعال صادر ہوں وہ انسانیت کے لئے مفید ثابت ہوں۔ وہ درندے اور زہریلے جانوروں کی طرح دوسرے انسانوں کو ایذا اور تکلیف دیتا نہ پھرے۔ اور خود اپنے بھی انجام کو سمجھ کر آخرت کی دائمی زندگی کا سامان مہیا کرے۔ ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے زمرہ انبیاء میں امامت وسیادت کا منصب حاصل ہے۔ انسان کو صحیح انسان بنانے میں بھی آپ کی شان تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہے۔ آپ نے اپنی تعلیمات وصحبت سے انسانوں کا ایک ایسا معاشرہ تیار کردیا جس کا مقام فرشتوں کی صفوں سے آگے ہے آپ نے جو تعلیمات اور اسوہ حسنہ چھوڑے ہیں اس پر پورا عمل کرنے والے بھی انسانیت کے بلند مقام کو پا سکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کا انسان ہونا بھی نعمت ہے:

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ کہ اس نے ایک رسول ان میں بھیج دیئے جو ان ہی میں سے ہیں۔ یعنی ان ہی کی جنس اور قوم میں کا ایک انسان رسول بنا کر بھیجا جس کے پاس اٹھنا بیٹھنا بات چیت کرنا زبان سمجھنا اور ہر قسم کے فیوض و برکات اٹھانا آسان ہیں۔ اس کے احوال واخلاق سوانح زندگی امانت ودیانت خداترسی اور پاک بازی

سے وہ خوب واقف ہیں۔ اپنی ہی قوم اور کنبے کے فرد سے جب معجزے ظاہر ہوتے ہیں تو ان پر ایمان لے آنا آسان ہے۔ اگر کوئی جن یا فرشتہ رسول بن کر آتا تو اس کے معجزہ دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنس انسانی سے جداگانہ مخلوق ہے اس لئے یہ معجزات و خوارق شاید اس جنس کی نوعیت میں سے ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی میں سے رسول بنا کر بھیجا جو باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے ان ہی کے مجمع میں نہایت خوش اخلاقی رحم دلی نرم خوئی اور شفقت وعنایت کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور جن سے وہ بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔

حضور ﷺ کی چار صفات

پہلی صفت: ''تلاوت آیات'' کی بتلائی گئی۔

تلاوت کے اصلی معنی اتباع اور پیروی کے ہیں لیکن اصطلاح قرآن وحدیث میں یہ لفظ قرآن کریم کے پڑھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے کلام الٰہی کے سوا کسی دوسری کتاب یا کلام کے پڑھنے کو تلاوت نہیں کہا جا سکتا۔ تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے اور تلاوت الفاظ ہی کی ہوتی ہے تو یہاں ''تلاوت آیات'' کا ایک جداگانہ فرض قرار دے کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ قرآن کریم میں جس طرح اس کے معانی مقصود ہیں اسی طرح اس کے الفاظ بھی مقصود ہیں۔

دوسری صفت: ''تزکیہ نفس'' فرمائی یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو شرک وکفر بت پرستی بدکاری اور گناہوں سے پاک کرتے ہیں ان کی باطنی گندگیوں کو دور کر کے دل کو اعتقاد فاسدہ نیز تکبر بغض حسد ریا حب دنیا وغیرہ سے صاف کرتے ہیں یہاں تزکیہ نفس آپ کی جداگانہ خصوصیت قرار دیکر اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے میں کوئی فن حاصل نہیں ہوتا اسی طرح علمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ کسی معلم ومربی کے زیر تربیت اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے محض آسمانی کتاب بھیجنے کو کافی نہیں سمجھا بلکہ انسانوں کی صحیح تعلیم وتربیت کے لئے رسولوں کا سلسلہ قائم فرمایا جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسانوں کو آسمانی ہدایات سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے۔

تیسری صفت ''تعلیم کتاب'' یعنی کتاب اللہ کی مراد بتلانا فرمائی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور جہاں اس کے سمجھنے میں اور حقیقی مراد معلوم کرنے میں کوئی مشکل پیش آئے وہاں شبہات دور کر کے صحیح مراد اور مطلب واضح فرماتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن فہمی کے لئے صرف عربی زبان کا جان لینا کافی نہیں بلکہ اور تعلیم رسول ہی کے ذریعہ قرآنی تعلیم کا صحیح علم حاصل ہو سکتا ہے۔

چوتھی چیز ''تعلیم حکمت'' حکمت سے مراد حدیث وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس سے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح مطلب ومعانی قرآن کا بتلانا وسکھلانا خصوصی صفت تھی اسی طرح پیغمبرانہ تربیت کے اصول وآداب واحکام وہدایات جن کا نام سنت ہے اس کی تعلیم بھی آپ کے فرائض منصبی میں داخل تھی۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور بالیقین یہ لوگ اس سے قبل صریح گمراہی میں تھے۔ یعنی آپ کی بعثت سے قبل یہ لوگ صریح جہالت شرک وکفر کی گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے آپ نے اللہ کی توفیق سے علم وعمل کے ان اعلیٰ مراتب پر اس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے جہل وگمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی تعلیم وصحبت سے وہی جاہل عرب قوم ساری دنیا کے لئے ہادی اور معلم بن گئی۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کا اس دنیا پر یہ بڑا انعام واحسان ہے کہ جو آپ نے نبی کریم رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان پیغمبر کو مبعوث فرمایا اور دنیا والوں کی ہدایت کے لئے قرآن کریم عطا کر کے آپ کو بھیجا۔

یا اللہ قرآن کریم کی تلاوت ہمارے لئے محبوب مشغلہ بنا دے اور شب وروز اس کی تلاوت سے ہمارے قلوب کو انوار وبرکات نصیب فرما دے۔ اور ہمارے نفوس کا تزکیہ فرما دے اور ہمارے دلوں کی گندگیاں اور بیماریاں دور فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَلَمَّآ أَصَابَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُم مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّىٰ هَٰذَا ۖ قُلْ هُوَ مِنْ

اور جب تمہاری ایسی ہار ہوئی جس سے دو حصے تم جیت چکے تھے تو کیا ایسے وقت میں تم یوں کہتے ہو کہ یہ کدھر سے ہوئی آپ فرما دیجئے کہ یہ ہار خاص تمہاری طرف

أَوَلَمَّآ	أَصَابَتْكُم	مُّصِيبَةٌ	قَدْ أَصَبْتُم	مِّثْلَيْهَا	قُلْتُمْ	أَنَّىٰ هَٰذَا	قُلْ	هُوَ	مِنْ
کیا جب	تمہیں پہنچی	کوئی مصیبت	البتہ تم نے پہنچائی	اس سے دو چند	تم کہتے ہو	کہاں سے یہ؟	آپ کہہ دیں	وہ	سے

عِندِ أَنفُسِكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦٥﴾ وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى

سے ہوئی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔ اور جو مصیبت تم پر پڑی جس روز کہ دونوں گروہ

عِندِ	أَنفُسِكُمْ	إِنَّ	اللَّهَ	عَلَىٰ	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيرٌ	وَمَآ	أَصَابَكُمْ	يَوْمَ	الْتَقَى
پاس	تمہاری جانیں (اپنے پاس)	بیشک	اللہ	پر	ہر	شے	قادر	اور جو	تمہیں پہنچا	دن	مڈبھیڑ ہوئی

الْجَمْعَانِ فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٦٦﴾ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ

باہم مقابل ہوئے سو خدا تعالیٰ کی مشیت سے ہوئی اور تاکہ اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی دیکھ لیں۔ اور اُن لوگوں کو بھی دیکھ لیں جنھوں نے نفاق کا برتاؤ کیا۔

الْجَمْعَانِ	فَبِإِذْنِ	اللَّهِ	وَلِيَعْلَمَ	الْمُؤْمِنِينَ	وَلِيَعْلَمَ	الَّذِينَ	نَافَقُوا
دو جماعتیں	تو حکم سے	اللہ	اور تاکہ وہ معلوم کرلے	ایمان والے	اور تاکہ جان لے	وہ جو کہ	منافق ہوئے

تفسیر و تشریح: کافی اوپر سے جنگ احد کے واقعات کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے ان واقعات کی تفصیلات کے سلسلہ میں اس کوتاہی کا ذکر ہوا جو اس جنگ میں بعض اہل اسلام سے سرزد ہوئی۔ پھر عفو و درگزر کا ذکر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان مسلمانوں کو معاف فرما دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی معافی دلوادی۔ اسی ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق یاد دلائے گئے اور آپ کے وجود کی برکتیں اور خصوصیات بیان ہوئیں اور مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تم میں مبعوث ہونا اللہ کا تم پر ایک بہت بڑا انعام و احسان ہے۔ تم کو اس نعمت کی قدر کرنی چاہیے اور اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

واقعہ احد میں مسلمانوں کو عارضی شکست اور زخم و قتل کے مصائب کا غم کاری تھا اور اس حادثہ سے سخت کلفت تھی۔ اس لئے مزید تسلی کا مضمون ان آیات میں ذکر فرمایا جاتا ہے اور یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ جتنی مصیبت اے مسلمانو تم پر اس غزوہ احد میں پڑی ہے تم اس سے دگنی مصیبت اپنے مخالف پر اس سے پہلے غزوہ بدر میں ڈال چکے ہو کیونکہ غزوہ احد میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے اور غزوہ بدر میں مشرکین کے ستر سردار مارے گئے تھے اور ستر ہی گرفتار ہوئے تھے۔ سو اس بات کے یاد دلانے سے ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی موجودہ تکلیف و پریشانی کا احساس گھٹ جائے کہ جب ہماری دگنی جیت ہو چکی ہے تو ایک دفعہ آدھی ہار و شکست بھی ہو جائے تو زیادہ غم اور تعجب نہیں ہونا چاہیے دوسری بات ان آیات میں یہ یاد دلائی جاتی ہے کہ یہ تکلیف و مصیبت درحقیقت دشمن کی قوت و کثرت کے سبب سے نہیں بلکہ تمہاری اپنی ہی بعض کوتاہی کے سبب سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں تم سے کوتاہی ہوئی۔ تیسری بات پھر یہ بتلائی گئی کہ یہ جو کچھ ہوا حق تعالیٰ کی مشیت سے ہوا جس میں بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں جن میں سے بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا بیان پہلے ہو چکا ہے اور ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ مومنین مخلصین کو بھی دیکھ لیں اور منافقین کو بھی یعنی مومنین کا اخلاص اور منافقین کی منافقت ایسی عیاں اور واضح ہو جائے کہ ہر دیکھنے والا دیکھ سکے۔

غزوہ احد میں آزمائش کا ایک سبب

هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ : حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر

کے بعد جس میں مسلمانوں کو فتح کامل ہوئی جبرائیل علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم کا کفار کو قیدی بنا کر پکڑ لینا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا۔ اب انہیں (یعنی مسلمانوں کو) دو باتوں میں سے ایک کے اختیار کر لینے کا حکم دیجئے یا تو یہ کہ ان قیدیوں کو یہ قتل کر ڈالیں یا ان سے فدیہ وصول کر کے چھوڑ دیں مگر پھر مسلمانوں میں سے اتنی ہی تعداد شہید ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے دونوں باتیں پیش کیں تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ ہمارے قبائل کے ہیں۔ ہمارے رشتہ دار بھائی ہیں۔ ہم کیوں ان سے فدیہ لے کر نہ چھوڑ دیں اور اس مال سے قوت و طاقت حاصل کر کے اپنے دوسرے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ اور پھر جو ہم میں سے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے تو اس میں ہماری کیا برائی ہے؟ چنانچہ فدیہ وصول کر کے ۷۰ قیدیوں کو جو بدر میں گرفتار ہوئے تھے چھوڑ دیا اور ٹھیک ۷۰ ہی کی تعداد مسلمانوں کی اس کے بعد غزوہ احد میں شہید ہوئی پس ایک مطلب کہ "یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے" اس کا یہ ہوا کہ تم نے بدر کے قیدیوں کو زندہ چھوڑنا اور ان سے فدیہ وصول کرنا اس شرط پر منظور کیا تھا کہ تمہارے بھی اتنے ہی آدمی شہید ہوں۔

آزمائش کی ایک اور حکمت

وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا یعنی ثابت قدم غیر متزلزل ایمان والے صابر بندے بھی معلوم ہو جائیں اور منافقین کا حال بھی کھل جائے چنانچہ جنگ احد کا معاملہ ان منافقین کے لئے فیصلہ کن آزمائش تھی جو مسلمانوں کے ساتھ ریاکارانہ ملی جلی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس موقع پر ان کا نفاق پوری طرح کھل گیا۔ اول سے آخر تک کوئی ایسا مرحلہ نہیں آیا جس میں یہ منافقین اپنی فتنہ پردازی سے باز رہے ہوں ان سے جب کہا گیا کہ شہر سے باہر نکل کر کفار سے مقابلہ کرو تو یہ کہہ کر لوگوں کو بہکانا شروع کر دیا کہ باہر نکل کر لڑنا موت کے منہ میں جانا ہے اور جب کہا گیا کہ اچھا شہر کی مدافعت کرو تب بھی لگے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی شان

ان آیات کی تفسیر کے سلسلہ میں ایک اہم فائدہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے اور وہ یہ کہ جنگ احد کی شکست کے واقعہ میں عتاب کے بعد حضرات صحابہ کو جا بجا جو تسلی دی گئی ہے اس سے دوسرے نافرمانی کرنے والے دھوکہ نہ کھا دیں کہ ہم سے جو گناہ ہوتے ہیں ان میں بھی کوئی حکمت و مصلحت الٰہیہ ہو گی اس لئے غم کی کوئی بات نہیں تو حضرات صحابہ کے اس معاملہ پر دوسروں کو قیاس کرنا صحیح نہیں کئی وجہ سے۔ اول تو ان سے یہ غلطی اجتہاداً اور لغزش خطاء ہوئی تھی مخالفت یا نافرمانی کا جذبہ و داعیہ بالکل نہیں تھا دوسرے ان پر ندامت اور غم کا بے انتہا غلبہ تھا جو توبہ کا اعلیٰ درجہ ہے اس لئے ان کی تسلی کی گئی اور مختلف پیرایوں میں ان کے دل سنبھالنے کا سامان کیا گیا اور جو شخص دیدہ دانستہ ارادۃً گناہ کرے پھر اس پر دلیری اور جرأت بھی کرے وہ مستحق تسلی نہیں بلکہ وہ تو مستحق ملامت و عتاب و وعید ہونا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین اسلام پر استقامت و پختگی نصیب فرمائیں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ مومنین مخلصین کی صفات ہم میں پیدا فرما دے اور منافقین کی بدخصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچا لے۔ یا اللہ آج ہم جن مصائب ذلت اور خواری میں گرفتار ہیں یہ سب ہماری بداعمالیوں کے نتائج ہیں یا اللہ ہم کو اور پوری امت مسلمہ کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت کو ہمارے شامل حال فرما اور ہمارے دلوں کو پھیر دے اور ہمارے احوال کو بدل دے یا اللہ دشمنان دین اور دشمنان اسلام کے تسلط سے ہم کو بچا لے۔ یا اللہ ہم آپ کی بارگاہ میں عجز و مسکنت و تذلل اور انکساری کے ساتھ رجوع ہوتے ہیں۔ یا اللہ اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے طفیل میں ہم پر رحم و کرم فرما دے اور ہم کو ایمان و اسلام پر جم جانے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا

اُن سے یوں کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑنا یا دشمنوں کا دفعیہ بن جانا وہ بولے کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کی لڑائی دیکھتے

وَقِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	قَاتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	اَوِ	ادْفَعُوْا	قَالُوْا	لَوْ نَعْلَمُ	قِتَالًا
اور کہا گیا	انہیں	آؤ	لڑو	میں	اللہ کی راہ	یا	دفاع کرو	وہ بولے	اگر ہم جانتے	جنگ

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ

توضرور تمہارے ساتھ ہولیتے یہ منافقین اس روز کفر سے نزدیک تر ہوگئے بہ نسبت اُس حالت کے کہ وہ ایمان سے نزدیک تھے یہ لوگ اپنے منہ سے ایسی باتیں کرتے ہیں

لَّاتَّبَعْنٰكُمْ	هُمْ	لِلْكُفْرِ	يَوْمَىِٕذٍ	اَقْرَبُ	مِنْهُمْ	لِلْاِيْمَانِ	يَقُوْلُوْنَ	بِاَفْوَاهِهِمْ
ضرور تمہارا ساتھ دیتے	وہ	کفر کیلئے (کے)	اس دن	زیادہ قریب	اُن سے	بہ نسبت ایمان	وہ کہتے ہیں	اپنے منہ سے

مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿١٦٧﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا

جو اُن کے دل میں نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ اپنے دل میں رکھتے ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ اپنے بھائیوں کی نسبت بیٹھے ہوئے

مَا لَيْسَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	يَكْتُمُوْنَ	اَلَّذِيْنَ	قَالُوْا	لِاِخْوَانِهِمْ	وَقَعَدُوْا
جو نہیں	انکے دلوں میں	اور اللہ	خوب جاننے والا	جو	وہ چھپاتے ہیں	وہ لوگ جو	انہوں نے کہا	اپنے بھائیوں کے بارہ میں	اور وہ بیٹھے رہے

لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ۭ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٦٨﴾

باتیں بناتے ہیں کہ اگر ہمارا کہنا مانتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو وہ لوگ جو اپنے اوپر سے موت کو ہٹاؤ اگر تم سچے ہو۔

لَوْ اَطَاعُوْنَا	مَا قُتِلُوْا	قُلْ	فَادْرَءُوْا	عَنْ	اَنْفُسِكُمُ	الْمَوْتَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ
اگر وہ ہماری مانتے	وہ نہ مارے جاتے	کہہ دیجئے	تم ہٹا دو	سے	اپنی جانیں	موت	اگر	تم ہو	سچے

غزوہ احد کے موقع پر منافقین کی غداری اور ان کے پروپیگنڈہ کا جواب

ابھی کلام غزوہ احد ہی کے سلسلہ میں جاری ہے۔ یہ آیات عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ منافقوں کا ذکر سورہ بقرہ پارہ الٓمّٓ کے شروع ہی میں آچکا ہے۔ جب جنگ احد شروع ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر اسلام کے ساتھ احد کے قریب پہنچے تو یہ عبداللہ بن ابی جو تین سو آدمیوں کی جمعیت اپنے ہمراہ لایا تھا یہ کہہ کر میدان جنگ سے مدینہ کی طرف واپس جانے لگا کہ آپ نے میری رائے مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کی نہیں مانی تو ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ صحابہ میں سے بعض نے اس سے اس وقت کہا کہ عین موقعہ پر اب کہاں بھاگتے ہو۔ آؤ اگر دعوے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں دشمنوں سے لڑو ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے اور روکنے ہی میں حصہ لو۔ اسلامی لشکر میں شریک رہو تاکہ ہماری فوج کی کثرت کا رعب دشمن کے دل پر پڑے۔ اور اگر خدا کی راہ میں دین اسلام کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی یا قومی یا اپنے مال واولاد کی حفاظت ہی کے لئے دشمن کو روکنے میں مدد دو کیوں کہ دشمن اگر کامیاب ہوگیا تو وہ سب سے انتقام لے گا اور کسی کی تمیز نہ کرے گا۔ عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اٹھاؤ گے غرض ہر طرح پر ان کے مذاق کے موافق

ان کو سمجھانے کی صحابہ نے کوشش کی تو اس پر عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ اگر ہم کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا دیکھتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے لیکن یہ کوئی لڑائی ہے کہ وہ لوگ تم سے تین چار حصہ زیادہ ہیں پھر ان کے پاس سامان جنگ بھی زیادہ۔ ادھر آدمی بھی کم اور بے سروسامانی زیادہ۔ ایسی حالت میں لڑنا محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے یہ کوئی لڑائی ہے۔ چنانچہ منافقین نہ مانے اور عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ راستہ سے مدینہ لوٹ آیا اور مسلمان میدان جنگ کی طرف آگے بڑھ گئے۔ اسی کو یہاں ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے۔ اور اسی زبانی اسلام کی بناء پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے ان کے نفاق کی قلعی کھل گئی اور یہ ظاہر میں بہ نسبت ایمان کے کفر کے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔ اور جو کچھ ان کے دل میں ہے وہ صاف نہیں کہتے۔ دل میں تو یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب و ذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔ انہی منافقوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر ہمارے بھائی انصار مدینہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو میدان جنگ میں اس طرح قتل نہ ہوتے۔ اس پر ان منافقوں سے کہا گیا کہ اگر گھر میں بیٹھے رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں تم گھر میں موت کو کس طرح نہ آنے دے سکتے ہو۔ گھر میں بیٹھ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑ سکتی تو پھر بہادروں کی طرح اللہ کی راہ میں عزت کی موت کیوں نہ مرا جائے۔

الغرض منافقین کے قول کا رد فرمایا گیا اور انہیں بتلایا گیا کہ گھر میں بیٹھ رہنے سے موت تو نہیں رک سکتی۔ ہاں آدمی اس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کی بجائے حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے۔ یعنی اللہ کے راستہ میں شہادت۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک فرما اور ظاہر میں و باطن میں ہم کو اسلام کا سچا اور پکا متبع اور فرمانبردار بنا۔

یا اللہ دین و اسلام کے لئے اپنے راستہ میں ہمیں بھی جان و مال قربان کرنے کا عزم و جذبہ عطا فرما۔ اور جو کچھ ہمارا جان و مال دین کی خدمت میں آپ کی توفیق سے لگ جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما اور اپنی خوشنودی کا باعث بنا۔

یا اللہ اپنی راہ میں دین کے لئے ہم کو کفار اور اعدائے دین سے جہاد کا سچا جذبہ اور عزم نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ﴿۱۶۹﴾

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مُردہ مت خیال کرو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں اُن کو رزق بھی ملتا ہے۔

وَلَا	تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	قُتِلُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	اَمْوَاتًا	بَلْ	اَحْيَآءٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	يُرْزَقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کرو	جو لوگ	مارے گئے	میں	راستہ	اللہ	مردہ (جمع)	بلکہ	زندہ (جمع)	پاس	اپنا رب	وہ رزق دیئے جاتے ہیں

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ

وہ خوش ہیں اُس چیز سے جو اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمائی اور جو لوگ اُن کے پاس نہیں پہنچے اُن سے پیچھے رہ گئے ہیں اُن کی بھی اس حالت پر

فَرِحِيْنَ	بِمَآ	اٰتٰهُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	وَيَسْتَبْشِرُوْنَ	بِالَّذِيْنَ	لَمْ يَلْحَقُوْا	بِهِمْ	مِّنْ
خوش	سے۔ جو	انہیں دیا	اللہ	اپنے فضل سے	اور خوش وقت ہیں	ان کی طرف سے جو	نہیں ملے	ان سے	سے

خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ

وہ خوش ہوتے ہیں کہ اُن پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ خوش ہوتے ہیں بوجہ نعمت و فضل خداوندی کے

خَلْفِهِمْ	اَلَّا	خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا	هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	يَسْتَبْشِرُوْنَ	بِنِعْمَةٍ	مِّنَ	اللّٰهِ
ان کے پیچھے	یہ کہ نہیں	کوئی خوف	ان پر	اور نہ	وہ	غمگین ہوں گے	وہ خوشیاں منا رہے ہیں	نعمت سے	سے	اللہ

وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

اور بوجہ اس کے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

	وَفَضْلٍ	وَّاَنَّ	اللّٰهَ	لَا يُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	
	اور فضل	اور یہ کہ	اللہ	ضائع نہیں کرتا	اجر	ایمان والے	

شہداء کا مقام

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ منافقین نے ان انصار مدینہ کے متعلق جو جنگ احد میں شہید ہوئے تھے یہ کہا تھا کہ اگر وہ ہمارا کہنا مانتے اور گھروں میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے اور جس طرح ہم قتل سے محفوظ رہے وہ بھی قتل سے محفوظ رہتے۔ گویا وہ ان شہداء کی موت کو موجب ناکامی اور دنیوی زندگی اور اس کی لذات سے محرومی کا باعث بتلا کر مسلمانوں کو بھی بہکاتے اور ورغلاتے تھے۔ اس لئے ان آیات میں شہداء کے درجات و حالات بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ اگر وہ جہاد فی سبیل اللہ میں قتل ہو گئے تو کسی نقصان اور خسارہ میں نہیں رہے۔ بلکہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ہیں ان کی موت کو حیاۃ جاودانی کہنا چاہیے اس لئے کہ انہیں اس دنیا سے گزرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی۔ ان کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں۔ جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ شہداء کی ارواح جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں اس وقت شہدا بے حد مسرور اور بے انتہا خوش ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دنیا میں دولت شہادت عطا فرمائی کہ جس کے باعث دوسرے عالم میں اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا۔

حضرت ابن عباسؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ جب

واقعہ احد میں تمہارے بھائی شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے جسم میں رکھ کر آزاد کر دیا وہ جنت کی نہروں اور باغات کے پھلوں سے اپنا رزق حاصل کرتے ہیں اور پھر ان قندیلوں میں آ جاتے ہیں جو ان کے لئے عرش رحمان کے نیچے معلق ہیں۔ جب ان شہدا نے اپنی راحت وعیش کی یہ زندگی دیکھی تو کہنے لگے کہ ہمارے متعلقین دنیا میں ہمارے مرنے سے غمگین ہیں کیا کوئی ہمارے حالات کی خبر ان کو پہنچا سکتا ہے تاکہ وہ ہم پر غم نہ کریں اور وہ بھی جہاد میں کوشش کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تمہاری یہ خبر ان کو پہنچائے دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل فرمائی گئیں۔

حیات شہداء

شہداء کی حیاۃ کے متعلق دوسرے پارہ سورہ بقرہ آیت ۱۵۴ میں بھی فرمایا گیا ہے

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتﹰ بل احیآء ولکن لا تشعرون ۝ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں یعنی دین کے واسطے قتل کئے جاتے ہیں ان کی ایسی فضیلت ہے کہ ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ معمولی مردے کی طرح مردے ہیں بلکہ وہ لوگ ایک ممتاز حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ حیاۃ شہداء کے متعلق بعض علمائے کرام یہ کہتے ہیں کہ ان کے اسی جسم میں حیاۃ دی جاتی ہے اس لئے سیکڑوں برس بعد بھی جب بھی شہداء کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں تو ان کا جسم بھی تروتازہ پایا گیا ہے چنانچہ امام مالکؒ نے موطا میں لکھا ہے کہ احد کے پہاڑ کے نیچے جو برساتی نالہ بہتا ہے ایک بار جو اس نے زور کیا تو جنگ احد کے بعض شہداء کی لاشیں نکلیں جس سے بدستور خون جاری تھا اور یہ معاملہ بنی امیہ کے عہد سلطنت میں ہوا ہے لیکن جمہور علمائے اہل سنت والجماعت کا یہ قول ہے کہ ان کو حیاۃ روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اب یوں تو ہر شخص کافر ہو یا مومن روح کسی کی نہیں مرتی بلکہ وہ قائم اور سالم رہتی ہے اور دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتی ہے لیکن جو کافر یا منافق یا گنہگار ہیں وہاں ان کی ارواح کو اپنے اعمال کے اس زنگ سے جو دنیا میں اس پر چڑھا تھا عذاب پاتی ہیں اور جو ابرار اور نفوس قدسیہ ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ وہ انوار الٰہیہ اور عالم نورانی میں مسرور ہوتے ہیں اور مشاہدہ جمال سے لذت اٹھاتے ہیں اور ان کی ارواح اپنے جسم لطیف کے ساتھ جنت اور عالم قدس کے باغوں میں جہاں چاہتی ہیں عیش مناتی پھرتی ہیں۔ سو ابرار کا اس عالم مسرور میں جانا اصل زندگی ہے اسی لئے ان کو بالتخصیص زندہ کہہ سکتے ہیں خصوصاً شہید فی سبیل اللہ کو جو اپنی حیاۃ عارضی کو اللہ کی نذر کر دیتا ہے اس لئے اس کو حیاۃ ابدی اس کے عوض نصیب ہوتی ہے۔

شہداء کی چار فضیلتیں

الغرض یہاں شہدائے فی سبیل اللہ کے خاص فضائل کا بیان ہے اور ان آیات میں شہداء کی چار فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ شہید ہو کر ممتاز دائمی حیات کے مالک ہو گئے۔

دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا رزق ملتا ہے اور رزق زندہ ہی کو ملا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے منتقل ہوتے ہی شہید کے لئے رزق جنت جاری ہو جاتا ہے۔

تیسری فضیلت یہ بیان کی گئی کہ وہ ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے ان نعمتوں میں جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہیں۔

چوتھی فضیلت یہ فرمائی کہ وہ اپنے جن متعلقین کو دنیا میں چھوڑ گئے تھے ان کے متعلق بھی ان کو یہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں رہ کر نیک عمل اور جہاد میں جو مصروف ہیں تو ان کو بھی یہاں آ کر یہی نعمتیں اور درجات عالیہ ملیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ان تمام شہدائے اسلام کو جنہوں نے دین کے لئے اپنی جانوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنا قرب خاص عطا فرمائیں۔ اور ان کے درجات عالیہ میں اور اضافہ فرمائیں اور ان کی ارواح کو اور زیادہ مسرت باطنی عطا فرمائیں۔ یا اللہ دشمنان دین سے اپنے راستہ میں ہم کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کا عزم وجذبہ صادق عطا فرما۔ اے اللہ اپنے دین پر جینے اور اسی پر مرنے کی دولت ہم سب کو عطا فرما اور اپنے مخلص اور مومن بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرما اور ان ہی کے ساتھ ہمیں بھی جنت کی دائمی نعمتوں سے اپنی رحمت سے سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَہُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْہُمْ

جن لوگوں نے اللہ و رسول کے کہنے کو قبول کرلیا بعد اس کے کہ اُن کو زخم لگا تھا اُن لوگوں میں جو نیک اور متقی ہیں

اَلَّذِیْنَ	اسْتَجَابُوْا	لِلّٰہِ	وَالرَّسُوْلِ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا	اَصَابَہُمُ	الْقَرْحُ	لِلَّذِیْنَ	اَحْسَنُوْا	مِنْہُمْ
جن لوگوں نے	قبول کیا	اللہ کا	اور رسول	بعد	کہ	پہنچا انہیں	زخم	انکے لئے جو	انہوں نے نیکی کی	ان میں سے

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝۱۷۲ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَہُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْہُمْ

اُن کے لئے ثواب عظیم ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ لوگوں نے ان سے کہا کہ ان لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے سو تم کو اُن سے اندیشہ کرنا چاہیے

وَاتَّقَوْا	اَجْرٌ	عَظِیْمٌ	اَلَّذِیْنَ	قَالَ	لَہُمُ	النَّاسُ	اِنَّ	النَّاسَ	قَدْ جَمَعُوْا	لَکُمْ	فَاخْشَوْہُمْ
اور پرہیزگاری کی	اجر	بڑا	وہ لوگ جو	کہا	انکے لئے	لوگ	کہ	لوگ	جمع کیا ہے	تمہارے لئے	پس ان سے ڈرو

فَزَادَہُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۝۱۷۳ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ

تو اُس نے اُن کے ایمان کو اور زیادہ کردیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حق تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کیلئے اچھا ہے۔ پس یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل سے

فَزَادَہُمْ	اِیْمَانًا	وَّقَالُوْا	حَسْبُنَا	اللّٰہُ	وَنِعْمَ	الْوَکِیْلُ	فَانْقَلَبُوْا	بِنِعْمَۃٍ	مِّنَ	اللّٰہِ	وَفَضْلٍ
تو زیادہ ہوا انکا	ایمان	اور انہوں نے کہا	ہمارے لئے کافی	اللہ	اور کیسا اچھا	کارساز	پھر وہ لوٹے	نعمت کے ساتھ	سے	اللہ	اور فضل

لَّمْ یَمْسَسْہُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝۱۷۴ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ

بھرے ہوئے واپس آئے کہ اُن کو کوئی ناگواری ذرا پیش نہیں آئی اور وہ لوگ رضائے حق کے تابع رہے اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں

لَّمْ یَمْسَسْہُمْ	سُوْٓءٌ	وَّاتَّبَعُوْا	رِضْوَانَ	اللّٰہِ	وَاللّٰہُ	ذُوْ فَضْلٍ	عَظِیْمٍ	اِنَّمَا	ذٰلِکُمُ
انہیں نہیں پہنچی	کوئی برائی	اور انہوں نے پیروی کی	رضا	اللہ	اور اللہ	فضل والا	بڑا	اسکے سوا نہیں	یہ تمہیں

الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْہُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۷۵

کہ یہ مخبر شیطان ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم اُن سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

الشَّیْطٰنُ	یُخَوِّفُ	اَوْلِیَآءَہٗ	فَلَا	تَخَافُوْہُمْ	وَخَافُوْنِ	اِنْ	کُنْتُمْ	مُّؤْمِنِیْنَ
شیطان	ڈراتا ہے	اپنے دوست	سو نہ	ان سے ڈرو	اور ڈرو مجھ سے	اگر	تم ہو	ایمان والے

غزوہ حمراء الاسد اور غزوہ بدر صغریٰ

ان آیات کا شان نزول کے متعلق علماء مفسرین کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جب لشکر کفار احد سے مکہ کی طرف واپس ہوا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ ایسی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو یوں ہی زندہ چھوڑ کر چلے آئے۔ بہتر تھا کہ انہیں ختم ہی کر دیا جاتا آپس میں ان کے مشورہ ہونے لگے کہ پھر مدینہ چل کر مسلمانوں کا کام تمام کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی کہ کفار دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ نے مدینہ میں اعلان فرمادیا کہ جو لوگ جنگ احد میں ہمارے ساتھ لڑائی میں شریک

تھے وہ دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے پھر تیار ہو جائیں۔ مسلمان مجاہدین باوجود یہ کہ جنگ احد میں شدید زخم کھائے ہوئے تھے۔ اور زخموں سے چور ہو رہے تھے اور زخموں کی مرہم پٹی کا ارادہ کر رہے تھے کہ آپ کا اعلان سنتے ہی زخموں کو بھول گئے اور آپ کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مجاہدین کو لے کر مقام حمراء الاسد جو مدینہ سے آٹھ میل دور ہے پہنچے۔ کفار کو جب یہ خبر ملی کہ مسلمان ان کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں تو منجانب اللہ ان کے دلوں میں سخت رعب اور دہشت طاری ہو گئی اور دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگے۔ اتفاق سے ایک تجارتی قافلہ مدینہ کو جا رہا تھا تو ابو سفیان نے جو اس وقت تک کفار مکہ اور لشکر کفار کے سردار تھے انہوں نے ان قافلہ والوں کو کچھ مال دے کر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں اڑا دیں کہ جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب اور خوف زدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ان قافلہ والوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دل میں خوف و ہراس کی بجائے جوش ایمان بڑھ گیا اور کہنے لگے۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہتر مددگار ہے۔ الغرض تین روز ۱۷، ۱۸، ۱۹ شوال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے اس مقام پر ایک قافلہ تجار کا گزرا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مال تجارت خرید فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں نفع دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نفع ہمراہی مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔

دوسرا قول مفسرین کا ان آیات کے شان نزول کے متعلق یہ ہے کہ یہ آیات غزوہ بدر صغریٰ کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ جنگ احد سے فارغ ہو کر جب ابوسفیان نے مکہ کی واپسی کا ارادہ کیا تو یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ چاہیں تو ہماری اور تمہاری آئندہ سال بدر میں پھر لڑائی ہو۔ ابوسفیان کا مقصد یہ تھا کہ مقام بدر میں ہمارے بڑے بڑے سردار مارے گئے اب آئندہ سال اسی مقام بدر پر دوبارہ جنگ ہو اور ہم احد کی طرح وہاں بھی مسلمانوں کے بڑے بڑے سرداروں کو ماریں تاکہ بدر کا بدلہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ منظور ہے چنانچہ جب سال پورا ہو گیا تو ابوسفیان دو ہزار کفار قریش کے ساتھ مکہ سے جنگ کے ارادہ سے نکلا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ صحابہ فوراً رفاقت کو تیار ہو گئے۔ ابوسفیان ابھی مکہ سے نکل کر مرالظہر ان تک پہنچا تھا کہ یکا یک مسلمانوں کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو گیا اور وہ کوئی بہانہ سوچنے لگا تاکہ لڑائی سے بچ جاؤں اور لشکر کو لے کر مکہ واپس ہو جاؤں۔ قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے لیکن کوئی ایسی صورت کی جائے کہ الزام مسلمانوں پر ہی رہے۔ اتفاق سے ایک شخص مدینہ کی طرف جا رہا تھا اس کو کچھ لالچ دیا اور کہا کہ مدینہ جا کر ایسی خبریں مشہور کر دے کہ جن کو سن کر مسلمان خوف کھا جائیں اور جنگ کو نہ نکلیں۔ وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے۔ ان کے خلاف لڑنا مسلمانوں کے حق میں بہتر نہیں۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے جوش جہاد بھر رکھا تھا۔ انہوں نے یہی کہا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور حسب وعدہ مسلمان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر پر پہنچ گئے کفار مکہ تو پھر راستہ سے خشک سالی کے بہانہ لوٹ گئے تھے۔ مسلمانوں نے بدر میں تین روز قیام کیا وہاں بڑا بازار لگتا تھا تین روز تجارت کر کے نفع کمایا اور مدینہ واپس آ گئے کیونکہ کفار لڑائی کے لئے نہیں پہنچے تھے۔ اس وقت جن جن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی اور جنگ کے لئے تیار ہو کر نکل پڑے ان کا ان آیات میں تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ امام فخر الدین رازی کا قول یہ ہے کہ ان آیات میں پہلی آیت تو غزوہ حمراء الاسد کے متعلق نازل ہوئی ہے بقیہ تین آیات غزوہ بدر صغریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔

الغرض یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی

تعریف فرمائی کہ جو غزوہ احد میں زخم خوردہ ہونے کے باوجود جب ان کو دوسرے جہاد کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا تو فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔

یہاں ان آیات میں جن مسلمانوں کی تعریف بیان کی جا رہی ہے ان کے تین وصف بیان کئے گئے :۔

ایک تو یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے اگرچہ ان کو احد میں زخم پہنچ چکے تھے۔ اور ان کے ستر ساتھی شہید ہو چکے تھے۔

دوسرے یہ کہ یہ لوگ عملی جدوجہد اور جان نثاری کے ساتھ احسان اور تقویٰ کی صفات کمال سے بھی آراستہ ہیں۔

تیسرے یہ کہ جب مخبر نے ڈرایا کہ کفار سے جنگ نہ کرو انہوں نے بڑا سامان تمہارے خلاف اکٹھا کیا ہے تو اس خبر نے ان کا جوش ایمان اور بڑھا دیا۔

صبر و تقویٰ کے انعامات

اس پر اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو تین ہی نعمتیں عطا فرمائیں۔ پہلی نعمت تو یہ کہ کافروں کے قلوب میں رعب و ہیبت ڈال دی اور وہ لوگ بھاگ گئے اور یہ حضرات قتل و قتال سے محفوظ رہے۔

دوسری نعمت اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمائی کہ ان حضرات کو تجارت کا موقع ملا اس مال سے منافع حاصل ہوا اس کو لفظ فضل سے تعبیر فرمایا۔

تیسری نعمت جو ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے وہ رضائے الٰہی کا حصول ہے جس کا اعلان وَاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ کہہ کر فرمایا گیا۔

کافروں کے پروپیگنڈہ سے مرعوب نہ ہوں

اخیر میں مسلمانوں کو ہدایت اور تعلیم دی گئی کہ مشرکوں کی طرف سے جو مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے خبریں اڑائی جاتی ہیں ایسی خبروں سے مسلمانوں کو ہرگز نہ ڈرنا چاہیے اور کفار کا کوئی خوف دل میں نہ لانا چاہیے البتہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا ضروری ہے کہ کوئی قدم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف نہ اٹھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

یہاں ان آیات میں جو جملہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ آیا ہے اس کے ورد اور پڑھنے کے فوائد بزرگان دین و مشائخ طریقت نے بہت کچھ بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت اور بلاء میں مبتلا ہو تو اس کا ورد کثرت سے کرے۔ ان شاء اللہ اس کی مصیبت جاتی رہے گی۔

دعا کیجئے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہنے والا بنا دیں۔ یا اللہ ان صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے احسان اور تقویٰ کی ان آیات میں تعریف فرمائی گئی ہم کو بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت عطا فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنے ذات عالی پر بھروسہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے اور دل و زبان سے دشمنوں کے مقابلہ میں حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کے ورد کی توفیق مرحمت فرما دے۔ اے اللہ ہمیں بھی اپنی مرضیات کا تابع بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما دے۔ اے اللہ دشمنان دین کا خوف ہمارے دلوں سے نکال دے اور ان سے جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرما دے۔ اور اپنی نصرت و مدد کو ہمارے شامل حال فرما دے۔ اے اللہ جیسی آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی مدد ابتدا میں فرمائی اب بھی اپنے کرم سے اہل اسلام کی ایسی ہی امداد فرما دے انہیں صبر و استقلال اور تقویٰ کی دولت عطا فرما دے اور دین کو بلند کرنے کا جذبہ عطا فرما دے۔ اور دشمنان دین کے دلوں میں ان کا رعب اور خوف ڈال دے۔ یا اللہ صحابہ کرام عاشقان صادق و مجاہدین فی سبیل اللہ کے طفیل میں ہم کو بھی ہر حال میں دین کو مقدم رکھنے اور آپ کی اطاعت اور مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ

اور آپ کے لئے وہ لوگ موجب غم نہ ہونے چاہیں جو جلدی سے کفر میں جا پڑتے ہیں یقیناً وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ

وَلَا	يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِى الْكُفْرِ	اِنَّهُمْ	لَنْ يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	يُرِيْدُ	اللّٰهُ	اَلَّا	يَجْعَلَ
اور نہ	آپکو غمگین کریں	جو لوگ	جلدی کرتے ہیں	کفر میں	یقیناً وہ	ہرگز نہ بگاڑ سکیں گے	اللہ	کچھ	چاہتا ہے	اللہ	کہ نہ	دے

لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ

آخرت میں سے ان کو کوئی فائدہ نہ دے اور اُن لوگوں کو سزائے عظیم ہوگی۔ یقیناً جتنے لوگوں نے ایمان کی جگہ کفر کو اختیار کر رکھا ہے

لَهُمْ	حَظًّا	فِى	الْاٰخِرَةِ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اشْتَرَوُا	الْكُفْرَ	بِالْاِيْمَانِ
ان کو	کوئی حصہ	میں	آخرت	اور ان کیلئے	عذاب	بڑا	بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے مول لیا	کفر	ایمان کے بدلے

لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور انکو دردناک سزا ہوگی۔ اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ ہمارا اُن کو مہلت دینا

لَنْ	يَّضُرُّوا	اللّٰهَ	شَيْـًٔا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَلَا	يَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْٓا	اَنَّمَا	نُمْلِىْ	لَهُمْ
ہرگز نہیں	بگاڑ سکتے	اللہ	کچھ	اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور نہ	ہرگز گمان کریں	جن لوگوں نے	کفر کیا	یہ کہ	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں

خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۗ اِنَّمَا نُمْلِىْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۞

اُن کے لئے بہتر ہے ہم اُن کو صرف اسلئے مہلت دے رہے ہیں جس میں جرم میں اُنکو اور ترقی ہو جاوے اور اُن کو توہین آمیز سزا ہوگی۔

خَيْرٌ	لِّاَنْفُسِهِمْ	اِنَّمَا	نُمْلِىْ	لَهُمْ	لِيَزْدَادُوْٓا	اِثْمًا	وَلَهُمْ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ
بہتر	ان کے لئے	درحقیقت	ہم ڈھیل دیتے ہیں	انہیں	تاکہ وہ بڑھ جائیں	گناہ	اور ان کیلئے	عذاب	ذلیل کرنیوالا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ کافروں کی ظاہری خوشحالی رضائے الٰہی کی دلیل نہیں ہے

ان آیات میں حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں کہ آپ ان کافروں اور منافقین کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں۔ یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کا اور اس کے دین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ لوگ جو کفر کی حمایت اور اعانت میں دوڑتے پھرتے ہیں اور آپ سے لڑنے کے لئے لشکر فراہم کرتے پھرتے ہیں اور اسلام کے مٹانے کے درپے ہیں آپ ان کی پرواہ نہ کیجئے اور نہ ان کی کارروائیوں سے غمگین ہوجئے۔ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو مول لے لیا اور جنہوں نے ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کیا اور اپنے نفع ونقصان کو نہ سمجھا ایسے نادان کفر کر کے خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں یہ لوگ خدا کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی حرکات سے غمگین اور فکرمند نہ ہوں اور یہ کافر جو اپنی عیش وعشرت پر نازاں ہیں اور جو یہ دلیل لایا کرتے ہیں کہ جب ہم یہاں دنیا میں آرام و آسائش میں ہیں تو معلوم ہوا کہ خدا ہم سے ناخوش نہیں۔ اگر ہم مغضوب ومردود ہوتے تو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے۔ پس اگر آخرت کوئی چیز ہے تو

ہم وہاں بھی آرام سے رہیں گے جیسے دنیا میں مزے سے ہیں۔کفار 31
کے اس خیال باطل کا رد فرماتے ہوئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو یہ لوگ کفر کر رہے ہیں اور ہم نے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے تو وہ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہمارا ان کو عذاب سے مہلت دینا یہ کچھ ان کے لئے بہتر اور مفید ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ ہم ان کو صرف اس لئے مہلت دے رہے ہیں کہ ان کو جرم کفر میں اور ترقی ہو جائے اور گناہوں میں خوب ترقی اور زیادتی کرتے چلے جائیں اور خوب جی بھر کر دل کے ارمان نکال لیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ان کے لئے تیار ہے اور تا کہ یکبارگی ان کو پوری سزا ملے۔ اور اگر دنیا میں سزا نہ ہوئی تو کیا ہے آخرت میں تو ضرور ان کو ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ملے گا۔ تو کافر سوچ لیں کہ یہ مہلت دینا خدا کا ان جیسوں کے حق میں بھلا ہے یا برا۔ ان کی مثال تو ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص حکومت سے باغی ہو جاوے اور باوجود بار بار نصیحت اور سمجھانے کے وہ مقابلہ سے باز نہ آئے تو حکومت اس کو مہلت اور ڈھیل دیتی ہے تا کہ دل کھول کر بادشاہ وقت کا مقابلہ کرے اور جو کہہ سکتا ہے اور کر سکتا ہے وہ کر گزرے پھر یکبارگی اس کو پکڑا جائے اور کوئی صورت اس کی برأت اور رہائی کی نہ رہے اور جب اس کے جرم وسرکشی کا پیمانہ لبریز ہو جائے تو اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور یہ نادان اس مہلت اور ڈھیل کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ حکومت میری اس بغاوت سے راضی ہے اسی طرح بارگاہ خداوندی سے کافروں اور مجرموں کو مہلت ملنا اس لئے ہے کہ فرد جرم ان پر پوری طرح عائد ہو جائے اور پھر ایسی سخت پکڑ ہو کہ کوئی مفر باقی نہ رہے۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

انہی جیسی آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ کافروں فاسقوں کی ظاہری نعمتوں کو دیکھ کر ان کے حال کو اچھا سمجھنا اور ویسی ہی کیفیت کی تمنا کرنا اہل ایمان کے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان واسلام کی سچی محبت عطا فرمائے اور کفر وفسق سے نفرت عطا فرمائے۔

الغرض یہاں اس شبہ کو دور فرمایا گیا کہ جب کفار اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور مردود ہیں تو دنیا میں ان کو مال وجائیداد اور سامان عیش وعشرت کے کیوں حاصل ہیں؟

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرمائیں اور دنیا میں جو کچھ ہم کو عطا فرمائیں اس کو آخرت کی بہتری کا ذریعہ بنائیں۔ یا اللہ ہمارے اموال واولاد ہمارے لئے باعث فتنہ نہ ہوں۔ اے اللہ ہمیں ایمان واسلام سے سچی محبت عطا فرما اور کفر وفسق وعصیان سے نفرت قلبی عطا فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتے جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے ممتاز نہ فرمادے اور

مَا كَانَ	اللّٰهُ	لِيَذَرَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلٰى	مَا	اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	حَتّٰى	يَمِيْزَ	الْخَبِيْثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَمَا كَانَ
نہیں ہے	اللہ	کہ چھوڑے	ایمان والے	پر	جو	تم	اس پر	یہاں تک کہ	جدا کردے	ناپاک	سے	پاک	اور نہیں ہے

اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

اللہ تعالیٰ ایسے اُمورِ غیب پر تم کو مطلع نہیں کرتے لیکن ہاں جس کو خود چاہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اُن کو منتخب فرماتے ہیں پس اب اللہ پر

اللّٰهُ	لِيُطْلِعَكُمْ	عَلَى	الْغَيْبِ	وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	يَجْتَبِيْ	مِنْ	رُّسُلِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
اللہ	کہ تمہیں خبر دے	پر	غیب	اور لیکن	اللہ	چن لیتا ہے	سے	اپنے رسول	جس کو	وہ چاہے	تو تم ایمان لاؤ	اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

اور اُس کے سب رسولوں پر ایمان لے آؤ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور پرہیز رکھو تو پھر تم کو اجر عظیم ملے۔

وَرُسُلِهٖ	وَاِنْ	تُؤْمِنُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَلَكُمْ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ
اور اسکے رسول	اور اگر	تم ایمان لاؤ	اور پرہیزگاری کرو	تو تمہارے لئے	اجر	بڑا

مومنین پر مصائب آنے کی حکمتیں

بعض مرتبہ مومنین مخلصین پر مصائب وشدائد کے آنے سے جیسا کہ احد میں مسلمانوں کو پیش آیا تو یہ وسوسہ ہوسکتا تھا کہ یہ لوگ اگر خدا تعالیٰ کے مقبول اور محبوب بندے ہوتے تو ان پر یہ مصائب اور حوادث نہ آتے۔ اس لئے اس آیت میں اہل ایمان پر مصائب اور شدائد آنے کی حکمتیں اور مصلحتیں ظاہر فرمائی جاتی ہیں تاکہ یہ وسوسہ دور ہو جائے اور بتلایا جاتا ہے کہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں۔ یعنی بہت سے کافر ازراہ نفاق کلمہ پڑھ کر اور ظاہری اسلامی اعمال بجا کر دھوکہ دینے کے لئے مسلمانوں میں ملے جلے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ایسے واقعات وحالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کردیں۔

اس لئے واقعات وشدائد کا نازل ہونا اس وقت تک ضرور ہے جب تک کہ ناپاک یعنی منافق کو پاک یعنی مومن مخلص سے جدا اور متمیز نہ فرمادے اور یہ تمیز شدائد سے خوب ظاہر ہو جاتی ہے۔

بغیر امتحان کے منافقوں کے نام کیوں نہیں بتلائے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ یعنی اللہ تعالیٰ بمقتضائے حکمت ایسے امور غیبیہ پر تم کو مطلع کرنا نہیں چاہتے ولیکن ہاں جس کو اس طرح مطلع کرنا خود چاہیں اور ایسے حضرات وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں ان کو اس طرح مطلع کرنے کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے نام اور حال سے مطلع کردیا گیا تھا مگر عام مسلمانوں کو اس کی اطلاع نہیں دی گئی تھی البتہ واقعات ایسے نازل فرمائے گئے جن کے ذریعہ سے بطور استدلال کے یہ تمیز ظاہر ہوجاوے کہ مومن مخلص کون ہے اور منافق کون ہے۔

اور گو یہ امتیاز یوں بھی ہوسکتا تھا کہ مسلمانوں کو بذریعہ وحی منافقین کے نام بتلا دیئے جاتے مگر بمقتضائے حکمت ایسا نہیں کیا گیا جس کی پوری حکمتیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں مگر ایک ظاہر حکمت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اگر عام مسلمانوں کو بذریعہ وحی بتلادیا جاتا کہ فلاں

منافق ہے تو مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق اور معاملات میں احتیاط کے لئے کوئی ایسی واضح حجت نہ ہوتی کہ جس کو منافق بھی تسلیم کر لیں۔ وہ کہتے کہ تم غلط کہتے ہو ہم تو پکے سچے مسلمان ہیں۔ بخلاف اس کے عملی امتیاز کہ جو مصائب کے ابتلاء کے ذریعہ ہوا مثلاً منافق جہاد سے بھاگ کھڑے ہوئے یا جان چرا کر بیٹھ رہے تو اس طرح عملی طور پر ان کا نفاق کھل گیا اب خود ان کا یہ منہ نہیں رہا کہ مخلص ہونے کا دعویٰ کریں اور اس طرح نفاق کھل جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ مسلمانوں کا ان کے ساتھ ظاہری اختلاط بھی قطع ہوا ورنہ دل میں اختلاف کے باوجود ظاہری اختلاط رہتا تو وہ بھی مضر ہی ہوتا۔

اہل باطل کو ایمان کی ترغیب

اب جب کفار پر دنیا میں فوری عذاب نازل نہ ہونے کی اور مومنین پر بعض شدائد نازل ہونے کی حکمت بتلا دی گئی اور ثابت ہو گیا کہ یہ امور مقبولیت اور غیر مقبولیت کی دلیل نہیں تو اب آگے اہل باطل کو خطاب کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ یعنی ایمان کے پسندیدہ اور کفر کے ناپسندیدہ ہونے میں اے اہل باطل کوئی شبہ مت کرو اور اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لے آؤ اور بے چون و چرا ان کی باتوں کو مانو۔ اس طرح اگر تم ایمان لے آؤ اور کفر و نفاق و معاصی سے پرہیز رکھو تو پھر تم کو بجائے عذاب عظیم والیم کے جس کی وعید کافروں کو گذشتہ آیات میں سنائی جا چکی ہے ایمان و تقویٰ کی بدولت آخرت میں اجر عظیم ملے۔

انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے خصائص علم میں شریک نہیں

اس آیت سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے اس میں رسل کی بھی شرکت ہوگئی۔ تو یہ سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کی دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک اس کا علم غیب ذاتی ہے۔ دوسرے محیط بالکل ہے یہاں آیت میں رسولوں کے لئے جس علم کا اثبات ہے وہ ذاتی تو اس لئے نہیں کہ بذریعہ وحی ہے یعنی علم عطائی ہے۔ اللہ کے بتلانے سے رسولوں کو علم ہوا اور چونکہ بعض خاص امور کا علم مراد ہے اس لئے علم کلی محیط بھی نہیں۔ حق تعالیٰ جو بذریعہ وحی اپنے انبیاء کو امور غیبیہ بتلاتے ہیں وہ حقیقۃً علم غیب نہیں بلکہ غیب کی خبریں ہیں جو انبیاء کرام کو جس وقت اور جس قدر ضروری سمجھی جاتی ہیں دی جاتی ہیں۔ تو ایسا علم غیب جو کلی ہو اور تمام کائنات اور ممکنات کو محیط ہو سو وہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لئے ممکن بھی نہیں جیسے قدرت کاملہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے ایسا ہی علم محیط بھی اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرمائیں اور تا دم آخر اسی پر قائم رہنا نصیب فرمائیں۔ اے اللہ ہم کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی نصیب فرما اور اخلاص کی دولت عطا فرما۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہم کو پاک فرما۔ اے اللہ آپ ہم کو جس حال میں رکھیں اپنی مرضیات پر قائم رکھیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ جو مصائب اور شدائد اہل ایمان پر آتے ہیں وہ آپ کی حکمت اور مصلحت سے آتے ہیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے اور صبر و شکر سے آپ کو راضی رکھنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ ہر طرح کے عذاب و سختی سے ہم کو دنیا میں بھی اپنی پناہ میں رکھئے اور امن و امان اور اسلام و ایمان پر استقامت نصیب فرمائیے اور ایمان و اسلام کی برکت سے آخرت میں بھی عذاب سے بچائیے۔ یا اللہ ہم اسلام کی برکت سے آپ پر اور آپ کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ یا اللہ ہمارے ایمان کو قبول فرما اور ہم کو آخرت کا اجر عظیم عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ

اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لئے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لئے بہت ہی بری ہے۔ وہ لوگ قیامت کے روز

وَلَا	یَحْسَبَنَّ	الَّذِیْنَ	یَبْخَلُوْنَ	بِمَآ	اٰتٰھُمُ	اللّٰهُ	مِنْ فَضْلِهٖ	هُوَ	خَیْرًا	لَّهُمْ	بَلْ	هُوَ	شَرٌّ	لَّهُمْ	سَیُطَوَّقُوْنَ
اور نہ	ہرگز خیال کریں	جو لوگ	بخل کرتے ہیں	میں۔ جو	انکو دیا	اللہ	اپنے فضل سے	وہ	بہتر	ان کیلئے	بلکہ	وہ	برا	انکے لئے	عنقریب طوق پہنایا جائیگا

مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۠

طوق پہنا دیئے جاویں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور اخیر میں آسمان و زمین اللہ ہی کا رہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

مَا	بَخِلُوْا	بِهٖ	یَوْمَ	الْقِیٰمَةِ	وَلِلّٰهِ	مِیْرَاثُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاللّٰهُ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	خَبِیْرٌ
جو	انہوں نے بخل کیا	اس میں	دن	قیامت	اور اللہ کیلئے	وارث	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	جو تم کرتے ہو	باخبر

بخل کی مذمت

بخل کے معنی شریعت میں یہ ہیں کہ جو چیز اللہ کی راہ میں خرچ کرنا کسی پر واجب ہو اس کو خرچ نہ کرے اسی لئے بخل حرام ہے اور اس پر جہنم کی وعید شدید ہے۔ اور جن مواقع پر خرچ کرنا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اس بخل حرام میں داخل نہیں البتہ عام معنی کے اعتبار سے اس کو بھی بخل کہدیا جاتا ہے۔ لیکن اس قسم کا بخل حرام نہیں۔ اور یہاں جو وعید ہے وہ ترک واجب ہی پر ہے۔ اور ترک واجبات کئی قسم کے ہیں اول اپنے اوپر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔ دوسرے زکوٰۃ بفرض اور صدقات واجبہ جیسے صدقہ فطر وغیرہ تیسرے جس وقت مسلمانوں پر کفار کا ہجوم ہو کہ وہ ان کے جان و مال کو ہلاک کرنا چاہتے ہوں تو اس وقت سب مالداروں پر حسب ضرورت خرچ کرنا واجب ہے جس سے مدافعت کرنے والوں کی مدد ہو کہ یہ دراصل اپنی ہی جان مال میں خرچ ہے۔ چوتھے مضطر پر خرچ کرنا جس سے اس کی جان کا خطرہ زائل ہو جائے یہ اخراجات واجب ہیں۔

بخل کی سزا

بخل کی سزا جو اس آیت میں ذکر کی گئی ہے کہ قیامت کے روز جس چیز کے دینے میں بخل کیا ہوگا اس کا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا اس کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں اس طرح فرمائی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تو قیامت کے روز یہ مال ایک سخت زہریلا سانپ بنا کر اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا۔ وہ اس شخص کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں تیرا سرمایہ خزانہ ہوں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ (پوری آیت)

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو ذی رحم اپنے قریبی رشتہ دار سے اس کی ضرورت سے بچے ہوئے مال سے مدد مانگے اور وہ مدد نہ کرے اور بخل کرے تو وہ مال قیامت کے دن سانپ بنا کر اس کو طوق کی طرح پہنا دیا جائے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے تو وہ خزانہ ایک گنجا دو نقطوں والا سانپ بن کر قیامت کے دن اس شخص کے پیچھے لگ جائے گا۔ وہ شخص گھبرا کر کہے گا تو کیا بلا ہے وہ کہے گا میں تیرا خزانہ ہوں جس کو چھوڑ کر آیا تھا۔ وہ سانپ اول اس کے ہاتھ کو کھا لے گا۔ پھر سارے بدن کو قیامت کے عذابوں میں کثرت سے یہ بات ہے کہ جو شخص کسی عذاب کی وجہ سے ریزہ ریزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا پھر عذاب کے مسلط ہونے کے واسطے اپنی اصلی حالت پر عود کر کے دوبارہ عذاب کا محل بنے گا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس چند روزہ زندگی میں ہمیں اپنے عطا کئے ہوئے مال سے آخرت کو کمانے اور آخرت کا اجر و ثواب ذخیرہ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ جو مالی حقوق آپ نے ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کو اخلاص کے ساتھ آپ کی مرضیات پر خرچ کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا

بیشک اللہ تعالیٰ نے سن لیا ہے اُن لوگوں کا قول جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ مفلس ہے اور ہم مالدار ہیں۔ ہم اُن کے کہے ہوئے کو لکھ رکھیں گے

لَقَدْ سَمِعَ	اللّٰهُ	قَوْلَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ اللّٰهَ	فَقِيْرٌ	وَّنَحْنُ	اَغْنِيَآءُ	سَنَكْتُبُ	مَا قَالُوْا
البتہ سن لیا	اللہ	قول (بات)	جن لوگوں نے	کہا	کہ اللہ	فقیر	اور ہم	مالدار	اب ہم لکھ رکھیں گے	جو انہوں نے کہا

وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

اور اُن کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی اور ہم کہیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔ یہ اُن اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے

وَقَتْلَهُمُ	الْاَنْۢبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَّنَقُوْلُ	ذُوْقُوْا	عَذَابَ	الْحَرِيْقِ	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ
اور اُن کا قتل کرنا	نبی (جمع)	ناحق	اور ہم کہیں گے	تم چکھو	عذاب	جلانے والا	یہ	بدلہ۔ جو	آگے بھیجا

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝	اَيْدِيْكُمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ
ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں۔	تمہارے ہاتھ	اور یہ کہ	اللہ	نہیں	ظلم کرنے والا	بندوں پر

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول کے متعلق دو روایات ہیں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی یہ آیت نازل ہوئی مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا تو یہود یہ کہنے لگے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کا پروردگار فقیر ہو گیا ہے جو اپنے بندوں سے قرض مانگتا ہے تو اس کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ دوسری محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ یہود کے مدرسہ میں گئے جہاں یہودیوں کا ایک بڑا عالم درس دے رہا تھا اور اس کے پاس یہودیوں کا ہجوم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس یہودی عالم سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور اسلام قبول کر۔ خدا کی قسم تجھ کو اس امر کا علم یقینی ہے اور قطعی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں اور تم آپ کے اوصاف کو تورات وغیرہ میں لکھا ہوا پاتے ہو پس تم کو چاہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور خدا کو قرض حسنہ دو یعنی اس کی راہ میں صدقہ و خیرات کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا اور دو چند ثواب دے گا۔ اس پر وہ یہودی عالم بولا اے ابوبکر تمہارا یہ گمان ہے کہ ہمارا پروردگار ہم سے قرض مانگتا ہے حالانکہ قرض تو فقیر غنی سے لیا کرتا ہے۔ اگر خدا فقیر نہ ہوتا تو قرض نہ مانگتا۔ پس اگر تمہارا کہنا صحیح ہے تو بلاشبہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ (نعوذ باللہ منہ) اس پر حضرت ابوبکرؓ کو سخت غصہ آیا اور زور سے ایک طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا اور کہا کہ اے دشمن خدا اگر ہمارے اور تیرے درمیان عہد نہ ہوتا تو بخدا میں تیری گردن مار دیتا۔ اس پر اس یہودی عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر حضرت ابوبکر صدیق کی شکایت کی اور کہا کہ آپ کے رفیق نے میرے ساتھ یہ بری حرکت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس دشمن خدا نے بڑی سخت بات کہی۔ اس نے کہا کہ اللہ فقیر ہے ہم مالدار ہیں اس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اس یہودی عالم نے کہا کہ میں نے یہ قول نہیں کہا تھا۔ اپنے کہے سے مکر گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ

نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تصدیق کے لئے اور اس عالم یہودی کی تردید اور تکذیب کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں کہ واقعی اس کذاب یہودی نے یہ ہرزہ سرائی کی تھی۔

حضور ﷺ کے دور کے یہودیوں کو ان کے اجداد کے جرائم کا الزام دینے کی وجہ

اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اوپر جو قول یہود کا مذکور ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کا تھا اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے کا واقعہ یہود مدینہ سے بہت پہلے حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کے زمانہ کا ہے۔ تو قتل انبیاء کے مرتکب تو یہود مدینہ کے بڑے ہوئے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود پر کیوں ملامت کی جا رہی ہے؟ اور قتل انبیاء کا جرم ان مخاطبین یہود مدینہ کی طرف کیسے منسوب کیا گیا؟ تو علمائے مفسرین نے اس کا جواب لکھا ہے کہ یہود مدینہ بھی اپنے ان آباء اور سابق یہود کے فعل سے راضی اور خوش تھے اس لئے یہ خود بھی قاتلین کے حکم میں شمار کئے گئے کیونکہ کسی کے فعل سے راضی ہونا اس فعل کے کرنے کے برابر ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے کہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر اور معصیت میں داخل ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ایک ارشاد اس کی مزید توضیح کرتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین کے معاملہ میں ہر طرح کی گستاخی اور بے باکی سے محفوظ فرمائیں۔ اور ہم کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما۔ اور ملعون ومغضوب اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی بدخصلتوں سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ

وہ ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم فرمایا تھا کہ ہم کسی پیغمبر پر اعتقاد نہ لاویں جب تک کہ ہمارے سامنے معجزہ نذر و نیاز خداوندی کا ظاہر نہ کرے

اَلَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	عَهِدَ	اِلَيْنَآ	اَلَّا	نُؤْمِنَ	لِرَسُوْلٍ	حَتّٰى	يَاْتِيَنَا	بِقُرْبَانٍ	تَاْكُلُهُ
جن لوگوں نے	کہا	کہ	اللہ	عہد کیا	ہم سے	کہ نہ	ہم ایمان لائیں	کسی رسول پر	یہاں تک	وہ لائے ہمارے پاس	قربانی	جسے کھالے

النَّارُ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ

کہ اس کو آگ کھا جاوے، آپ فرما دیجئے کہ بالیقین بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے بہت سے دلائل لے کر آئے اور خود یہ معجزہ بھی جس کو تم کہہ رہے ہو سو تم نے اُن کو کیوں قتل کیا تھا

النَّارُ	قُلْ	قَدْ جَآءَكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِيْ	بِالْبَيِّنٰتِ	وَبِالَّذِيْ	قُلْتُمْ	فَلِمَ	قَتَلْتُمُوْهُمْ
آگ	آپ کہہ دیں	البتہ تمہارے پاس آئے	بہت سے رسول	مجھ سے پہلے	نشانیوں کے ساتھ	اور اسکے ساتھ جو	تم کہتے ہو	پھر کیوں	تم نے انہیں قتل کیا

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ

اگر تم سچے ہو۔ سو اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو بہت سے پیغمبروں کو جو آپ سے پہلے گزرے ہیں تکذیب کی جا چکی ہے جو معجزے لے کر آئے تھے

اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقَدْ	كُذِّبَ	رُسُلٌ	مِّنْ قَبْلِكَ	جَآءُوْ	بِالْبَيِّنٰتِ
اگر	تم ہو	سچے	پھر اگر	وہ جھٹلائیں آپ کو	تو البتہ	جھٹلائے گئے	بہت سے رسول	آپ سے پہلے	وہ آئے	کھلی نشانیوں کے ساتھ

وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۝	وَالزُّبُرِ	وَالْكِتٰبِ	الْمُنِيْرِ	
اور صحیفے لے کر اور روشن کتاب لے کر .	اور صحیفے	اور کتاب	روشن	

یہودیوں کا ایک حیلہ گناہ

ان آیات میں یہود کا ایک اور افتراء اور بہتان ذکر کیا جاتا ہے کہ جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے لئے گھڑا تھا اور آپ پر ایمان نہ لانے کے لئے ایک حیلہ یہ پیش کیا تھا کہ پچھلے انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی وہ یا ان کی امت کے لوگ کوئی قربانی یا اور کوئی چیز اللہ کے نام کی نذر کر دیتے تو اس کو میدان یا پہاڑ پر رکھ دیتے۔ آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو جلا دیتی تو یہ سمجھا جاتا کہ قربانی یا نذر و نیاز خدا کی جناب میں قبول ہو گئی اور اگر اس کے جلانے کے لئے آسمان سے آگ نہ آتی تو سمجھا جاتا کہ خدا کے ہاں وہ قربانی یا نذر و نیاز قبول نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بعض انبیاء بنی اسرائیل کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ ان کی قربانی یا کوئی چیز اللہ کے نام نذر و نیاز کی ہوتی تو آسمان سے آگ آکر اس کو کھا جاتی اور یہ اس قربانی اور نذر کے قبول ہونے کی علامت ہوتی۔ اب یہود نے یہ بہانہ پکڑا کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جب تک کوئی پیغمبر ہمیں یہ معجزہ نہ دکھائے کہ آسمان سے آگ آئے اور اس کی قربانی کو کھا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اس سے ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ کی نبوت پر طعن کرنا تھا کہ چونکہ آپ نے ایسا کوئی معجزہ نہیں دکھایا اس لئے آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔ نیز یہود کہتے کہ پہلے پیغمبر تو قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے لیکن یہ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں اور پہلے رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے یہ کس طرح رسول ہو سکتے ہیں۔ اس پر مزید یہ جرأت کی کہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اس پر ایمان نہ لائیں جس سے یہ معجزہ آسمانی آگ کے آنے اور قربانی اور نذر و نیاز کے مال کو جلانے کا صادر نہ ہو۔ یہ یہود کے محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم ان کی کتابوں میں موجود نہ تھا۔

نہ آج موجود ہے۔ اور نہ ہر نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اس کو یہ معجزہ ملا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض انبیاء سے یہ معجزہ ضرور ظاہر ہوا تھا لیکن ہر پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے اوقات واحوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کو یہ خاص امتیاز عطا فرمایا تھا کہ اموال وصدقات آسمانی آگ کی نذر کرنے کی بجائے مسلمان فقراء وغرباء کو دیئے جائیں اور اپنی قربانیوں کا گوشت کھایا جائے۔ الغرض یہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے کا محض جھوٹا بہانہ تھا۔ اور گذشتہ کسی آسمانی کتاب میں اس قسم کا کوئی حکم موجود نہ تھا اور چونکہ یہود کا یہ دعویٰ بالکل بے دلیل اور باطل تھا کہ اللہ نے ان سے یہ عہد لیا ہے اس لئے اس کا جواب دینے کی ضرورت نہ تھی البتہ ان کو انہی کے مسلمہ اصول اور قول سے مغلوب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ ان کو یہ جواب دیں کہ اگر تم اپنے قول میں سچے ہو اور تم کسی پیغمبر پر اس وقت تک ایمان نہیں لاتے جب تک کہ اس میں یہ خاص معجزہ نہ دیکھ لو تو پھر بتاؤ کہ تم نے ان قدیم پیغمبروں کو جو مجھ سے پہلے اپنی صداقت کے دلائل و معجزات لے کر آئے اور ان کے پاس یہ خاص معجزہ بھی موجود تھا۔ اس کے باوجود تم نے ان رسولوں کو نہ مانا بلکہ ان میں سے کئی ایک کو تمہارے باپ دادا نے قتل بھی کر دیا جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام اور تم اپنے اسلاف کے اس فعل سے آج تک راضی ہو۔ تو کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ بازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہ معجزہ آسمانی آگ سے نذر کے کھا جانے کا نہ دکھلائے ہم اس کو رسول نہ مانیں گے۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اگرچہ یہود کا یہ دعویٰ اور مطالبہ قطعاً غلط تھا لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ بھی ظاہر ہو جاتا تو شاید وہ ایمان لے آتے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ لوگ محض عناد اور ہٹ دھرمی سے یہ باتیں کہہ رہے ہیں اگر ان کے کہنے کے مطابق معجزہ ظاہر ہو بھی جاتا جب بھی یہ ایمان نہ لاتے اور پھر کوئی بہانہ اور کھڑا کر دیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

چونکہ یہود کے ان اقوال سے جس سے ان کا مقصود تکذیب کرنا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا تھا۔ نیز اور کفار بھی اس تکذیب میں شریک تھے جس سے اور رنج بڑھتا تھا لہٰذا آخری آیت میں حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ ان ملعون یہود کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول اور دلگیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذوبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور باوجود یہ کہ وہ صاف نشانیاں معجزات صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ تو انبیاء سابقین کی تکذیب معاندین کی ہمیشہ سے عادت رہی ہے آپ کو یہ کچھ انوکھی بات پیش نہیں آ رہی ہے اس لئے اس پر غم نہ کیجئے کیونکہ یہ معاملہ تو بھی انبیاء کے ساتھ ہوتا چلا آیا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اے اللہ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع وفرمانبردار بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے اللہ کفار ومشرکین نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں مغموم کیا اے اللہ ہم کو آپ کا امتی ہو کر آپ کو رنجیدہ کرنے سے بچا اور اپنی اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ یہ ملعون قوم یہود جو اسلام اور اہل اسلام کی ہمیشہ سے دشمن رہی ہے اور جس نے آپ کی اور آپ کے رسولوں کی شان میں بہت گستاخیاں کی ہیں اس کی پکڑ اور گرفت کا وقت نزدیک فرما دے اور دنیا سے ان کے مٹ جانے کا زمانہ قریب کر دے۔ یا اللہ ان ملعون یہود کے مقابلہ میں اہل اسلام کی تائید ونصرت فرما دے اور جیسے ابتداء میں اہل اسلام کے ہاتھوں اس ملعون قوم کو ذلیل وخوار فرمایا تھا اب پھر اہل اسلام کو قوت وطاقت عطا فرما دے اور اسلام وایمان کی برکت سے اس ملعون قوم پر غلبہ عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت ہی کے روز ملے گی تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا

كُلُّ	نَفْسٍ	ذَآئِقَةُ	الْمَوْتِ	وَاِنَّمَا	تُوَفَّوْنَ	اُجُوْرَكُمْ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	فَمَنْ	زُحْزِحَ	عَنِ	النَّارِ
ہر	جان	مزا چکھنا	موت	اور بیشک	پورے پورے ملیں گے	تمہارے اجر	قیامت کے دن	پھر جو	دور کیا گیا	سے	دوزخ

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۞ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ

سو پورا کامیاب وہ ہوا اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔ البتہ آگے اور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں

وَاُدْخِلَ	الْجَنَّةَ	فَقَدْ فَازَ	وَمَا	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَآ	اِلَّا	مَتَاعُ	الْغُرُوْرِ	لَتُبْلَوُنَّ	فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ
اور داخل کیا گیا	جنت	پس مراد کو پہنچا	اور نہیں	زندگی	دنیا	سوائے	سودا	دھوکہ	تم ضرور آزمائے جاؤ گے میں	اپنے مال

وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى

اور اپنی جانوں میں اور البتہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دلآزاری کی اُن لوگوں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں اور اُن لوگوں سے جو مشرک ہیں

وَاَنْفُسِكُمْ	وَلَتَسْمَعُنَّ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا	اَذًى
اور اپنی جانیں	اور ضرور سنو گے	سے	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	تم سے پہلے	اور۔ سے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	دُکھ دینے والی

كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۞

اور اگر صبر کرو گے اور پرہیز رکھو گے تو یہ تاکیدی احکام میں سے ہے

	كَثِيْرًا	وَاِنْ	تَصْبِرُوْا	وَتَتَّقُوْا	فَاِنَّ	ذٰلِكَ	مِنْ	عَزْمِ	الْاُمُوْرِ	
	بہت	اور اگر	تم صبر کرو	اور پرہیزگاری کرو	تو بیشک	یہ	سے	ہمت	کام (جمع)	

مومنین کے لئے بشارت اور کافروں کے لئے وعید

ہر ذی روح اور متنفس کو ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ جو مخلوق ایک مرتبہ دنیا میں پیدا ہوئی ہے اسے فنا ضرور ہے۔ پھر یہ نہیں کہ مرنے کے بعد معاملہ ختم ہو گیا بلکہ ہر جھوٹے اور سچے۔ مصدق اور مکذب کو اپنے اپنے کئے کا قیامت میں پورا بدلہ مل کر رہے گا۔ یعنی موت کے گھاٹ اترنے کے بعد ایک وقت وہ آئے گا جب اللہ تعالیٰ قیامت و آخرت قائم کریں گے اور مخلوق کو ان کے کل اعمال چھوٹے بڑے چھپے کھلے سب کی جزا و سزا ملے گی۔ اگر اچھے اعمال ہوئے تو اچھا بدلہ ملے گا اور برے اعمال ہوئے تو برا بدلہ ملے گا۔ تو مکذبین کو اس طرح جتلا دیا گیا کہ اگر دنیا میں سزا نہ ہو تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم سزا سے بچ گئے۔ قیامت میں مکذبین کو ضرور بالضرور پوری پوری سزا ملے گی۔ اور یہاں یہ جو فرمایا کہ قیامت میں پورا پورا بدلہ ہر ایک کو مل کر رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا بدلہ ممکن ہے دنیا میں مرنے کے بعد عالم برزخ میں قیامت سے پہلے بھی مل جائے۔ تاہم اگر دنیا میں یا عالم قبر میں سزا ملتی ہے تو وہ اعمال دنیا کا پورا بدلہ نہیں۔ وہ تو سزا یا جزا کا محض ایک نمونہ ہے۔ پس قیامت میں جو شخص جہنم سے محفوظ کر دیا گیا جو تمام تکلیفوں مصیبتوں اور رنج و غم اور دکھ و درد کا معدن و منبع اور دائمی ٹھکانہ ہے اور جنت میں داخل کر دیا گیا جو تمام راحتوں اور نعمتوں اور لذتوں اور خوشیوں اور مسرتوں کا معدن اور مخزن اور ابدی ٹھکانہ ہے تو ایسا شخص پورا کامیاب اور بامراد انسان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو جنت سے جدا رہا اور جہنم میں داخل کیا گیا وہ پورا ناکام اور نامراد انسان رہا اگرچہ وہ

دنیاوی زندگی میں کیسے ہی عیش و عشرت کے ساتھ رہا ہو۔ تو یہاں یہ جتلایا گیا کہ اے انسانو تم کو وہی کام کرنے چاہئیں جو قیامت و آخرت میں جہنم سے دور اور جنت میں داخل کرنے والے ہوں اور محض دنیا کی زندگی اور اس کے عیش و آرام اور مال دولت ہی کو اصل مراد نہ سمجھ لینا چاہیے کیونکہ یہ سب چیزیں عالم خواب و خیال ہو جائیں گی۔ پھر اس بے بنیاد چیز کے نشہ میں آخرت سے غافل ہونا گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا ہے۔ جو دھوکہ میں آ کر اسے خرید لیتا ہے تو دھوکہ زائل ہونے کے بعد پچھتاتا ہے۔ پس اگر ایسے وقت دھوکہ دور ہوا جب کہ تلافی کا وقت باقی ہے تب تو خیریت ہے ورنہ پھر بجز حسرت و یاس کے اور کچھ نتیجہ نہیں۔

دوزخ سے بچالینے کا مطلب

یہاں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا مراد اس سے عام ہے خواہ ابتداءً بچا لیا جائے جیسے اولیاء صلحاء وغیرہ یا بعد سزا کے جیسے گنہگار مسلمان۔ اس میں سب مسلمان آ گئے اور ان کے پورے کامیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ کے لئے ہر طرح کی نعمتیں پاویں گے پس اس بناء پر اس کے مقابلہ میں جو جنت سے جدا رہا اس سے مراد یہ ہوگی کہ ہمیشہ کے لئے جدا رہا پس یہ خاص ہوگا کفار کے ساتھ اور اس کا ناکام ہونا اس لئے ہے کہ کبھی تکلیف سے نجات نہ ہوگی اور کبھی راحت نصیب نہ ہوگی۔ اور یہ جو فرمایا کہ دنیوی زندگی تو کچھ نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ دنیوی زندگی سب کے لئے مضر ہے۔ مطلب تشبیہ سے صرف یہ ہے کہ یہ اصلی مقصود بنانے کے قابل نہیں بلکہ اگر کوئی کریم قصداً یہ سودا عمدہ داموں کو خریدنے لگے تو اس سودے سے محبت نہ کرے بلکہ غنیمت سمجھ کر بیچ ڈالے چنانچہ اہل حق اس حیاۃ اور اس کے تمتعات و لذات کے عوض اللہ تعالیٰ سے اعمال صالحہ اور جنات عالیہ لے لیتے ہیں۔

مومنین کو صبر کی تلقین

اب یہ آخرت کی کامیابی اور ناکامی اور دائمی جزا و سزا کا حال سنا کر آگے مسلمانوں کو خطاب ہے اور صبر و تقویٰ کی تعلیم دی جاتی ہے اور آگاہ کیا جاتا ہے کہ مسلمانو ابھی جان و مال دونوں ہی سے تمہاری آزمائش ہوگی اور خدا کی راہ میں تمہارے مال بھی طلب کئے جائیں گے اور جانیں بھی اور جس طرح اب تک تمہیں جانی اور مالی قربانیاں دینی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائشیں ہوتی رہی ہیں اسی طرح آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور قربانیاں دینی پڑیں گی۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ کفار سے جہاد اور جنگ و قتال کا حکم اس کے بعد نازل ہوا تاہم صبر و تقویٰ کا حکم جو اس آیت میں دیا گیا ہے وہ قتال اور جنگ کے باوجود بھی باقی ہے اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ مسلمان ان کفار اور منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش نہ کھائیں اور صبر و استقلال سے انکا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہیں۔ ایک روایت اس آیت کے شان نزول کے متعلق یہ بھی مذکور ہے کہ کعب بن اشرف یہودی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ کی شان میں ہجو کے اشعار کہا کرتا تھا تو مسلمانوں کو تعلیم صبر کے ساتھ یہ خبر دی گئی کہ ابھی آئندہ بہت کچھ سننا پڑے گا لہٰذا تحمل اور صبر و تقویٰ سے کام لو اور چونکہ یہود کے ساتھ ایذا مسلمین میں مشرکین بھی شریک تھے اس لئے یہود یعنی اہل کتاب کے ساتھ مشرکین کا بھی ذکر آیت میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ صبر و تقویٰ کا یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ کرو یا مواقع انتقام میں انتقام نہ لو یا مواقع قتال میں قتال نہ کرو بلکہ حوادث سے دل تنگ نہ ہو اور اس کا مقابلہ سہار اور استقلال سے کیا جاوے اور تقویٰ یہ کہ خلاف شرع امور سے بچا جائے گو تدبیر بھی کی جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہم سے اپنی مرضیات کے وہ عمل کرا لیجئے کہ جو قیامت میں جہنم سے دوری اور جنت میں داخلہ کا سبب بن جائیں۔ اے اللہ اپنے فضل و کرم سے ہم سب کو آخرت کی بھلائی اور پوری پوری کامیابی نصیب فرما۔ اے اللہ صبر و تقویٰ کی دولت سے ہم کو دنیا میں سرفراز فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ

اور جبکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ اُس کتاب کو عام لوگوں کے رُوبرو ظاہر کر دینا اور اُس کو پوشیدہ مت کرنا سو اُن لوگوں نے

وَاِذْ	اَخَذَ	اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	لَتُبَيِّنُنَّهٗ	لِلنَّاسِ	وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ	فَنَبَذُوْهُ
اور جب	لیا	اللہ	عہد	وہ لوگ جنہیں	کتاب دی گئی	اسے ضرور بیان کر دینا	لوگوں کیلئے	اور نہ چھپانا اسے	تو انہوں نے پھینک دیا

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

اُس کو اپنی پس پشت پھینک دیا اور اُس کے مقابلہ میں کم حیثیت معاوضہ لے لیا سو بُری چیز ہے جس کو وہ لوگ لے رہے ہیں تو انہوں نے اسے پھینک دیا جو لوگ ایسے ہیں

وَرَآءَ	ظُهُوْرِهِمْ	وَاشْتَرَوْا بِهٖ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَبِئْسَ مَا	يَشْتَرُوْنَ	لَا تَحْسَبَنَّ	الَّذِيْنَ
پیچھے	اپنی پیٹھ (جمع)	حاصل کی اسکے بدلے	قیمت	تھوڑی	تو کتنا بُرا ہے جو	وہ خریدتے ہیں	آپ ہرگز نہ سمجھیں کے	جو لوگ

يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ

کہ اپنے کردار پر خوش ہوتے ہیں اور جو کام نہیں کیا اس پر چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف ہو سوایسے شخصوں کو ہرگز ہرگز مت خیال کرو کہ وہ خاص طور کے عذاب سے بچاؤ میں رہیں گے۔

يَفْرَحُوْنَ	بِمَآ اَتَوْا	وَ	يُحِبُّوْنَ	اَنْ	يُّحْمَدُوْا	بِمَا	لَمْ يَفْعَلُوْا	فَلَا	تَحْسَبَنَّهُمْ	بِمَفَازَةٍ	مِّنَ	الْعَذَابِ
خوش ہوتے ہیں	اس پر جو انہوں نے کیا	اور	وہ چاہتے ہیں	کہ	انکی تعریف کیجائے	اس پر جو	انہوں نے نہیں کیا	پس نہ	سمجھیں آپ انہیں	رہا شدہ	سے	عذاب

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾

اور ان کو دردناک سزا ہوگی۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

وَلَهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَلِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاللّٰهُ	عَلٰي	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور ان کیلئے	عذاب	دردناک	اور اللہ کے لئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین	اور اللہ	پر	ہر شے	قادر

اہل کتاب اور منافقین کی بدعہدی اور دین فروشی

اوران آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ علمائے اہل کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ یعنی تورات و انجیل میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات چھپائیں گے نہیں اور نہ ہیر پھیر کر کے ان کے معنی بدلیں گے۔ مگر انہوں نے اس عہد کی ذرہ برابر پروا نہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام الٰہیہ بدل ڈالے۔ آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزمان کی بشارت اور آپ پر ایمان لانے کا حکم اسی کو سب سے زیادہ چھپایا اور دنیا کے مال و متاع کی محبت میں پھنس کر نہایت حقیر اور ذلیل نفع کی خاطر اپنے عہد کو پس پشت ڈال دیا۔ چنانچہ علمائے یہود رشوتیں کھاتے اور غلط مسئلے بتاتے اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے اور پھر اس پر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور امید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں گے کہ بڑے عالم حق پرست ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب علمائے یہود سے کوئی بات دریافت فرماتے تو وہ اصل بات کو تو چھپا لیتے اور خلاف واقع بات بیان کر کے چلے جاتے پھر اپنے اس چھپانے پر دل میں خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ اس پر ان اہل کتاب کو وعید سنائی گئی کہ وہ ان باتوں سے دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے

چھوٹ نہیں سکتے اور اپنی چالاکیوں پر خوش نہ ہوں۔تم نے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو بھلایا اور حق گوئی کو ترک کیا اور دین فروشی کو اختیار کیا تو اس کی سزا تم کو ملنی ہے کیونکہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تو اللہ ہی کے لئے ہے اس کے اقتدار اور قدرت سے کوئی باہر نہیں جو کسی تدبیر اور حیلہ سے اس کی سزا سے بچ جائے۔تو اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیات یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ایک روایت کی بنا پر بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اپنی چالاکیوں پر خوش ہونے اور تعریف چاہنے کی مذمت جو یہاں بیان فرمائی گئی ہے وہ منافقین کے بارے میں ہے۔جو زیادہ تر یہود میں سے تھے۔بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان جنگ میں تشریف لے جاتے تو منافقین اپنے گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے۔پھر اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی اور ہم لڑائی سے بچ گئے۔جب آنحضرت ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو یہ باتیں بناتے۔غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کرتے اور قسمیں کھا کھا کر اپنے معذور ہونے کا آپ کو یقین دلاتے اور چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں اس پر یہ آیت لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ نازل ہوئی اور ان سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔اول تو ایسے لوگ دنیا ہی میں رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو آخرت میں تو کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔اور چھوٹ کیسے سکتے ہیں۔

یہود کے دو جرم

یہاں ان آیات میں علمائے اہل کتاب کے دو جرم بیان فرمائے گئے اور ان کی سزا ظاہر فرمائی گئی۔جرم تو یہ تھے کہ اول ان کو حکم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو احکام آئے ہیں ان کو کھول کر بے کم و کاست سب کے سامنے بیان کریں گے اور کسی حکم کو چھپائیں گے نہیں مگر انہوں نے اپنی دنیوی اغراض اور طمع نفسانی کی خاطر اس عہد کی پروانہ کی اور بہت سے احکام الٰہیہ لوگوں سے چھپاتے دوسرے یہ کہ نیک عمل کرتے تو ہیں نہیں اور چاہتے ہیں کہ بغیر عمل کے ان کی تعریف کی جائے۔قرآن کریم نے ان دونوں باتوں پر ان کی مذمت فرمائی اور عذاب الیم کی وعید سنائی تو اگرچہ شان نزول آیات کا خاص ہے مگر بوجہ عموم الفاظ کے دوسروں کو بھی شامل ہے جو ایسی حرکات کرے۔

آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی معصیت یا بدکرداری پر فرحت اور خوشی مذموم ہے۔اور کوئی نیک عمل کرنے کے بعد بھی اس پر لوگوں کی مدح و ثنا کا انتظار و اہتمام کرے تو عمل کرنے کے باوجود بھی قواعد شرعیہ کی رو سے یہ مذموم ہے اور نہ کرنے کی صورت میں تو اور بھی زیادہ مذموم ہے۔

اب یہاں ان آیات کے خاتمہ پر وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ فرما کر جہاں یہ ظاہر فرمایا گیا ہے کہ بادشاہت آسمانوں اور زمین کی اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ ہر شے پر قادر ہے پس ایسے قادر مطلق کے عذاب اور سزا سے چھٹکارا پانے کی کوئی سبیل نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ سے جو عہد ہم نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر کیا ہے اللہ ہم کو اس عہد کی پابندی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں اے اللہ دین کے جو احکام ہم کو معلوم ہوں ان میں حق گوئی کی توفیق ہمیں عطا ہو اور اللہ و رسول کے احکام کو چھپانے اور اس میں اپنی نفسانی اغراض کو پنہاں رکھنے کی بدعملی سے ہم کو کامل طور پر بچایئے۔اے اللہ حب جاہ اور اپنی تعریف کی خواہش اور تمنا سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمایئے اور ان منافقانہ خصلتوں سے ہمیں کامل طور پر بچایئے۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِیْنَ

بلاشبہ آسمانوں کے اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لئے۔ جن کی حالت

إِنَّ	فِیْ	خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَاخْتِلَافِ	الَّیْلِ	وَالنَّهَارِ	لَاٰیٰتٍ	لِّاُولِی الْاَلْبَابِ	الَّذِیْنَ
بیشک	میں	پیدائش	آسمان (جمع)	اور زمین	اور آنا جانا	رات	اور دن	نشانیاں ہیں	عقل والوں کیلئے	جو لوگ

یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔

یَذْكُرُوْنَ	اللّٰهَ	قِیٰمًا	وَّقُعُوْدًا	وَّعَلٰی	جُنُوْبِهِمْ	وَیَتَفَكَّرُوْنَ	فِیْ خَلْقِ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
یاد کرتے ہیں	اللہ	کھڑے	اور بیٹھے	اور پر	اپنی کروٹیں	اور غور کرتے ہیں	پیدائش میں	آسمانوں	اور زمین

توحید الٰہی کے دلائل

گذشتہ آیات کو وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پر ختم فرمایا تھا چونکہ اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ کی بادشاہت اور کمال قدرت کو ظاہر فرما کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت بھی ظاہر فرمائی گئی تھی اس لئے آگے ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی الوہیت اور اس کی وحدانیت اور کمال قدرت اور کمال حکمت یعنی توحید خداوندی کے دلائل بیان فرمائے جاتے ہیں اور اہل عقل اور اہل دانش کی مدح فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے مخلوقات خداوندی کو دیکھکر خالق کا پتہ چلا لیا اور مصنوعات کو دیکھ کر صانع حقیقی کو پہچان لیا۔ جو دن رات ہمہ وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر میں سرشار رہتے ہیں اور اس کی تسبیح اور دعا میں مشغول رہتے ہیں۔

شان نزول

حضرت عطا ابن ابی رباحؒ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں سے جو سب سے زیادہ عجیب چیز آپ نے دیکھی ہے وہ مجھے بتلایئے۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا آپ کی کس شان کو پوچھتے ہو؟ آپ کی تو ہر شان عجیب ہی تھی۔ ہاں ایک واقعہ عجیب سناتی ہوں وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اجازت دو کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں۔ چنانچہ آپ نے وضو فرمایا اور پھر نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور قیام میں اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو سینہ مبارک پر بہہ گئے۔ پھر رکوع فرمایا اور اس میں بھی روئے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی روتے رہے پھر سر اٹھایا اور مسلسل روتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ بلال آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی اطلاع دی۔ حضرت بلال فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس قدر کیوں گریہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی سب تقصیرات معاف فرمادی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں اور شکریہ میں گریہ وزاری کیوں نہ کروں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آج کی شب مجھ پر یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی ہے۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کے بعد آپ نے فرمایا بڑی تباہی ہے اس شخص کے لئے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔

عقل مند کون ہیں

یہاں آیت میں اور قرآن کریم کی اصطلاح میں اولوالالباب یعنی عاقل کامل انہی کو فرمایا کہ جو کائنات عالم آسمان زمین اور ان میں سمائی ہوئی تمام مخلوقات اور مصنوعات میں غور و فکر کر کے خالق اور صانع حقیقی کی صحیح معرفت تک پہنچ گئے اور خدا کی یاد اور آخرت کی فکر میں لگ گئے۔ اور سمجھ گئے کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس کے بعد ایک اور عالم کی طرف کوچ ہونا ہے تو معلوم ہوا کہ قرآن کریم انہی کو اہل عقل کہتا ہے کہ جو اہل ذکر اور اہل فکر ہیں۔ اور مخلوقات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور قدرت و حکمت کو پہچان لیتے ہیں۔ اور خدا کی طرف عاجزی اور گریہ زاری اور آخرت کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔

آسمان جیسی بلند اور وسعت والی مخلوق اور زمین جیسی پست و سخت اور لمبی چوڑی مخلوق پھر آسمان میں بڑی بڑی نشانیاں مثلاً چاند و سورج اور چلنے پھرنے والے سیارے اور اپنی جگہ ٹھہرنے والے ستارے اور زمین کی بڑی بڑی پیداوار مثلاً پہاڑ و جنگل درخت اور گھاس اور کھیتیاں اور میوے اور پھل و پھول اور مختلف قسم کے جاندار اور الگ الگ ذائقہ اور خوشبو اور رنگ و خواص کے میوے اور پھل کیا یہ سب نشانیاں ایک سمجھدار انسان کی رہبری خداوند قدوس کی ذات عالی کی طرف نہیں کرتیں؟

پھر دن رات کا آنا جانا اور ان کا کم و زیادہ ہونا پھر برابر ہونا پھر کبھی سردی کبھی گرمی کبھی خزاں کبھی بہار کیا انسان کو ان سب میں غور و فکر کرنے سے اس کی قدرت اور کمال کی بڑی بڑی نشانیاں اور دلائل نہیں معلوم ہوتے؟ مگر ہاں عقلمندوں کے لئے جو پاکیزہ نفس والے ہر چیز کی حقیقت پر نظریں ڈالنے کے عادی ہیں اور بیوقوفوں کی طرح آنکھ کے اندھے اور کان کے بہرے نہیں۔

جانور بھی پہچانتا ہے کہ مجھے گھاس دانہ کون دیتا ہے اور جب مالک سامنے آتا ہے تو یہ جانور گردن جھکا دیتا ہے مگر ایک نیچری فلسفی اور دہریہ سائنس دان کی گردن خدا کے سامنے نہیں جھکتی۔ فکر آخرت سے غافل اور حق تعالیٰ کا منکر و باغی بنا رہتا ہے ایسے ہی پڑھے لکھے جاہل اور احمقوں کے بارہ میں قرآن پاک میں نویں پارہ سورہ اعراف میں فرمایا گیا ہے لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ان کے دل ہیں مگر یہ ان سے سوچتے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ یہ ان سے بھی بڑھ کر بے راہ ہیں یہی لوگ تو غافل ہیں۔

عقل مندوں کی صفت

قرآن کریم نے عقل والوں کی یہ صفت اور علامت بتلائی اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ یعنی عقل والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کریں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے یعنی ہر حال میں اور ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں دل سے اور زبان سے مشغول رہتے ہیں یعنی کسی حال میں خدا سے غافل نہیں رہتے۔

یہاں سے ذکر اللہ کی بھی فضیلت ثابت ہوئی علماء نے لکھا ہے کہ شریعت میں ذکر کے علاوہ کسی اور عبادت کی کثرت کا حکم نہیں دیا گیا لیکن ذکر کے متعلق قرآن پاک میں کئی جگہ کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی فضیلت اور حکم آیا ہے۔ اور ۲۲ ویں پارہ سورہ احزاب میں تو صریح حکم ایمان والوں کو ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا اے ایمان والو تم اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو۔ ذکر کے علاوہ تمام عبادات کے لئے کچھ شرائط و قواعد ہیں جن کے بغیر وہ عبادات ادا نہیں ہوتیں بخلاف ذکر کے کہ اس کو کھڑے بیٹھے لیٹے باوضو ہو بے وضو ہو پاک ہو ناپاک ہو رات ہو یا دن ہو جنگل میں ہو دریا میں ہو۔ سفر میں ہو حضر میں ہو۔ فقر میں ہو تو نگری میں ہو۔ بیماری میں ہو صحت میں ہو آہستہ ہو یا پکار کر ہو۔ دل سے ہو یا زبان سے ہو ہر حال میں ہر وقت انجام دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ذکر کی ہم کو بھی ہر حال میں توفیق عطا فرمائیں۔

عقل مندوں کی دوسری صفت

آگے یہاں آیت میں عقل والوں کی ایک دوسری علامت اور صفت بتلائی گئی وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں اپنی قوت عقلیہ سے غور و فکر کرتے ہیں۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر عبادت ہے اسی طرح اس کی مخلوقات میں غور و فکر بھی ایک عبادت ہے۔ حضرت امام بصریؒ کا قول ہے کہ ایک ساعت آیات قدرت میں غور و فکر کرنا ساری رات کے قیام سے افضل ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ غور و فکر معرفت الٰہیہ کا سبب ہونے کی وجہ سے بڑی عبادت ہے۔ مگر ایک بات یہاں سمجھ لینے کی ہے وہ یہ کہ ذکر تو اللہ جل شانہ کی ذات و صفات کا مطلوب ہے اور غور و فکر اللہ کی مخلوقات میں مقصود ہے۔ اسی وجہ سے اکابر اہل معرفت کی وصیت ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں میں غور و فکر کرو مگر خود اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر نہ کرو کہ وہ تمہاری رسائی سے بالاتر ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم کو بھی اپنے فضل سے دین کی عقل و فہم عطا فرما دے۔ اور اپنے اولوالالباب بندوں میں شامل فرما لے۔ اے اللہ ہم کو بھی اپنی مخلوق میں غور و فکر کرنے والا بنا دے اور اس کے نتیجہ میں اپنے ذکر و فکر کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٩١﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

اے ہمارے پروردگار آپ نے اس مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا آپ کی ذات پاک ہے سو ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار بلاشبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں

رَبَّنَا	مَا	خَلَقْتَ	هٰذَا	بَاطِلًا	سُبْحٰنَكَ	فَقِنَا	عَذَابَ	النَّارِ	رَبَّنَا	اِنَّكَ	مَنْ	تُدْخِلِ	النَّارَ
اے ہمارے رب	نہیں	تو نے پیدا کیا	یہ	بے فائدہ	تو پاک ہے	تو ہمیں بچالے	عذاب	آگ (دوزخ)	اے ہمارے رب	بیشک تو	جو جس	داخل کیا	آگ (دوزخ)

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿١٩٢﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ

اس کو واقعی رسواہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں

فَقَدْ	اَخْزَيْتَهٗ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ	رَبَّنَا	اِنَّنَا	سَمِعْنَا	مُنَادِيًا	يُّنَادِيْ	لِلْاِيْمَانِ
تو ضرور	تو نے اس کو رسوا کیا	اور نہیں	ظالموں کے لئے	کوئی	مددگار	اے ہمارے رب	بیشک ہم نے	سنا	پکارنے والا	پکارتا ہے	ایمان کیلئے

اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ڰ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿١٩٣﴾ رَبَّنَا

کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دیجئے۔ اے ہمارے پروردگار

اَنْ اٰمِنُوْا	بِرَبِّكُمْ	فَاٰمَنَّا	رَبَّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	ذُنُوْبَنَا	وَكَفِّرْ عَنَّا	سَيِّاٰتِنَا	وَتَوَفَّنَا	مَعَ الْاَبْرَارِ	رَبَّنَا
کہ ایمان لے آؤ	اپنے رب پر	سو ہم ایمان لائے	اے ہمارے رب	تو بخش دے ہمیں	ہمارے گناہ	اور دور کر دے ہم سے	ہماری برائیاں	اور ہمیں موت دے	نیکوں کیساتھ	اے ہمارے رب

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿١٩٤﴾

اور ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے، یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

	وَاٰتِنَا	مَا	وَعَدْتَّنَا	عَلٰى	رُسُلِكَ	وَلَا تُخْزِنَا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّكَ	لَا تُخْلِفُ	الْمِيْعَادَ	
	اور ہمیں دے	جو	تو نے ہم سے وعدہ کیا	پر (ذریعہ)	اپنے رسول (جمع)	اور نہ رسوا کر ہمیں	قیامت کے دن	بیشک تو	نہیں خلاف کرتا	وعدہ	

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اہل معرفت کی معروضات

گذشتہ آیات میں اولوا الالباب یعنی دانشمند اور عقلمند لوگوں کا ذکر تھا کہ جو ہر حال میں دل سے اور زبان سے اللہ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش اور اللہ کی دوسری مخلوقات میں غور و فکر کرتے ہیں اور اس غور و فکر کے نتیجہ میں وہ معرفت الٰہیہ حاصل کرتے ہیں اور اپنے مالک حقیقی و پروردگار سے عرض معروض کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔

پہلی عرض :۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ تمام کائنات اور یہ کارخانہ عالم بے کار اور بے مقصد نہیں بنایا اور اس مخلوق کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ عالم کا ہر ہر جز اور ہر ہر چیز صدہا مصلحتوں اور حکمتوں سے لبریز ہے۔ اے پروردگار آپ کی ذات عبث اور بے کار کام کرنے سے منزہ اور پاک ہے۔ یقیناً ان عجیب و غریب اور پر حکمت انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم نتیجہ پر جا کر ختم ہوگا۔ یہاں سے انکا ذہن آخرت کی طرف جاتا ہے جو موجودہ زندگی کا آخری قدرتی اور منطقی نتیجہ ہے۔ اور کہتے ہیں فقنا عذاب النار یعنی اے پروردگار ہم کو آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچانا۔

دوسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ یعنی اے ہمارے پروردگار ہم اس لئے عذاب جہنم سے پناہ مانگتے ہیں کہ بلاشبہ آپ جس کو جہنم میں داخل کریں اس کو واقعی رسواہی کر دیا اور جس سے زیادہ اور کوئی رسوائی و ذلت نہیں اور ایسے ظالموں کو جو خدا کی صفات

مخلوق میں ثابت کریں اور اس کی خالقیت اور مالکیت کو نہ پہچانیں ان کا کوئی بھی مددگار اور ساتھ دینے والا نہیں جو ان کو خدا کے عذاب سے بچالے۔

تیسری معروض: رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا یعنی یہ عقل مند اور اہل دانش یہ بھی ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری ہدایت کا سبب یہی نہیں کہ ہم نے عالم کے احوال اور مخلوقات و مصنوعات میں غوروفکر کر کے اپنے رب کو پہچان لیا بلکہ اے ہمارے پروردگار ہم نے ایک حق کی طرف پکارنے والے کو مراد اس سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کر رہے ہیں کہ اے لوگو تم اپنے پروردگار کی ذات وصفات پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے ہیں یعنی ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور دل وجان سے اللہ کی ذات وصفات پر جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ایمان لے آئے۔

چوتھی درخواست:۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اے ہمارے پروردگار ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری چھوٹی بدیوں کو بھی ہم سے معاف کر کے زائل کر دیجئے تا کہ قیامت میں ان کا اظہار نہ ہو اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل رکھ کر موت دیجئے یعنی نیکی اور ایمان پر خاتمہ ہو اور جب دنیا سے اٹھانا ہو تو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اٹھالینا یعنی یہ اہل دانش مومن اپنے عجز وناتوانی کے مقر ہوتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان تو لے آئے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمربستہ بھی ہو گئے مگر ہم عاجز وناتواں ہیں۔ کما حقہ اطاعت ہم سے بہت مشکل ہے ہمارا کوئی عمل بھی تقصیر سے خالی نہیں اس لئے ہماری تقصیرات کو معاف فرما دیجئے اور نیک بختوں کے طریقہ پر ہم کو موت دیجئے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے طریقہ مذہب اور اعتقاد پر ہم کو موت دیجئے۔

پانچویں معروض: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اے ہمارے پروردگار ہمارا ایمان اور عمل تو آخرت کی رسوائی سے بچانے کے لئے کافی نہیں لیکن ہم نابکار آپ کے نام لیوا آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہم کو وہ انعامات عطا فرمائیں کہ جو آپ نے اپنے پیغمبروں کی زبانی وعدہ فرمایا ہے کہ ایمان لانے والوں کو یہ نعمتیں ملیں گی اور ہم آپ سے یہ درخواست کسی استحقاق کی بناء پر نہیں کرتے بلکہ آپ کے کریمانہ وعدہ کے ایفاء کی فقیرانہ اور گدایانہ اور شرمسارانہ درخواست کرتے ہیں کہ بیشک ہمارا ایمان اور ہمارا عمل تو اس قابل نہیں کہ اس پر انعام دیا جا سکے لیکن آپ کریم مطلق ہیں محض اپنے کرم سے وعدہ کو پورا فرما دیجئے۔ بلاشبہ آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ آپ کی بارگاہ تو وعدہ خلافی سے پاک اور منزہ ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہم بھی اقرار کرتے ہیں کہ اس کارخانہ عالم کو آپ نے بےکار نہیں پیدا فرمایا۔ اے اللہ اس دنیا میں ہمیں آخرت کی فکر نصیب فرما اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ آپ اپنے کرم سے ہم سب کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے اور اے اللہ قیامت کے دن کی رسوائیوں سے ہم سب کو محفوظ فرمائیے۔ اے اللہ ہم نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہی اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر آپ پر اور آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اے اللہ ہمارے ٹوٹے پھوٹے ایمان کو قبول فرما لے اور ایمان ہی پر ہم کو خاتمہ نصیب فرما دے۔ اے اللہ اپنی رحمت سے ہمارے صغیرہ وکبیرہ ظاہر وباطن تمام گناہوں کو معاف فرما دے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرما دے اور ان کے ساتھ ہمیں اپنی جنت میں داخلہ نصیب فرما دے۔ یا اللہ آپ کی ذات عالی بلاشبہ عبث اور بےکار کام سے پاک اور منزہ ہے آپ نے یہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنی دنیوی زندگی کا مقصد سمجھنے کی توفیق وفہم عطا فرما اور اس دنیا کی زندگی میں آخرت کو بنانے اور سنوارنے کی فکر نصیب فرما۔ یا اللہ آپ جب تک ہمیں دنیا میں زندہ رکھیں ایمان اعمال صالحہ اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشیں غفلت اور عصیان و نافرمانی سے بچائیں۔ یا اللہ اپنے مقبول بندوں یعنی انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرمائیے اور ان حضرات کا کفش بردار ہو کر اپنی جنت میں بےحساب داخلہ نصیب فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

32

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّىْ لَاۤ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ

سو منظور کیا اُن کی درخواست کو اُن کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کام کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو

فَاسْتَجَابَ	لَهُمْ	رَبُّهُمْ	اَنِّىْ	لَاۤ اُضِيْعُ	عَمَلَ	عَامِلٍ	مِّنْكُمْ	مِّنْ ذَكَرٍ	اَوْ اُنْثٰى	بَعْضُكُمْ	مِّنْ
پس قبول کی	ان کیلئے	انکا رب	کہ میں	ضائع نہیں کرتا	محنت	کوئی محنت کرنیوالا	تم میں سے	مرد سے	یا عورت	تم میں سے	سے

بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا

سو جن لوگوں نے ترک وطن کیا اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور تکلیفیں دیئے گئے میری راہ میں اور جہاد کیا اور شہید ہوگئے

بَعْضٍ	فَالَّذِيْنَ	هَاجَرُوْا	وَاُخْرِجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	وَاُوْذُوْا	فِىْ سَبِيْلِىْ	وَقٰتَلُوْا	وَقُتِلُوْا
بعض (آپس میں)	سو لوگ	انہوں نے ہجرت کی	اور نکالے گئے	سے	اپنے شہروں	اور ستائے گئے	میری راہ میں	اور لڑے	اور مارے گئے

لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ

ضرور اُن لوگوں کی تمام خطائیں معاف کردوں گا اور ضرور اُن کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ عوض ملے گا

لَاُكَفِّرَنَّ	عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاُدْخِلَنَّهُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِىْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	ثَوَابًا	مِّنْ	عِنْدِ اللّٰهِ
میں ضرور دور کروں گا	اُن سے	اُن کی برائیاں	اور	ضرور انہیں داخل کرونگا	باغات	بہتی ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں	ثواب	سے	اللہ کے پاس (طرف)

وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۞ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ۞ مَتَاعٌ

اللہ کے پاس سے اور اللہ ہی کے پاس اچھا عوض ہے۔ (اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے۔ چندروزہ بہار ہے

وَاللّٰهُ	عِنْدَهٗ	حُسْنُ	الثَّوَابِ	لَا يَغُرَّنَّكَ	تَقَلُّبُ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	فِىْ	الْبِلَادِ	مَتَاعٌ
اور اللہ	اُسکے پاس	اچھا	ثواب	نہ دھوکہ دے آپ ﷺ کو	چلنا پھرنا	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	میں	شہر (جمع)	فائدہ

قَلِيْلٌ ۫ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۞ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ

پھر اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بُرا ہی آرام گاہ ہے۔ لیکن جو لوگ خدا سے ڈریں اُن کے لئے باغات ہیں

قَلِيْلٌ	ثُمَّ	مَاْوٰىهُمْ	جَهَنَّمُ	وَبِئْسَ	الْمِهَادُ	لٰكِنِ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	رَبَّهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ
تھوڑا	پھر	ان کا ٹھکانہ	دوزخ	اور کتنا بُرا	بچھونا (آرام کرنا)	لیکن	جو لوگ	ڈرتے رہے	اپنا رب	اسکے لئے	باغات

تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۞

جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔

تَجْرِىْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	نُزُلًا	مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ	وَمَا	عِنْدَ اللّٰهِ	خَيْرٌ	لِّلْاَبْرَارِ
بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	مہمانی	سے اللہ کے پاس	اور جو	اللہ کے پاس	بہتر	نیک لوگوں کیلئے

مومنین کی معروضات کی مقبولیت

ان آیات میں اہل دانش مومنین کی دعاؤں اور درخواستوں کی قبولیت کی بشارت دی جاتی ہے۔اس آیت کو (ف) حرف عطف سے شروع فرمایا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب عقل اور صاحب ایمان لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں جن کا ذکر پچھلی آیات میں تھا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے بھی ان کی منہ مانگی مراد ان کو عطا فرمائی۔اور تمام دعاؤں اور درخواستوں کو قبول کیا اور ان دعاؤں کی قبولیت کی علت بھی بتلا دی گئی کہ قانون الٰہیہ ہے کہ مومن خواہ مرد ہو یا عورت اور خواہ غریب ہو یا امیر اور خواہ شریف ہو یا رذیل جو جو کام یعنی عمل صالح کرے گا اس کا پھل پائے گا۔ روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا تھا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمال حسنہ کا بالتخصیص ذکر نہیں آتا۔اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا اور بالتخصیص فرمایا گیا کہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے یکساں قانون ہے کیونکہ سب انسان ایک نسل سے ہیں اور بلحاظ انسانیت یکساں ہیں۔ مراتب میں عنداللہ جو فرق ہے تو وہ ان کے ایمان اور اعمال کے سبب سے ہے۔چنانچہ بعض اعمال حسنہ کی یہاں فضیلت اور برتری اس طرح ثابت فرمائی گئی کہ جب کسی عمل کرنے والے کا ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹے سے چھوٹا عمل صالح بھی ضائع نہیں ہوتا تو پھر ان مردان خدا کے مراتب واجر وثواب کا کیا کہنا جنہوں نے کہ کفر وعصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا۔وطن عزیز واقارب اہل عیال مال ومنال سب کو خیرباد کہہ کر ہجرت کی اور دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے کفار نے ان پر ظلم وستم توڑے کہ اپنے گھروں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔اور وطن چھوڑنے اور گھربار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔طرح طرح کی ایذائیں اہل ایمان کو پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ محض اس لئے ہوا کہ وہ اللہ کا نام لیتے تھے۔اللہ کے دین کے سبب ان کو یہ سب پیش آیا جس کو انہوں نے برداشت کیا اور پھر اس سے بھی بڑھ کر یہ کیا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ دشمنان دین سے جنگ کی حتیٰ کہ اس میں بہت سے شہید بھی ہو گئے اور اپنی جان تک دے دی۔تو ایسے بلند پایہ اعمال حسنہ والوں سے کھلا ہوا صاف وعدہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی تمام خطائیں معاف فرما دیں گے اور ان کو اپنی رضا کے مقام بہشت کے باغات میں داخل فرمائیں گے کہ جہاں ہر نعمت حسب خواہش ان کو عطا کی جائے گی۔

کافر چندروزہ عیش پر خوش نہ ہوں

ان آیات کے شان نزول کے متعلق روایت میں یہ بھی ہے کہ کفار مشرکین اپنے دنیاوی عیش وآرام پر نازاں ہو کر فقرائے مہاجرین و انصار سے جن پر ابتداء تنگ دستی اور پریشان حالی محیط تھی طعن کے طور پر کہا کرتے تھے کہ تمہاری خداپرستی اور پرہیزگاری دیکھ لی۔تم سے تو ہر حال میں ہم بہتر ہیں۔عیش وآرام میں بلاقید حلال وحرام ہر طرح کے مزے اڑاتے ہیں۔نہ روزے نماز کی تکلیف نہ راتوں کو جاگنے اور دعا مانگنے کا جھگڑا جب تم کو یہیں کچھ نہ ملا تو وہاں کیا ملے گا۔صرف توہمات اور خیالی باتوں پر شاداں ہونا اور مصائب اٹھانا تم ہی جیسے (نعوذ باللہ) کم عقلوں کا کام ہے۔جن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے جادو سے دیوانہ کر دیا ہے۔کفار ومشرکین کے ان اقوال اور خیال باطل کا یہاں رد فرمایا جاتا ہے اور طالب حق کے لئے حقیقت حال کا اظہار کیا جاتا ہے کہ ایک طالب حق کو ان کافروں کے عیش وعشرت نازونعم راحت وآرام ان کی خوشحالی اور فارغ البالی کی طرف نظر نہ ڈالنی چاہیے کہ یہ سب عنقریب زائل ہو جائے گا اور صرف ان کی بداعمالیاں عذاب کی صورت میں ان پر باقی رہ جائیں گی۔تو کفار کی یہ حالت کہ جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں اہل حق کو چاہیے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائیں۔یہ محض چند روز کی بہار ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص کو کچھ دن پلاؤ قورمے کھلا کر پھانسی کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا۔خوش عیش تو وہ ہے کہ جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت وآسائش کا سامان مہیا کرے۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ کی توفیق سے جو ہم سے ٹوٹے پھوٹے عمل ہو جاتے ہیں ان کو اپنے فضل سے قبول فرمالے اور ان پر اپنی رحمت سے ہم کو اجر وثواب آخرت عطا فرمادے۔اور ہماری تقصیرات کو اپنے کرم سے معاف فرمادے۔یا اللہ ہمارا آخری ٹھکانہ اپنے رضا کے مقام جنت میں عطا فرمادے۔اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہم کو بھی اپنے جنت کی مہمانی نصیب فرمائیے۔آمین واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

اور بالیقین بعضے لوگ اہل کتاب میں سے ایسے بھی ضرور ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کتاب کے ساتھ بھی جو تمہارے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب کے ساتھ بھی

وَاِنَّ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	لَمَنْ	يُّؤْمِنُ	بِاللّٰهِ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ
اور بیشک	سے	اہل کتاب	بعض وہ جو	ایمان لاتے ہیں	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف	اور جو	نازل کیا گیا	ان کی طرف

خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ

جو ان کے پاس بھیجی گئی اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلہ میں کم حقیقت معاوضہ نہیں لیتے ایسے لوگوں کو ان کا نیک عوض ملے گا ان کے پروردگار کے پاس

خٰشِعِيْنَ	لِلّٰهِ	لَا يَشْتَرُوْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	اُولٰۗىِٕكَ	لَهُمْ	اَجْرُهُمْ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
عاجزی کرتے ہیں	اللہ کے آگے	مول نہیں لیتے	آیتوں کا	اللہ	مول	تھوڑا	یہی لوگ	ان کیلئے	ان کا اجر	پاس	ان کا رب

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيْعُ	الْحِسَابِ	
بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلدی ہی حساب کردیں گے۔	بیشک	اللہ	جلد	حساب	

شانِ نزول

حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی روایت یہ ہے کہ یہ آیت اصحم نجاشی شاہ حبشہ کے متعلق نازل ہوئی ہے ان کے ملک حبشہ میں انتقال کی اطلاع حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دی تو آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارا بھائی حبشہ میں انتقال کر گیا ہے۔ اس کے جنازہ کی نماز ادا کرو اور میدان میں جا کر اور بعض روایت میں ہے کہ بقیع میں تشریف لا کر صحابہ کی صفیں مرتب کر کے آپ نے ان کے جنازہ کی نماز چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور ان کے لئے استغفار فرمایا۔ بعض منافقین نے اس پر طعن کیا کہ دیکھو حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی گویا نجاشی شاہ حبشہ کے مسلمان ہونے کی شہادت قرآن کریم نے بھی دی۔ یہ وہی نجاشی شاہ حبشہ ہیں جن کی طرف مسلمانوں نے ۵ نبوی میں مکہ سے ہجرت کی۔ یہ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے نیز کتب احادیث و تواریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نجاشی شاہ حبشہ کے نام ایک تبلیغی نامہ مبارک بھی مدینہ منورہ سے روانہ کیا تھا اور شاہ حبشہ نے اس کا جواب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ موقع کی مناسبت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کا ترجمہ اور شاہ حبشہ کا جواب یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ جس سے بھی شاہ حبشہ کے ایمان صادق اور اسلام کامل کا حال ظاہر ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک بنام نجاشی

" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ محمد اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف۔ سلام ہو تجھ پر۔ اما بعد میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ تمام عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف القاء کیا۔ پس حاملہ ہوئیں عیسیٰ علیہ السلام سے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی خاص روح اور نفخ سے پیدا کیا جیسے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے بلا ماں باپ کے پیدا کیا۔ میں تجھ کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو وحدہ لاشریک ہے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن) بلاتا ہوں اس پر ایمان لا۔ بالتحقیق میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ کا پیام پہنچا چکا اور نصیحت کی۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ (سیرت المصطفیٰ از حضرت کاندھلویؒ) حضرت عمرو بن امیہؓ یہ خط شاہ حبشہ کے پاس لے کر گئے۔ نجاشی شاہ حبشہ نے آپ

کا والا نامہ کو آنکھوں سے لگایا اور تخت شاہی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اور اسلام قبول کیا اور حق کی شہادت دی اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ آپ وہی نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب انتظار کرتے تھے اور جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے راکب الحمار سے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دی ہے اسی طرح راکب الجمل سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشارت دی ہے اور مجھے آپ کی نبوت و رسالت کا اس درجہ یقین ہے کہ عینی مشاہدہ کے بعد بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا اور آپ کے والا نامہ کا حسب ذیل جواب لکھوایا۔

نجاشی کا جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ محمد رسول اللہ کی جانب نجاشی اصحم بن ابجر کی جانب سے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اللہ کی آپ پر۔ میں تعریف کرتا ہوں اس ایک خدا کی جس نے مجھ کو اسلام کی ہدایت اور توفیق مرحمت فرمائی۔ یارسول اللہ آپ کا والا نامہ پہنچا عیسیٰ علیہ السلام کی بابت جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی عیسیٰ علیہ السلام اس سے ذرہ برابر زیادہ نہیں بلاشبہ ان کی شان وہی ہے جو آپ نے ذکر کی۔ جو دین دے کر آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں ہم نے اس کو پہچان لیا اور آپ کے ابن عم اور ان کے رفقاء کی مہمانی کی پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے صادق اور مصدق رسول ہیں۔ میں نے آپ سے اور آپ کے ابن عم سے بیعت کی اور ان کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لئے اسلام لایا۔ آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے ارہا بن اصحم کو بھیجتا ہوں۔ میں صرف اپنی ذات کا مالک ہوں اگر اشارہ ہو تو میں خود خدمت میں حاضر ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں وہ بالکل حق ہے۔ والسلام علیک یارسول اللہ (سیرۃ المصطفیٰ از حضرت کاندھلویؒ)

روایات میں لکھا ہے کہ نجاشی شاہ حبشہ نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن وہ کشتی راستہ میں سمندر میں غرق ہو گئی۔ یہی شاہ نجاشی ہیں کہ جب رجب ۹ھ میں انہوں نے حبشہ میں وفات پائی تو جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کے وفات کی خبر دی اور میدان میں صحابہ کے ہمراہ جا کر نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ابوداؤد میں ایک حدیث ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نجاشی کے انتقال کے بعد ہم یہی سنتے رہے کہ ان کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے۔ اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انہیں اسلام وایمان کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔

غائبانہ نماز جنازہ

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک میت کا سامنے موجود ہونا شرائط نماز جنازہ میں سے ہے اگر جنازہ سامنے موجود نہ ہو تو نماز جنازہ درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نجاشی کے لئے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے ہے اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کر سکتے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدیون کی یعنی جس پر قرض ہو جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ تو کیا دوسرے کو بھی ایسا کرنے کا اختیار ہے؟

دوسرا نجاشی کا جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کر دیا گیا تھا چنانچہ صحیح ابن حبان میں ایک حدیث موجود ہے جس سے یہ جواب قوی ہو گیا۔

جلدی حساب کا مطلب

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جلد ہی حساب کر دیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام مقبولین ومحبوبین کا حساب ضروری ہوگا کیونکہ بہت سے مقبولین کا بلاحساب جنت میں جانا احادیث میں آیا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو جلدی حساب کر دیتا ہے وہ جلدی ہی مزدوری بھی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ حساب جلدی کر دیں گے یعنی ایمان وعمل صالحہ کا بدلہ جلد ہی دے دیں گے۔ اب اس سورہ آل عمران کی صرف ایک خاتمہ کی آیت باقی رہ گئی ہے جس میں مسلمانوں کو ایک نہایت جامع نصیحت فرمائی گئی ہے جو ساری سورۃ کا ماحصل ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما دے کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے اور دنیا کے مقابلہ میں دین کی وقعت ہمارے قلوب میں پیدا فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۟ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۟

اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لئے مستعد رہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اصْبِرُوْا	وَصَابِرُوْا	وَرَابِطُوْا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	ایمان والو	تم صبر کرو	اور مقابلہ میں مضبوط رہو	اور جنگ کی تیاری کرو	اور ڈرو	اللہ	تاکہ تم	مراد کو پہنچو

صبر، ثبات، ربط اور تقویٰ کا حکم

یہاں اس آیت میں مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے چار باتوں کا حکم فرمایا۔ ایک اصْبِرُوْا ، دوسرے صَابِرُوْا ، تیسرے رَابِطُوْا چوتھے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اب ان میں سے ہر ایک کی تشریح سنئے:۔

پہلی بات اصبروا فرمائی یعنی صبر کرو۔ صبر کے لفظی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں نفس کو خلاف طبع چیزوں پر جمائے رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ ایک صبر علی الطاعات، یعنی جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے ان کی پابندی اور بجا آوری میں جو کچھ مشقتیں پیش آئیں ان کو برداشت کرنا اور اپنے نفس کو ان طاعات پر جمائے رکھنا مثلاً روزہ میں بھوک پیاس جہاد میں گرمی میں چلنا اور دشمن سے لڑنا تبلیغ احکام میں وعظ پند کی مشقت اٹھانا وغیرہ وغیرہ

دوسرے صبر عن المعاصی۔ یعنی جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ان سے نفس کو روکنا اگرچہ وہ نفس کے لئے کتنی ہی مرغوب و لذیذ ہوں۔ گویا تمام منہیات شرعیہ سے بچنا اور اس میں جو مشقت پیش آئے اس کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا۔

تیسرے صبر علی المصائب یعنی مصیبت و تکلیف مثل مرض، خوف، تنگدستی، قحط، موت وغیرہ پر صبر کرنا حد سے زائد پریشان نہ ہونا اور سب تکلیف و راحت کو حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر نفس کو بے قابو نہ ہونے دینا۔

دوسرا حکم صَابِرُوْا فرمایا یعنی دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ کفار سے مقابلہ ہو تو مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلانا یعنی جب کافروں سے تمہارا مقابلہ آپڑے اور تکلیف میں تم اور وہ مشترک ہوں تو تم ان کے مقابلہ میں مضبوطی دکھلاؤ اور تمہارا صبر کافروں کے صبر پر غالب رہنا چاہیے۔

تیسرا حکم رَابِطُوْا فرمایا یہ ربط سے ہے۔ ربط کے معنی ہیں باندھنے اور لگانے کے خواہ دل کو محبت الٰہی سے باندھے یا جہاد کے لئے گھوڑے باندھے یا شب کو مخالفوں کے لئے پہرہ دینے پر دل باندھے۔ یا انتظار صلوٰۃ میں دل لگاوے۔ یا عزیز و قریب سے واسطے قائم رکھے۔ اس لفظ میں ان سب معنوں کی گنجائش ہے اس لئے مفسرین نے ان میں سے ہر ایک معنی اختیار کئے ہیں لیکن اصطلاح قرآن و حدیث میں یہ لفظ اکثر دو معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

اول اسلامی سرحدوں کی حفاظت جس کے لئے جنگی گھوڑے اور جنگی سامان کے ساتھ مسلح رہنا لازمی ہے تاکہ دشمن اسلام اسلامی سرحد کی طرف رخ کرنے کی جرأت نہ کرے۔ چونکہ نزول قرآن کے وقت جنگ، نیزہ، تیر، تلوار، گھوڑوں سے ہوتی تھی اس لئے اس وقت کے جنگی سامان یہی تھے۔ اسی حکم میں اس وقت کے جنگی سامان ہیں دوسرے نماز جماعت کی ایسی پابندی کہ ایک نماز کے بعد ہی سے دوسری نماز کے انتظار میں رہے۔ یہ دونوں چیزیں اسلام میں بڑی عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ رباط یعنی اسلامی سرحد کی حفاظت کا انتظام یا نماز جماعت کی پابندی اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار دونوں کو احادیث میں رباط فی سبیل اللہ فرمایا ہے اور دونوں کے بڑے فضائل ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بتاتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمادیں اور تمہارے درجات بلند کریں۔ وہ چیزیں یہ ہیں۔

وضو کو مکمل طور پر کرنا باوجود یہ کہ سردی یا کسی زخم درد وغیرہ کے سبب اعضاء وضو کا دھونا مشکل نظر آرہا ہو اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ پھر فرمایا ذلکم الرباط (یعنی یہی رباط فی سبیل اللہ ہے۔)

چوتھا حکم وَاتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس کی نافرمانی نہ ہو اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ ہو ہر حال میں ہر وقت ہر معاملہ میں خوف خدا کیا کرو۔

سُوْرَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَسِتٌّ وَسَبْعُوْنَ آيَةً بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

اللہ کے نام سے جو بہت مہربان، رحم کرنے والا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُس جان سے اُس کا جوڑا

يٰۤاَيُّهَا	النَّاسُ	اتَّقُوْا	رَبَّكُمُ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِنْ	نَفْسٍ	وَاحِدَةٍ	وَخَلَقَ	مِنْهَا
اے	لوگ	ڈرو	اپنا رب	وہ جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	جان	ایک	اور پیدا کیا	اس سے

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ

پیدا کیا اور اُن دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو

زَوْجَهَا	وَبَثَّ	مِنْهُمَا	رِجَالًا	كَثِيْرًا	وَنِسَآءً	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْ	تَسَآءَلُوْنَ	بِهٖ	وَالْاَرْحَامَ
جوڑا اس کا	اور پھیلائے	دونوں سے	مرد (جمع)	بہت	اور عورتیں	اور ڈرو	اللہ	وہ جو	آپس میں مانگتے ہو	اس سے (اس کے نام پر)	اور رشتے

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	عَلَيْكُمْ	رَقِيْبًا	
بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔	بیشک	اللہ	ہے	تم پر	نگہبان	

وحدت انسانیت کے تقاضے اور تقویٰ

۲ھ میں بدر کی مشہور جنگ ہو چکی تھی۔ پھر ۳ھ میں جنگ احد واقع ہوئی جس کا بیان سورہ آل عمران میں آچکا ہے۔ جنگ کے بعد یتیموں، بیواؤں اور لونڈی غلاموں کے سوالات سامنے آیا کرتے ہیں لہذا اس سورہ نساء میں یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت کی نصیحت کی گئی اور چونکہ آگے انسانوں کے باہمی حقوق خصوصاً خاندانی نظام کی بہتری اور استواری کے لئے ضروری قوانین ارشاد فرمائے جانے والے تھے اس لئے اس تمہیدی آیت میں ایک طرف اللہ سے خوف اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی تاکید ہے اور دوسری طرف یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ تمام انسان ایک اصل سے ہیں۔ ایک ذات سے پیدا ہوئے ہیں تاکہ یہ بات دلوں میں جم جائے کہ ہم سب ایک ہی کی اولاد ہیں جس سے بے اختیار برادرانہ محبت دلوں میں جوش کرے گی اور ہر شخص یہ سمجھے گا کہ جب ہم ایک ہی کی نسل سے ہیں تو ہم میں ایک کا ایک پر حق ہے۔ اور باہمی حقوق اولاد بیوی، شوہر، والدین یتیم اور دوسرے اعزا و اقربا اور رشتہ داروں کے جو ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں ان کی ادائگی کا دار و مدار ادب، احترام، دلداری، ہمدردی، شفقت اور قلبی خیر خواہی پر ہے۔ اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی ترازو اور کانٹے میں تولی ناپی نہیں جا سکتیں اور باہمی معاہدات کے ذریعہ بھی ان کا پورا تعین مشکل ہے لہذا ان کی خاطر خواہ ادائگی کے لئے بجز خوف خداوندی اور خوف آخرت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حقیقت میں یہ تقویٰ اور خوف خداوندی کی طاقت حکومت اور قانون کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس سورۃ کو تقویٰ کے حکم سے شروع فرمایا۔

ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں پیدا کیا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو یہاں خطاب يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر کیا گیا ہے لفظ الناس مرد، عورت، بچے بڑے، اچھے برے، مسلمان، کافر، دانا، نادان سب کو شامل ہے۔ جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ یا آئندہ قیامت

تک پیدا ہوں۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو اپنی ربوبیت کی یاد دلا کر ڈرنے کا حکم فرما رہے ہیں یعنی جب اللہ تعالیٰ ہی تمام لوگوں کا پالنے والا اور روزی دینے والا اور ان کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے تو انسانوں کے لئے ضروری ہے کہ ہر بات میں ہر معاملہ میں ہر وقت اس کی مرضی اور اس کے حکموں کا خیال رکھیں اور اس کی ناراضگی اور مخالفت سے بچیں۔

اس شان ربوبیت کے ساتھ اپنی دوسری صفت خالقیت کا ذکر آگے فرمایا اَلَّذِیْ خَلَقَکُمْ جس نے اپنی حکمت و رحمت سے تم سب کو پیدا کیا۔ یعنی تم سب کو عدم سے وجود میں لایا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھا تو ایسی ذات سے ڈرنا ضرور ہے۔ پھر انسان کو پیدا کرنے اور موجود کرنے کی مختلف صورتیں ہو سکتی تھیں۔ جس خاص صورت کو حق تعالیٰ نے اختیار فرمایا اس کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً یعنی اللہ نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ سب انسانوں کی اصل وہی ہیں اور ان ہی سے ان کا جوڑا یعنی ان کی زوجہ حضرت حوا کو پیدا کیا پھر ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلائیں۔

یہاں آیت میں پیدائش کی تین صورتوں کا بیان ہے ایک تو جاندار کا بے جان سے پیدا کرنا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ دوسرے جاندار کا جاندار سے مگر عام پیدائش کے طریقہ کے خلاف کیونکہ حضرت حوا حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں اس کی تصریح آئی ہے اور تیسرے جاندار کا جاندار سے عام پیدائش کے طریقہ سے جیسا کہ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک عام عورت و مرد کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہے۔ تو یہاں دو مضمونوں کی طرف اشارہ ہو گیا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا خالق اور موجد ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام انسانوں کے لئے سبب وجود ایک ہی جان یعنی ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے اس کی اطاعت ہم پر لازم ہونی چاہیے کیونکہ وہی ہمارا خالق ہے اور پھر جب انسان ایک ہی نفس سے بنائے گئے ہیں تو ان کا رشتہ آپس میں بہت گہرا ہے اور سب اخوۃ و برادری کے ایک رشتہ میں بندھے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے اور اخوت کا تقاضا یہی ہے کہ باہمی ہمدردی و خیر خواہی کے حقوق پورے کئے جائیں۔ ایک سے دوسرے کو کوئی نقصان بلاوجہ نہ پہنچے بلکہ آپس میں ہمدردی اور حسن سلوک لازم ہے۔

قرابت داری کے حقوق کی اہمیت

اسی انسانی رشتہ کو یاد دلا کر آگے ارشاد ہوتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ یعنی تم سے مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کیا کرتے ہو۔ خصوصیت کے ساتھ قرابت کے حقوق ضائع کرنے سے بھی ڈرو یعنی خالق و رب ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے وجوب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تم اس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات میں بھی اسی کا ذریعہ پکڑتے ہو تو اس لئے اس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا۔

آیت کے اخیر میں فرمایا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا یعنی اللہ تعالیٰ تم سب کے حالات کی اطلاع رکھتے ہیں یعنی تمہارے تمام احوال اور اعمال سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں۔ اس کے حکم کی اطاعت کرو گے تو ثواب پاؤ گے۔ ورنہ مستحق عذاب ہو گے۔

دعا کیجئے: اے اللہ ہمارے دلوں میں بھی اپنا وہ خوف اور تقویٰ عطا فرما کہ جو ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے روک دے۔ اے اللہ آپ نے ہم کو وجود انسانی عطا فرما کر جو ہم پر احسان و انعام فرمایا ہم کو اس انعام کی قدر دانی کی توفیق عطا فرما اور اپنے احکام کی فرمانبرداری کی دولت نصیب فرما۔ اے اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے ذمہ عائد کئے ہیں ان کی ادائیگی کی توفیق بھی ہم کو عطا فرمائیے۔ اور جملہ حقوق انسانیت اور خصوصاً اعزا و اقربا کے حقوق کو اپنی مرضیات کے موافق پورا کرنے کی توفیق نصیب فرمائیے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى

اور جن بچوں کا باپ مر جاوے اُن کے مال اُن ہی کو پہنچاتے رہو اور تم اچھی چیز سے بُری چیز کو مت بدلو اور اُن کے مال مت کھاؤ اپنے

وَاٰتُوا	الْيَتٰمٰى	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَتَبَدَّلُوا	الْخَبِيْثَ	بِالطَّيِّبِ	وَلَا	تَاْكُلُوْا	اَمْوَالَهُمْ	اِلٰى
اور دو	یتیم (جمع)	اُنکے مال	اور نہ	بدلو	ناپاک	پاک سے	اور نہ	کھاؤ	اُنکے مال	طرف (ساتھ)

اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ②

اَمْوَالِكُمْ	اِنَّهٗ	كَانَ	حُوْبًا	كَبِيْرًا	
اپنے مال	بیشک	ہے	گناہ	بڑا	

مالوں کے ساتھ ایسی کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے

یتیموں کے حقوق

ایام جاہلیت میں اسلام سے پہلے یتیموں کے حقوق بری طرح ضائع کئے جاتے تھے۔ اور یتیموں کو نقصان پہنچانے کے مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔ پھر یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بے چارگی کے باعث رعایت وحفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے سب سے مقدم یتیموں کے احکام کو بیان فرمایا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں اس آیت میں پہلا حکم یتیم کے مال کے بارہ میں دیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ اور جن بچوں کا باپ مر جائے ان کے مال ان ہی کو پہنچاتے رہو یعنی یتیم بچہ کے والی اور سرپرست کو حکم ہو رہا ہے کہ یتیموں کا مال ان ہی کے خرچ میں لگاتے رہو یا جب یہ یتیم بچے بالغ اور ہوشیار ہو جاویں تو ان کا مال واسباب جو ان کے ولی یا سرپرست کی سپردگی میں ہو ان کے حوالہ کر دینا چاہیے۔ یتیم بچوں کی ملکیت میں اگر کچھ مال ہے جو ان کو کسی نے دیا ہو یا کسی کی میراث میں ان کو پہنچ گیا ہو تو یتیم کے ساتھ اس کے مال کی حفاظت بھی اس شخص کے ذمہ ہے جو یتیم کا ولی ہے اور یتیم کا مال اس کے بالغ اور سمجھدار ہونے سے پہلے اس کے قبضہ میں نہ دیا جائے۔ کیونکہ وہ ناسمجھ بچہ ہے۔ مال ضائع کر دے گا جیسا کہ اسی سورۃ میں آگے پانچویں آیت میں تصریح فرما دی گئی ہے۔ الغرض والی یتیم کی ذمہ داری صرف اتنی ہی نہیں کہ یتیم کے مال کو خود نہ کھائے یا خود ضائع نہ کرے بلکہ اس کے فرائض میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے مال کی حفاظت کرے تاکہ بالغ سمجھدار ہونے کے بعد اس کو مل سکے۔

یتیم کے مال میں تبدیلی نہ کرو

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ اور تم اچھی چیز کو بری چیز سے مت بدلو یعنی جب تک یتیم کا مال تمہارے قبضہ میں ہے تم ایسا مت کرو کہ ان کی اچھی چیز تو نکال لی جائے اور بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں ملا دی جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب گھر میں یتیم کا مال سپردگی کے لئے رکھا گیا تو اگرچہ اس مال کی فہرست بھی ہو مگر اسی قسم کا دوسرا اسباب بدل کر ولی رکھ سکتا ہے۔ مثلاً یتیم کے مال میں ایک تلوار بھی سپردگی میں آئی جس کی قیمت ہزار روپیہ ہے۔ بوقت واپسی ولی نے اس کی جگہ دوسری معمولی تلوار رکھ دی اس طرح یتیم کے مال کی تعداد تو محفوظ رہتی ہے مگر جو اچھی چیز نظر آئی وہ خود لے لی اور اس کی جگہ اپنی خراب اور گھٹیا چیز رکھ دی۔ یہ بھی چونکہ مال یتیم میں خیانت ہے اس لئے قرآن کریم نے صراحۃً اس کی ممانعت فرما دی۔ اس ممانعت میں جس طرح یہ داخل ہے کہ خود اپنی خراب چیز دے کر اچھی چیز لے لیں اسی طرح یہ بھی داخل ہے کہ کسی دوسرے شخص سے تبادلہ کا ایسا معاملہ کریں جس میں یتیم بچہ کا نقصان ہو۔

یتیم کا مال نہ کھاؤ

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اور نہ کھاؤ ان

کے مال اپنے مالوں کے ساتھ۔ یہاں یتیم کے مال کو ناجائز طور پر کھا جانے کی ممانعت ہے خواہ اپنے مال میں ملا کر کھایا جائے یا علیحدہ رکھ کر کھایا جائے لیکن عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل رکھا اس میں سے خود بھی کھایا اور یتیم کو بھی کھلا دیا۔ مثلاً یتیم کے لئے اس کے مال سے کھانا پکانا اور اسی میں کسی قدر اپنا کھانا ملا کر اس قدر زیادہ پکانا کہ اپنے تمام کنبہ کو کافی ہو اس لئے خاص طور پر اپنے اموال کے ساتھ یتیم کا مال ملا کر کھانے کی حرمت کا ذکر فرما کر اس پر تنبیہ فرما دی کہ یا تو یتیم کے مال کو بالکل علیحدہ رکھو اور علیحدہ خرچ کرو جس میں یتیم کے مال کے استعمال میں کسی زیادتی کا خطرہ ہی نہ رہے۔ یا اگر اس میں ولی کو دشواری وقت اور پریشانی ہو اور ملا کر رکھنے ہی کی نوبت آئے تو ایسا حساب رکھو جس میں یہ یقین ہو کہ یتیم کا مال تمہارے ذاتی خرچ میں نہیں آیا۔ اس کی اجازت کہ مال ملا کر بھی رکھا جا سکتا ہے۔

یتیم کا حق ضائع کرنا سخت گناہ ہے

اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ایسی کارروائی کرنا بڑا سخت گناہ ہے۔ یعنی مال یتیم میں کسی قسم کا ناجائز تصرف خواہ حفاظت کی کمی سے ہو یا اچھی چیز کو مال یتیم سے لے کر خراب چیز سے بدل دینے میں ہو یا اپنے مال کے ساتھ ملا کر اس کا مال کھانے سے ہو۔ یہ سب بہر حال بہت بڑے گناہ ہیں۔ اور یتیم کے مال کو کھانے کی وعید اسی رکوع کے آخیر میں آ رہی ہے۔ جہاں فرمایا گیا کہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں یا برتتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں اور عنقریب ہی وہ جہنم کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ عظیم سے سب مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات گناہ بہت سخت ہیں جو آدمی کو ہلاک کر کے چھوڑتے ہیں۔ (۱) یتیم کا مال کھا جانا۔ (۲) شرک کرنا۔ (۳) جادو کرنا۔ (۴) کسی کو ناحق قتل کرنا (۵) جہاد سے بھاگنا۔ (۶) پاکدامن عورت پر تہمت لگانا (۷) سود کھانا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام گناہوں سے مسلمانوں کو محفوظ فرمائیں۔ آمین

اب آگے بعض مزید احکام یتیم لڑکیوں سے نکاح کے بارہ میں ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ حقوق قرآنی احکام کے مطابق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً یتمیٰ کے حقوق میں ہر طرح کی کوتاہی سے بچائیں۔ یا اللہ ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق مرحمت فرما خصوصاً ان تمام بڑے گناہوں سے بچنا نصیب فرما جن پر وعید شدید فرمائی گئی ہے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ

اور اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف نہ کرسکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے،

وَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تُقْسِطُوْا	فِی	الْیَتٰمٰی	فَانْکِحُوْا	مَا	طَابَ	لَکُمْ	مِنَ	النِّسَآءِ	مَثْنٰی	وَثُلٰثَ
اور اگر	تم ڈرو	کہ نہ	انصاف کرسکو گے	میں	یتیموں	تو نکاح کرلو	جو	پسند ہو	تمہیں	سے	عورتیں	دو، دو	اور تین، تین

وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمہاری ملک میں ہو وہی سہی۔ یہ حکم اس بات کے نزدیک تر ہے کہ تم بے انصافی نہ کرو

وَرُبٰعَ	فَاِنْ	خِفْتُمْ	اَلَّا	تَعْدِلُوْا	فَوَاحِدَةً	اَوْ مَا	مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ	ذٰلِکَ	اَدْنٰٓی	اَلَّا	تَعُوْلُوْا
اور چار، چار	پھر اگر	تمہیں اندیشہ ہو	کہ نہ	انصاف کرسکو گے	تو ایک ہی	یا جو	لونڈی جس کے تم مالک ہو	یہ	قریب تر	کہ نہ	جھک پڑو

یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی نگہداشت

عرب میں جاہلیت میں دستور تھا کہ جن لوگوں کی ولایت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں اور جو شکل وصورت سے اچھی سمجھی جاتیں یا ان کی ملکیت میں کوئی مال جائیداد ہوتی تو وہ اولیاء اس یتیم لڑکی کو اپنے ہی پاس روک لیتے تھے۔ اس طرح کہ خود ان سے نکاح کر لیتے یا اپنی اولاد سے ان کا نکاح کر دیتے اور جو چاہا کم سے کم مہر مقرر کر دیا اور جس طرح چاہا ان کو رکھا کیونکہ ولی ہی ان کا نگراں اور سرپرست ہوتا تھا۔ اس طرح ایک ایک ولی کے پاس دس دس لڑکیاں جمع ہو جاتی تھیں جس سے ان کی حق تلفی ہوتی تھی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یتیم لڑکیوں کے ازدواجی حقوق کی پوری نگہداشت کا حکم بیان فرمایا گیا۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کی ولایت میں ایک یتیم لڑکی تھی اور اس کا ایک باغ تھا جس میں یہ لڑکی بھی شریک تھی۔ اس شخص نے اس یتیم لڑکی سے خود اپنا نکاح کر لیا اور بجائے اس کے کہ اپنے پاس سے مہر وغیرہ دیتا اس کے باغ کا حصہ بھی اپنے قبضہ میں لے لیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض مفسرین نے اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ لوگ مال یتامیٰ کے بارہ میں تو محتاط ہو گئے تھے۔ مگر تکثیر نساء اور تعداد ازدواج کے بارہ میں بے روک ٹوک تھے۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بیویوں کی کوئی روک ٹوک اور تعداد مقرر نہ تھی۔ ایک ایک کے پاس آٹھ آٹھ اور دس دس عورتیں ہوا کرتی تھیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کے لئے اس کی حد مقرر کر دی کہ چار عورتوں سے زیادہ بیک وقت نکاح میں جمع نہیں کی جا سکتیں چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد روایات میں ہے کہ ایک شخص غیلان بن اسلمہ ثقفی مسلمان ہوئے اس وقت ان کے نکاح میں دس عورتیں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے مطابق ان کو حکم دیا کہ ان دس میں سے چار کو منتخب کر لیں باقی کو طلاق دے کر آزاد کر دیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل میں انہوں نے چار عورتیں رکھ کر باقی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ (ترمذی وابن ماجہ) حضرت قیس بن الحارث اسدیؓ فرماتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی کو طلاق دے کر علیحدہ ہو جاؤ (ابوداؤد) اسی طرح کے اور بھی واقعات احادیث میں مذکور ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد مبارک میں یہ بات بالکل واضح ہو گئی تھی کہ امت مسلمہ میں چار

سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرضیکہ قرآن کریم کی اس آیت نے صراحتہً بتلا دیا کہ مال یتیم پر قبضہ کرنے کا ہر حیلہ اور بہانہ ناجائز ہے۔ اور اولیاء کا فرض ہے کہ وہ دیانتداری سے ان کے حقوق کی نگہداشت کریں۔

اگر انصاف نہ کرسکو تو یتیم لڑکی سے نکاح نہ کرو

اس آیت میں پہلا حکم تو یہ ہوا کہ اگر تمہیں احتمال اور اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارہ میں انصاف کی رعایت نہ کرسکو گے تو ان سے نکاح بھی مت کرو۔ تو یہ حکم ممانعت کا محض احتمال اور اندیشہ کی حالت میں ہے اور اگر یقین ہو کہ انصاف نہ ہوسکے گا تب تو بدرجہ اولیٰ یہ حکم ہوا کہ یتیم لڑکیوں سے شادی کا خیال چھوڑ دو اور دوسری حلال عورتیں بہت ہیں ان سے نکاح کرلیا جائے۔

بیک وقت چار عورتوں سے نکاح جائز ہے

دوسرا حکم یہ ہوا اگر دوسری حلال آزاد عورتوں سے بھی نکاح کیا جائے تو بیک وقت چار عورتیں تک نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے۔ اس سے زائد نہیں۔ اس طرح اسلام نے عام مسلمانوں پر تعدد ازواج پر ضروری پابندی لگائی اور چار سے زیادہ عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام قرار دیا۔

متعدد بیویوں کے مابین انصاف ضروری ہے

تیسرا حکم یہ دیا کہ چار تک جو عورتیں ایک ہی وقت میں نکاح میں ہوں ان میں عدل اور مساوات حقوق واجبہ کا قائم رکھنا واجب اور لازم ہے۔ اس کے خلاف کرنا گناہ عظیم ہے۔ گویا تعلیم یہاں یہ دی گئی کہ جب ایک سے زائد نکاح کا ارادہ کرو تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لو کہ سب بیبیوں کے حقوق عدل و مساوات کے ساتھ پورا کرنے کی قدرت بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ احتمال غالب ہو کہ عدل و مساوات قائم نہ رکھ سکو گے تو ایک سے زائد نکاح پر اقدام کرنا اپنے آپ کو ایک گناہ عظیم میں مبتلا کرنے پر اقدام ہے۔ جس سے باز رہنا چاہیے اور اس حالت میں صرف ایک ہی بی بی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

اگر عدل نہ ہوسکے تو ایک ہی بیوی رکھو

چوتھا حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی بی بی رکھو یا شرعی لونڈی سے گزارہ کرلو جو تمہاری ملک میں ہو۔ شرعی غلام یا باندی کے متعلق یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ جس مملوک باندی یا کنیز یا لونڈی کا ذکر آیت میں ہے اس کی خاص شرائط ہیں جو عموماً آج کل مفقود ہیں۔ اس لئے اس زمانہ میں کسی کو مملوک شرعی کنیز کہہ کر بے نکاح رکھ لینا جائز نہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی سچی وقعت اور عظمت نصیب فرمائیں۔ اور اس دین کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت اسلامیہ کے قوانین واحکام کے مطابق ہم کو ظاہراً و باطناً اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔
اے اللہ آپ کے اس پسندیدہ دین اسلام کی اتباع میں ہم سے بہت کوتاہیاں ہورہی ہیں یہودیت اور نصرانیت کا اتباع ہم میں بڑھتا جارہا ہے۔ اے اللہ ہمارے اصلاح کی غیب سے صورتیں ظاہر فرما اور ہم کو دین اسلام کی سچی محبت اور عظمت عطا فرما اور اس کے اتباع کی توفیق کامل نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـــًٔا مَّرِيْٓـــًٔا ④

اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوشدلی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں سے کچھ تو تم اس کو کھاؤ مزہ دار خوشگوار سمجھ کر

وَاٰتُوا	النِّسَآءَ	صَدُقٰتِهِنَّ	نِحْلَةً	فَاِنْ	طِبْنَ	لَكُمْ	عَنْ شَيْءٍ	مِّنْهُ	نَفْسًا	فَكُلُوْهُ	هَنِيْٓـــًٔا مَّرِيْٓـــًٔا
اور دے دو	عورتیں	ان کے مہر	خوشی سے	پھر اگر	خوشی سے چھوڑ دیں	تم کو	کچھ	اس سے	دل سے	تو اسے کھاؤ	مزیدار خوشگوار

عورتوں کے حق مہر کا تحفظ

مہر کے متعلق عرب میں کئی قسم کے ظلم ہوتے تھے ایک یہ کہ مہر جو عورت کا حق ہے اس کو نہ دیا جاتا تھا بلکہ عورت کا ولی شوہر سے مہر وصول کر لیتا تھا۔ جو سراسر ظلم تھا۔ دوسرا ظلم یہ بھی تھا کہ اگر کبھی کسی کو مہر دینا بھی پڑ گیا تو بہت ناگواری کے ساتھ بادل نخواستہ تاوان سمجھ کر دیتے تھے۔ تیسرا ظلم مہر کے بارے میں یہ بھی ہوتا تھا کہ بہت سے شوہر یہ سمجھ کر کہ بیوی ان کے قبضہ میں ہے اور ان سے مجبور ہے۔ مخالفت کر نہیں سکتی دباؤ ڈال کر بیوی سے مہر معاف کرا لیتے تھے اور یہ سمجھ کر کہ مہر معاف ہو گیا پھر ادائیگی سے بے فکر ہو جاتے۔

یہ جملہ مظالم زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہوتے تھے جس کا انسداد قرآن کریم نے اس آیت میں فرمایا اور یہ تعلیم فرمائی کہ عورتوں کا مہر ایک حق واجب ہے اس کی ادائیگی ضروری ہے اور جس طرح تمام حقوق واجبہ کو خوش دلی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح اس مہر کی ادائیگی بھی نہایت خوشی خوشی ہونا چاہیے۔ ہاں اگر عورتیں خوش دلی کے ساتھ اپنے مہر کا کوئی حصہ بالکل معاف کر دیں تو بیشک اتنا حصہ بالکل معاف ہو جائے گا لیکن یہ معافی جبر' دباؤ یا اکراہ کے ذریعہ حاصل نہ ہو۔ اس سے کچھ معاف نہیں ہوتا عورت اگر اپنے اختیار اور رضامندی اور نفس کی خوشی سے جزو یا کل مہر معاف کر دے تو وہ درست ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ واتوا النسآء صدقتهن نحلة اور تم لوگ بیویوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دیا کرو۔ اس میں عورتوں کے شوہر بھی مخاطب ہیں اور لڑکیوں کے ولی بھی شوہروں کو یہ حکم ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کرو ان کے مہر خوش دلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کرو خواہ ان کا کوئی حامی تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو۔ اور لڑکیوں کے اولیاء بھی مخاطب ہیں کہ اگر لڑکیوں کے مہر ان کو وصول ہو جائیں تو یہ لڑکیوں ہی کو دے دیں اور ان کی اجازت کے بغیر اپنے تصرف میں نہ لائیں تو اس آیت میں ایک حکم مردوں کو یہ ہوا کہ از خود عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیا کرو۔

آگے دوسرا حکم اور مسئلہ ارشاد ہوتا ہے۔ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـــًٔا مَّرِيْٓـــًٔا پھر اگر وہ بیویاں خوش دلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر میں سے کوئی جزو (اور یہی حکم کل کا بھی ہے) تو اس حالت میں تم اس کو کھاؤ برتو مزہ دار خوشگوار سمجھ کر یعنی عورت اپنی خوشی سے اپنے مہر میں سے کوئی مقدار شوہر کو معاف کر دے اور یہی حکم پورے مہر کا بھی ہے۔ یا عورت مہر لے کر پھر شوہر کو ہبہ کر دے تو اس میں قطعاً کوئی حرج نہیں۔ شوہر کو اجازت ہے کہ اس کو خوشی سے کھالے۔

ایسے مہر کے لئے جو عورت خوشی سے معاف کر دے یہاں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک هَنِيْٓـــًٔا دوسرے مَّرِيْٓـــًٔا۔ هَنِيْٓـــًٔا اس کھانے کو کہتے ہیں جو لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرے اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت ہو وہ مَّرِيْٓـــًٔا ہے تو خوشی سے معاف کئے ہوئے مہر کو ایسا بتلایا گیا جیسا کہ وہ کھانا لذیذ اور خوش ذائقہ بھی ہو۔ طبیعت کو پسند بھی ہو اور پھر بخوبی ہضم ہو کر باعث صحت وقوت بھی ہو۔ اسی سے اس کا برعکس بھی سمجھا جا سکتا ہے یعنی جو

مہر عورت بخوشی معاف نہ کرے یا کسی جبر و دباؤ سے معاف کرے اس کا کھانا ایسا ہوگا جیسا کہ بدذائقہ اور مضر کھانا جو صحت و تندرستی کو تباہ و برباد کردے۔ لہٰذا اگر شوہر نے کچھ زور اور دباؤ ڈال کر یا دھمکا کر یا دق کر کے عورت سے مہر معاف کرالیا تو ایسے معاف کرانے سے معاف نہیں ہوگا اور وہ عنداللہ اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہوگا۔

مہر کی مقدار

اس آیت سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ جب مردوں کو خوش دلی اور بطیب خاطر مہر ادا کرنے کا حکم ہے تو پھر مہر اتنا ہی مقرر کرنا چاہیے جو شوہر خوش دلی اور طیب خاطر سے ادا کر سکے۔ نہ یہ کہ محض کہنے سننے کے لئے ہزاروں لاکھوں کے مقرر کر لئے جائیں کہ دینا لینا تو ہے نہیں تو پھر مہر کی کتنی ہی بڑی مقدار مقرر کر لینے میں کیا حرج ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ خبردار مہر بڑھا کر مت ٹھہراؤ اس لئے کہ اگر یہ عزت کی بات ہوتی تو دنیا میں اور تقویٰ کی بات ہوتی اللہ کے نزدیک تو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بی بی سے نکاح کیا ہو یا کسی صاحبزادی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اور بعض روایات میں ساڑھے بارہ اوقیہ آئے ہیں جو ہمارے سکہ کے حساب سے ۱۵۰ روپے کے اندر اندر ہی رقم ہوتی ہے۔

اب جہاں تک مہر کے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ ہونے کا سوال ہے تو امام شافعیؒ کے نزدیک مہر پیسہ دو پیسہ یعنی بہت کم قیمت چیز بھی ہو سکتی ہے مگر ہمارے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مہر کا کم از کم درجہ دس درہم ہیں جس کو علما نے لکھا ہے کہ تقریباً ساڑھے ۳ روپیہ کے ہوتے ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ جتنا بھی مقرر کر لیا جائے گا اس کا ادا کرنا ضروری اور واجب ہوگا سوائے اس صورت کے کہ جو آیت میں ارشاد ہوئی یعنی عورت بخوشی طیب نفس سے خود اپنا سارا یا تھوڑا بہت جتنا معاف کردے تو اس کی ادائیگی مرد پر لازم نہ رہے گی اور نہ عورت اس کے پانے کی مستحق رہے گی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے حقوق کی پوری ادائیگی کا عزم ہر حال میں عطا فرمائیں۔ خصوصاً عورتوں کے حقوق میں کوتاہی سے ہم کو بچائیں۔ یا اللہ شریعت مطہرہ نے جو حقوق بیویوں کے شوہروں پر اور جو حقوق شوہروں کے بیویوں پر مقرر فرمائے ہیں ہم کو اخلاص کے ساتھ ان کے ادا کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ یا اللہ عورتوں کے مہر کے معاملہ میں جو حقوق آپ نے عائد کئے ہیں اس میں کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔ یا اللہ مسلمانوں میں جو ناجائز رسوم خلاف شرع آ گئی ہیں ان سے ہمیں اجتناب کی توفیق عطا ہو اور موت و حیات کے ہر معاملہ میں شریعت اسلامیہ کی پابندی اور اتباع نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا

اورتم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جنکو خدا تعالی نے تمہارے لئے مایہ زندگی بنایا ہے۔ اور اُن مالوں میں اُن کو کھلاتے رہو

وَلَا	تُؤْتُوا	السُّفَهَآءَ	اَمْوَالَكُمُ	الَّتِيْ	جَعَلَ	اللّٰهُ	لَكُمْ	قِيٰمًا	وَارْزُقُوْهُمْ	فِيْهَا
اور نہ	دو	بے عقل (جمع)	اپنے مال	جو	بنایا	اللہ	تمہارے لئے	سہارا	اور انہیں کھلاتے رہو	اس سے

وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ

پہناتے رہو اور اُن سے معقول بات کہتے رہو۔ اورتم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جاویں پھر اگر اُن میں

وَاكْسُوْهُمْ	وَ قُوْلُوْا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَعْرُوْفًا	وَابْتَلُوا	الْيَتٰمٰى	حَتّٰى	اِذَا	بَلَغُوا	النِّكَاحَ	فَاِنْ
اور انہیں پہناتے رہو	اور کہو	ان سے	بات	معقول	اور آزماتے رہو	یتیم (جمع)	یہاں تک	جب	وہ پہنچیں	نکاح	پھر اگر

اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ

ایک گونہ تمیز دیکھو تو اُن کے اموال اُنکے حوالہ کردو اور اُن اموال کو ضرورت سے زائد اُٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہوجاویں گے

اٰنَسْتُمْ	مِنْهُمْ	رُشْدًا	فَادْفَعُوْا	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	وَلَا	تَاْكُلُوْهَا	اِسْرَافًا	وَبِدَارًا	اَنْ
تم پاؤ	ان میں	صلاحیت	تو حوالے کردو	ان کے	ان کے مال	اور نہ	وہ کھاؤ	ضرورت سے زیادہ	اور جلدی جلدی	کہ

يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ

جلدی جلدی اُڑا کر مت کھا ڈالو۔ اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھالے

يَكْبَرُوْا	وَمَنْ	كَانَ	غَنِيًّا	فَلْيَسْتَعْفِفْ	وَمَنْ	كَانَ	فَقِيْرًا	فَلْيَاْكُلْ	بِالْمَعْرُوْفِ
وہ بڑے ہوجائینگے	اور جو	ہو	غنی	بچتا رہے	اور جو	ہو	حاجت مند	تو کھائے	دستور کے مطابق

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

پھر جب اُن کے اموال اُن کے حوالے کرنے لگو تو اُن پر گواہ بھی کرلیا کرو اور اللہ تعالی ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

	فَاِذَا	دَفَعْتُمْ	اِلَيْهِمْ	اَمْوَالَهُمْ	فَاَشْهِدُوْا	عَلَيْهِمْ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	حَسِيْبًا	
	پھر جب	حوالے کرو	ان کے	ان کے مال	تو گواہ کرلو	ان پر	اور کافی	اللہ	حساب لینے والا	

یتیم کے مال کے حوالہ سے تین حکم

یہاں اس آیت میں یتیم بچوں کے والیوں کو تین حکم دیئے گئے ہیں۔

ایک یہ کہ اگر یتیم سفیہ یعنی کم عقل ہو اس کو مال کی حفاظت وغیرہ کا طریقہ نہ آتا ہو اور اس کے اطوار سے معلوم ہو کہ وہ مال کو کم عقلی کی وجہ سے ضائع کردے گا تو اس کا مال اس کے حوالہ نہ کرو جو تمہاری سپردگی میں ہے۔

دوسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا جائے تو اس مال میں سے یا اس کے نفع میں سے یتیم کو کھانا کپڑا دینا چاہیے۔

تیسرا حکم ولی کو یہ ہے کہ جب تک یتیم کا مال اس کے سپرد نہ کیا

جائے تو یتیم کو اس کا مال نہ دینے سے ممکن ہے کہ رنج ہو تو اس سے تسلی اور دلاسے کی باتیں کرتے رہو کہ تمہارا ہی مال ہے۔ ہم تو نگہبان ہیں۔ یہ تم ہی کو آخر مل جائے گا تمہارے ہی فائدہ اور خیر خواہی کے لئے ابھی تمہارے حوالے نہیں کیا ہے اسی طرح کی تسلی آمیز باتیں۔

مال کی اہمیت

اس آیت میں مال کی اہمیت اور انسانی معاش میں اس کا بڑا دخل ہونا بھی بتلایا گیا۔ اس لئے مال کی حفاظت بھی ضروری امر ہے۔ اور اس کو ضائع کرنا گناہ ہے کیونکہ اللہ نے مال کو انسانوں کے لئے گزران اور قیام معیشت کا ذریعہ بنایا ہے۔ اور دینی و دنیوی مصلحتوں اور ضرورتوں کا بقاء مال پر رکھا گیا ہے۔ حج و جہاد وغیرہ سب مال پر موقوف ہیں۔

یتیم کا مال کب اس کے سپرد کیا جائے

آگے دوسری آیت میں مزید احکامات مذکور ہیں یعنی جب ان کو اتنا سلیقہ آگیا کہ اپنے مال کی حفاظت و رعایت مصالح کر سکیں تو پھر بلا تاخیر ان کے مال ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ اس آیت کے حکم کے تحت حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ۲۵ سال کی عمر تک کا انتظار کرو اس درمیان میں اگر اس کو سمجھ آ جائے تو مال اس کے حوالہ کر دو ورنہ جب ۲۵ سال کی عمر ہو جائے تو ہر حال میں اس کا مال اس کو دے دینا چاہیے ورنہ کیا ساری عمر ہی نابالغ رہے گا اور کیا بوڑھا ہو کر بھی پیر نابالغ ہی کہلائے گا۔ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ مرد کی عقل ۲۵ سال میں اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

یتیم کے مال میں اسراف نہ کرو

آگے یتیم کے ولی کو ایک مزید ہدایت دی جاتی ہے کہ یتیم کے مال میں اسراف اور فضول خرچی سے ممانعت کر دی کہ ایسا ہرگز نہ کرو۔ اب یتیم کا ولی اور کارکن یا تو غریب حاجت مند ہوگا یا غنی ہو گا۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق مزید حکم دیا جا رہا ہے۔

یتیم کا جو ولی حاجت مند شخص نہ ہو اور اپنی ضرورت کا تکفل کر سکتا ہو تو اس کو چاہیے کہ یتیم کے مال میں سے حق الخدمت نہ لیا کرے کیونکہ یہ خدمت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں اور جو یتیم کا ولی فقیر اور محتاج ہو اور دوسرا کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو وہ یتیم کے مال میں سے ایک مناسب مقدار کھا سکتا ہے جس سے اپنی حاجات ضروریہ پوری ہو جائیں۔

یتیم کو اس کا مال سپرد کرتے ہوئے گواہ ضرور بنالو

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ یعنی جب آزمائش اور بلوغ کے بعد یتیموں کے اموال ان کے سپرد کرنے لگو تو چند ثقہ اور نیک لوگوں کو گواہ بنا لیا کرو تا کہ آئندہ کسی وقت کچھ اختلاف واقع ہو تو بسہولت گواہوں کی مدد سے طے ہو سکے اور کسی نزاع اور جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔ اسی وجہ سے یتیم کا مال لیتے اور دیتے وقت لکھ لینا اور گواہ کر لینا مستحب ہے۔ یتیم کو گواہوں کے سامنے مال سپرد کرنا مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہے اور حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یعنی گواہ کرنا اولیٰ اور افضل ہے واجب نہیں۔ اخیر میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا اور اللہ تعالیٰ حساب لینے والا کافی ہے یعنی اگر ولی نے یا گواہوں نے کسی قسم کی خیانت کی تو اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن سے خبردار ہے وہ ان سے حساب لے لے گا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ جو مال ہم کو آپ نے دنیا میں عطا فرمایا ہے اور جو ہماری گزران معاش کا ذریعہ ہے اس کو آخرت کے کمانے اور دین کے سنوارنے میں مددگار بنائیے اور مال و دولت کے فتنہ اور شر سے ہماری حفاظت فرمائیے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ

مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جاویں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ان کے ماں باپ اور بہت نزدیک کے

لِلرِّجَالِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدَانِ	وَالْأَقْرَبُونَ	وَلِلنِّسَاءِ	نَصِيبٌ	مِّمَّا	تَرَكَ	الْوَالِدَانِ
مردوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ	اور قرابت دار	اور عورتوں کیلئے	حصہ	اس سے جو	چھوڑا	ماں باپ

وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝٧ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُوا الْقُرْبَىٰ

قرابت دار چھوڑ جاویں خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ قطعی طور پر مقرر ہے۔ اور جب میراث تقسیم ہونے کے وقت آموجود ہوں

وَالْأَقْرَبُونَ	مِمَّا	قَلَّ	مِنْهُ	أَوْ كَثُرَ	نَصِيبًا	مَّفْرُوضًا	وَإِذَا	حَضَرَ	الْقِسْمَةَ	أُولُوا الْقُرْبَىٰ
اور قرابت دار	اس میں سے	تھوڑا	اس سے	یا زیادہ	حصہ	مقرر کیا ہوا	اور جب	حاضر ہوں	تقسیم کے وقت	رشتہ دار

وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝٨ وَلْيَخْشَ الَّذِينَ

رشتہ دار اور یتیم اور غریب لوگ تو اُن کو بھی اُس میں سے کچھ دے دو اور اُن کے ساتھ خوبی سے بات کرو۔ اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے

وَالْيَتَامَىٰ	وَالْمَسَاكِينُ	فَارْزُقُوهُم	مِّنْهُ	وَقُولُوا	لَهُمْ	قَوْلًا	مَّعْرُوفًا	وَلْيَخْشَ	الَّذِينَ
اور یتیم	اور مسکین	تو انہیں کھلادو (دیدو)	اس سے	اور کہو	ان سے	بات	اچھی	اور چاہیے کہ ڈریں	وہ لوگ

لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا

کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو اُن کی اُن کو فکر ہو سو اُن لوگوں کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ سے ڈریں اور موقع کی

لَوْ تَرَكُوا	مِنْ	خَلْفِهِمْ	ذُرِّيَّةً	ضِعَافًا	خَافُوا	عَلَيْهِمْ	فَلْيَتَّقُوا	اللَّهَ	وَلْيَقُولُوا	قَوْلًا
اگر چھوڑ جائیں	سے	اپنے پیچھے	اولاد	ناتواں	انہیں فکر ہو	ان کا	پس چاہیے کہ وہ ڈریں	اللہ	اور چاہیے کہ کہیں	بات

سَدِيدًا ۝٩ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا

بات کہیں۔ بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے ہیں اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھر رہے ہیں

سَدِيدًا	إِنَّ	الَّذِينَ	يَأْكُلُونَ	أَمْوَالَ	الْيَتَامَىٰ	ظُلْمًا	إِنَّمَا	يَأْكُلُونَ	فِي	بُطُونِهِمْ	نَارًا
سیدھی	بیشک	جو لوگ	کھاتے ہیں	مال	یتیموں	ظلم سے	اسکے سوا کچھ نہیں	وہ بھر رہے ہیں	میں	اپنے پیٹ	آگ

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝١٠

اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے۔

وَسَيَصْلَوْنَ	سَعِيرًا
اور عنقریب داخل ہونگے	آگ (دوزخ)

تفسیر وتشریح

اس سورۃ میں شروع ہی سے حقوق کا بیان چل رہا ہے گزشتہ آیات میں یتیموں کے بعض حقوق بتلا کران کے متعلق ان کے اولیاء کو احکام دیے گئے تھے۔ ان آیات میں بھی یتیموں کے اور عورتوں کے

33 خاص حقوق متعلقہ وراثت کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب میں یہ دستور اور رواج تھا کہ بیٹیاں خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں پاتی تھیں۔اور نابالغ بیٹوں کو بھی میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ صرف وہی بیٹے جو بڑے اور جوان ہوتے تھے اور دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں کام آتے تھے۔ترکہ کے وارث سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے یتیم بچوں کو میراث میں سے کچھ نہ ملتا تھا۔ چنانچہ زمانہ جاہلیت کے اس دستور کو باطل کی اصلاح کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

شان نزول: وراثت میں یتیموں اور خواتین کے حقوق کا تحفظ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک واقعہ پیش آیا کہ حضرت اوس بن ثابتؓ کا انتقال ہوا اور انہوں نے ایک بیوی ایک نابالغ لڑکا اور دو بڑی لڑکیاں اپنے پیچھے چھوڑیں۔عرب کے قدیم دستور کے موافق ان کے دو چچا زاد بھائیوں نے آکر مرحوم کے پورے مال پر قبضہ کرلیا اور اولاد اور بیوی میں سے کسی کو کچھ نہیں دیا کیونکہ ان کے نزدیک عورت تو مطلقاً مستحق وراثت نہ سمجھی جاتی تھی اس لئے بیوہ اور دونوں لڑکیاں تو یوں محروم ہوگئیں اور یتیم لڑکا بوجہ نابالغ ہونے کے محروم کردیا گیا۔اس طرح ترکہ کے پورے مال کے وارث دو چچازاد بھائی ہوگئے۔حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ نے یہ بھی چاہا کہ یہ چچازاد بھائی جو پورے ترکہ پر قبضہ کررہے ہیں تو ان دونوں لڑکیوں سے شادی بھی کرلیں تاکہ ان کی فکر سے فراغت ہو مگر انہوں نے یہ بھی قبول نہ کیا۔تب حضرت اوس بن ثابتؓ کی بیوہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اپنی اور اپنے بچوں کی بے کسی اور محرومی کی شکایت کی۔اس وقت تک چونکہ قرآن کریم میں آیت میراث نازل نہ ہوئی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے میں توقف فرمایا۔آپ کو اطمینان تھا کہ وحی الٰہی کے ذریعہ اس ظالمانہ دستور کو ضرور بدلا جائے گا چنانچہ اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

یہاں تصریح کردی گئی کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروک میں سے بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان ان کا حصہ ملے گا اور بیٹیوں کو بھی خواہ بالغ ہوں یا نابالغ ان کا حصہ ملے گا اور نَصِيبًا مَّفْرُوضًا فرما کر یہ تاکید فرمادی کہ یہ حصے قطعی طور پر مقرر کئے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت۔اس طرح جاہلیت کی ایک قبیح رسم کا خاتمہ کردیا گیا اور یتیموں اور عورتوں کے حقوق کی حفاظت کر کے ان کی حق تلفی کو روک دیا گیا۔

وراثت میں حق نہ رکھنے والے رشتہ داروں کی دلجوئی

اب میت کے رشتہ داروں میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ضابطہ شرعی کے ماتحت اس کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا لیکن فرائض کی تفصیلات کا علم ہر شخص کو نہیں ہوتا عام طور پر ہر رشتہ دار خواہشمند ہوتا ہے کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے۔اس لئے وہ رشتہ دار جو شرعی ضابطہ کے میراث کے تحت محروم قرار دیا جائے تو تقسیم میراث کے وقت ان کا دل افسردہ اور رنجیدہ ہوسکتا ہے اور بالخصوص جبکہ ان میں کچھ یتیم، مسکین اور حاجت مند بھی ہوں ایسی حالت میں جبکہ دوسرے رشتہ دار اپنا حصہ لے جارہے ہوں اور یہ کھڑے دیکھ رہے ہوں تو ظاہر ہے کہ ان کے دل میں حسرت ویاس پیدا ہوکر دل شکنی کا باعث ہوگی۔چنانچہ قرآنی تعلیم کی خوبی اور کمال دیکھئے کہ ان میراث سے محروم رہنے والوں کی دل شکنی بھی گوارا نہیں کی جاتی اور اس کے متعلق ہدایت دی جاتی ہے کہ جو دور کے رشتہ دار اور یتیم و مسکین میراث میں حصہ پانے سے محروم ہورہے ہوں۔ان کے متعلق ہدایت یہ دی گئی کہ میراث پانے والوں کا اخلاقی فرض ہے کہ اس مال میں سے باختیار خود کچھ ان محرومین کو بھی دیدیں جو ان کے لئے ایک قسم کا صدقہ اور موجب ثواب عمل ہوگا۔اور ایسے وقت میں جبکہ ایک مال بغیر کسی سعی اور عمل کے محض اللہ تعالیٰ کی دین سے انہیں مل رہا ہو تو صدقہ وخیرات فی سبیل اللہ کا خود بھی داعیہ دل میں ہونا چاہیے اور اس موقع پر اس طرح کچھ نہ کچھ دے دینے سے دور کے رشتہ داروں کی دل شکنی اور حسرت کا ازالہ ہوجائے گا۔مزید برآں

اس پر بھی کوئی بات ان سے ایسی نہ کہی جائے کہ جس سے ان کی دل شکنی ہو۔ یہاں اس آیت میں یہ حکم واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور اگر ابتداء میں واجب ہوا بھی ہو تو وجوب منسوخ ہے کیونکہ بعد میں وارثوں کے تفصیلی حصوں کا تقرر و تعین ہو گیا یہاں یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ ایسے دور کے رشتہ داروں اور یتیم و مسکین قرابت دار کو جو کچھ تبرعاً دیا جائے گا وہ مجموعی مال میں سے نہیں بلکہ صرف بالغین ورثا میں سے جو حاضر ہوں وہ اپنے حصہ میں سے دیں۔ نابالغ اور غائب کے حصہ میں سے دینا درست نہیں کیونکہ نابالغ کی اجازت بھی معتبر نہیں اور جو بالغ وارث غیر حاضر ہوں ان کے حصہ میں ان کی اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔

یتیموں کو کسی قسم کا جانی اور مالی ضرر نہ پہنچاؤ

آگے اسی اصل مضمون کی تائید کے لئے ایک واقعہ دنیویہ فرض کرتے ہیں جس سے یتیموں کی ہمدردی پیدا ہو اور ایک واقعہ آخرت کا یقین دلایا جاتا ہے تاکہ خوف پیدا ہو۔

چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

''اور یتامیٰ کے معاملہ میں ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہیے کہ اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر مر جاویں تو ان بچوں کی ان لوگوں کو فکر ہو کہ دیکھئے ان کو کوئی آزار نہ دے تو ایسا ہی دوسرے کے بچوں کے لئے بھی خیال چاہیے کہ ہم ان کو آزار نہ دیں سو اس بات کو سوچ کر ان لوگوں کو چاہیے کہ یتامیٰ کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کے حکم کی مخالفت سے ڈریں۔''

یعنی فعلاً آزار و ضرر نہ پہنچائیں اور قولاً بھی ان سے موقع کی بات کہیں۔ اس میں تسلی اور دلجوئی کی بات بھی آ گئی اور تعلیم و تادیب کی بات بھی آ گئی۔ غرض ان کے جان و مال دونوں کی اصلاح کریں۔

آگے آخری آیت میں ارشاد ہے:۔

''بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال بلا استحقاق کھاتے (برتتے) ہیں اور کچھ نہیں اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے انگارے بھر رہے ہیں (یعنی انجام یتیم کے مال کھانے کا یہ ہونے والا ہے اور اس انجام کے مرتب ہونے میں کچھ زیادہ دیر نہیں) کیونکہ عنقریب ہی دوزخ کی جلتی آگ میں داخل ہوں گے وہاں یہ انجام نظر آ جائے گا۔'' العیاذ باللہ تعالیٰ

یہ وعید شدید یتیم کے بلا استحقاق مال کھانے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس بلائے عظیم سے محفوظ فرمائیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ امور میں قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے جو حقوق ہم پر مقرر کئے ہیں خصوصاً عورتوں اور یتیم بچوں کے ان کو اپنی مرضی کے موافق پورا کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو میراث کے مسائل و احکام معلوم کرنے اور جاننے کی توفیق عطا فرما اور شریعت اسلامیہ کے قوانین کے موافق ان پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے میراث کے جو حصے مقرر فرما دیئے ہیں وہ قطعی اور اٹل ہیں اور اسلام کا یہ قانون وراثت جو بے مثال ہے اس کی ہم کو پوری پابندی نصیب فرمایئے اور اس کی خلاف ورزی سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ ہم کو یتامیٰ کی ہمدردی و خیر خواہی کا پورا پورا جذبہ صادقہ عطا فرما اور یتامیٰ کے مال میں غیر شرعی تصرف سے کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ یتامیٰ کے مال ظلماً کھانے کی جو وعید شدید قرآن و حدیث میں سنائی گئی ہے ہم اس ظلم عظیم سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں یا اللہ آخرت کے عذاب سے ہمیں بچایئے گا اور نار دوزخ سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھئے گا۔ آمین　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے باب میں لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے

يُوْصِيْكُمُ	اللّٰهُ	فِيْٓ	اَوْلَادِكُمْ	لِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ	الْاُنْثَيَيْنِ	فَاِنْ	كُنَّ	نِسَآءً	فَوْقَ
تمہیں وصیت کرتا ہے	اللہ	میں	تمہاری اولاد	مرد کو	مانند (برابر)	حصہ	دو عورتیں	پھر اگر	ہوں	عورتیں	زیادہ

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۗ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ

زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا اُس مال کو جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اُس کو نصف ملے گا اور ماں باپ کے لئے یعنی دونوں

اثْنَتَيْنِ	فَلَهُنَّ	ثُلُثَا	مَا تَرَكَ	وَاِنْ	كَانَتْ	وَاحِدَةً	فَلَهَا	النِّصْفُ	وَلِاَبَوَيْهِ	لِكُلِّ وَاحِدٍ
دو	تو ان کیلئے	دو تہائی	جو چھوڑا (ترکہ)	اور اگر	ہو	ایک	تو اس کے لئے	نصف	اور ماں باپ کیلئے	ہر ایک کیلئے

مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ

میں سے ہر ایک کے لئے میت کے ترکہ میں سے چھٹا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہو اور اگر اس میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور اُس کے ماں باپ ہی اُس کے وارث ہوں

مِنْهُمَا	السُّدُسُ	مِمَّا	تَرَكَ	اِنْ كَانَ	لَهٗ وَلَدٌ	فَاِنْ	لَمْ يَكُنْ	لَهٗ وَلَدٌ	وَوَرِثَهٗ	اَبَوٰهُ
ان دونوں میں سے	چھٹا حصہ	اس سے جو	چھوڑا (ترکہ)	اگر ہو	اس کی اولاد	پھر اگر	نہ ہو	اسکی اولاد	اور اسکے وارث ہوں	ماں باپ

فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ

تو اس کی ماں کا ایک تہائی ہے (باقی دو تہائی باپ کا) اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اُس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا (اور باقی باپ کو)

فَلِاُمِّهِ	الثُّلُثُ	فَاِنْ	كَانَ لَهٗ	اِخْوَةٌ	فَلِاُمِّهِ	السُّدُسُ	مِنْ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُوْصِيْ بِهَا
تو اسکی ماں کا	تہائی	پھر اگر	اسکے ہوں	کئی بہن بھائی	تو اسکی ماں کا	چھٹا	سے۔بعد	وصیت	اسکی وصیت کی ہو

اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ

وصیت نکالنے کے بعد کہ میت اُس کی وصیت کر جاوے یا دین کے بعد تمہارے باپ دادا اور بیٹوں پوتوں میں تم پورے طور پر نہیں جان سکتے کہ اُن میں کا کونسا شخص تم کو نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے

اَوْ دَيْنٍ	اٰبَآؤُكُمْ	وَاَبْنَآؤُكُمْ	لَا تَدْرُوْنَ	اَيُّهُمْ	اَقْرَبُ لَكُمْ	نَفْعًا	فَرِيْضَةً	مِّنَ اللّٰهِ
یا قرض	تمہارے باپ	اور تمہارے بیٹے	تم کو نہیں معلوم	ان میں سے کون	نزدیک تر تمہارے لئے	نفع	حصہ مقرر کیا ہوا	اللہ کا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۱

اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
بیشک اللہ	ہے	جاننے والا	حکمت والا

یہ حکم منجانب اللہ مقرر کردیا گیا۔ بالیقین اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔

شان نزول

صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے یہ روایت ہے کہ میں بیمار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ میری بیمار پرسی کے لئے بنوسلمہ کے محلہ میں پیادہ

پاس تشریف لائے۔ میں اس وقت بیہوش تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر وضو فرمایا پھر وضو کے پانی کا چھینٹا مجھے دیا جس سے مجھے ہوش آیا تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنے مال کی تقسیم کس طرح کروں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ان آیات میراث کے شان نزول کے متعلق ایک روایت یہ بھی احادیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سعد کی لڑکیاں ہیں۔ ان کے والد آپ کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھے اور وہیں شہید ہوئے۔ ان کے چچا نے ان کا کل مال لے لیا ہے۔ ان لڑکیوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ظاہر ہے کہ ان کا نکاح بغیر مال کے نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے چنانچہ یہ آیات میراث نازل ہوئیں آپ نے ان کے چچا کے پاس آدمی بھیج کر بلایا اور حکم دیا کہ دو تہائیاں تو ان دونوں لڑکیوں کو دو اور آٹھواں حصہ بیوہ یعنی ان کی ماں کو دو اور باقی مال تمہارا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا ترکہ ہے جو اسلام میں تقسیم کیا گیا۔

میراث میں اولاد کا حصہ

''اللہ تعالیٰ تم کو وصیت کرتے ہیں یعنی تاکیدی حکم دیتے ہیں تمہاری اولاد کے میراث پانے کے بارہ میں وہ یہ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر ہے۔ (مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو تہائی بیٹے اور ایک تہائی بیٹی کا گویا ان کے حصوں میں باہم یہ نسبت ہوگی کہ ہر لڑکے کو دہرا اور ہر لڑکی کو اکہرا حصہ ملے گا) آگے ایک دوسری صورت کا حکم ارشاد ہوتا ہے:

''اور اگر اولاد میں صرف لڑکیاں ہی ہوں دو سے زائد تو ان لڑکیوں کو اس مال کا دو تہائی ملے گا جو کہ مورث چھوڑ کر مرا ہے'' (یعنی اگر میت کے اولاد ذکور نہ ہو نری لڑکیاں ہی ہوں اور ہوں دو سے زیادہ تو اس صورت میں ان کا حق اس ترکہ میں سے کل مال کا دو تہائی ہے باقی ایک تہائی دوسرے وارثوں کا حق ہے) آگے تیسری صورت کا حکم بیان ہوتا ہے۔

''اور اگر میت کے ایک ہی لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملے گا'' (یعنی اس صورت میں نصف بچا ہوا دوسرے خاص خاص اقارب کا ہوگا۔ یا پھر اگر کوئی نہ ہو تو اسی کو دے دیا جائے گا جیسا کہ کتب فرائض میں مذکور ہے) یہ تو اولاد کے حصوں کا بیان ہوا۔

ماں باپ کا حصہ

''اور میت کے ماں باپ کے لئے ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے اگر میت کے کچھ اولاد ہے خواہ بیٹے ہوں یا بیٹیاں اور اگر میت کے کچھ اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو اس صورت میں پورے مال میں سے اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے اور باقی دو تہائی باپ کا اور اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی یا بہن ہوں تو اس صورت میں اس کی ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا اور باقی باپ کو ملے گا'' یعنی ماں باپ کی میراث میں حق تعالیٰ نے تین صورتیں بیان فرمائیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ اگر ماں باپ کے ساتھ میت کی اولاد بیٹا یا بیٹی ہو تو اس صورت میں میت کے ماں باپ کو ترکہ میں سے ہر ایک کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ میت کے اولاد کوئی نہ ہو۔ بھائی بہن بھی نہ ہوں اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس صورت میں ماں کو ایک تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اولاد تو نہ ہو مگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس صورت میں ماں کو ترکہ کا چھٹا حصہ

ملے گا اور باقی سب اس کے باپ کو ملے گا بھائی بہن کو کچھ نہیں ملے گا۔

تقسیم میراث پر مقدم حقوق

یہ سب حصے بعد ادائے وصیت کہ جو میت نے کی ہے اور بعد ادائے قرض وارثوں کو دیئے جائیں گے" یعنی ترکہ میں پہلا حق میت کے کفن دفن کے اخراجات ہیں۔ اس کے بعد میت کے قرضے ادا کئے جائیں گے اگر قرضے اتنے ہی ہوں جتنا اس کا مال ہے یا اس سے بھی زیادہ تو نہ کسی کو میراث ملے گی اور نہ کوئی وصیت نافذ ہوگی اور اگر قرضے ادا کرنے کے بعد مال بچ جائے یا قرضے بالکل ہی نہ ہوں تو اگر مرنے والے نے کوئی وصیت کی ہو اور وہ کسی گناہ کی وصیت نہ ہو تو اب جو مال موجود ہے اس کے ایک تہائی میں سے اس کی وصیت پوری کی جائے گی اگر کوئی شخص سارے مال کی وصیت کردے تب بھی تہائی مال ہی میں وصیت معتبر ہوگی اس لئے تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کرنا مناسب بھی نہیں اور اگر وارثوں کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کیا تو گناہ بھی ہوگا۔

تقسیم میراث کی حکمت

آگے ورثاء میں میراث کے تقسیم کی حکمت بتلائی جاتی ہے کہ میراث کا حصہ میت کی رائے پر نہیں رکھا گیا بلکہ خود حق تعالیٰ نے اس کے قواعد مقرر فرما دیئے۔

یہاں احکام میراث کی حکمت و مصلحت کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اگر انسان اپنی رائے پر مدار تقسیم رکھتا تو اس کا معیار دینی یا دنیوی نفع رسانی کو بناتا یعنی جس سے زیادہ نفع پہنچنے کی امید ہوتی اسی کو زیادہ حصہ دیتا مگر چونکہ انسان کے پاس کوئی یقینی ذریعہ اپنی تجویز کے صحیح ہونے کا نہیں اس لئے اس کی تجویز غلط ہو سکتی ہے ہاں اللہ تعالیٰ کا علم چونکہ یقینی واقعی اور صحیح ہے اس لئے اس کا فرمودہ طریق بھی واقع کے مطابق ہوگا۔ غرضیکہ احکام میراث اور تقسیم ترکہ کا مسئلہ اللہ نے انسانوں کی تجویز پر نہیں چھوڑا بلکہ اللہ جل شانہ نے یہ فریضہ اپنے ذمہ لے لیا تاکہ مال کی تقسیم میں عدل و انصاف کی پوری پوری رعایت ہو اور میت کا سرمایہ منصفانہ طریقہ سے مختلف مستحقین کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔

قرآن کریم کی اس آیت نے بتلا دیا کہ میراث کے جو حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں وہ اس کا طے شدہ حکم ہے اس میں کسی کو رائے زنی یا کمی بیشی کا حق نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کا داعیہ عطا فرمائیں۔ خصوصاً میراث کے معاملہ میں شرعی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ آپ علیم و حکیم ہیں۔ آپ نے ہماری صلاح و فلاح کے لئے جو قوانین اپنی حکمت سے مقرر فرمائے ہیں بیشک انہی میں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔ ہم کو اپنے احکام کی کامل پابندی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما۔

یا اللہ میراث کے احکام اور تقسیم ترکہ کے حصص جو آپ کے مقرر کردہ ہیں ان کی پوری بجا آوری کی توفیق ہم کو نصیب ہو اور اس معاملہ میں ہر طرح کی کوتاہی سے ہمیں بچائیے۔

یا اللہ میراث کے مسائل ہم کو موقع پڑنے پر جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب ہو تاکہ حق العباد کے مواخذہ میں ہماری گرفت نہ ہو یا اللہ تقسیم میراث کے مسائل میں اس وقت جو کوتاہیاں عام ہو رہی ہیں ان سے ہمیں بچائیے اور میراث کے مسائل کی اہمیت ہمارے دلوں میں پوری طرح بٹھا دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا ملے گا اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جاویں اگر انکے کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد ہو تو تم کو

وَلَكُمْ	نِصْفُ	مَا تَرَكَ	أَزْوَاجُكُمْ	إِنْ	لَّمْ يَكُنْ	لَّهُنَّ	وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ	لَهُنَّ وَلَدٌ	فَلَكُمُ
اور تمہارے لئے	آدھا	جو چھوڑ مریں	تمہاری بیبیاں	اگر	نہ ہو	ان کی	کچھ اولاد	پھر اگر	ہو	ان کی اولاد	تو تمہارے لئے

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ

انکے ترکہ سے ایک چوتھائی ملے گا وصیت نکالنے کے بعد کہ وہ اسکی وصیت کر جاویں یا دین کے بعد اور ان بیبیوں کو چوتھائی ملے گا اس ترکہ کا جس کو تم

الرُّبُعُ	مِمَّا تَرَكْنَ	مِنْ بَعْدِ	وَصِيَّةٍ	يُوصِينَ	بِهَا	أَوْ دَيْنٍ	وَلَهُنَّ	الرُّبُعُ	مِمَّا	تَرَكْتُمْ
چوتھائی	اسمیں سے جو وہ چھوڑیں	بعد	وصیت	وہ وصیت کر جائیں	اس کی	یا قرض	اور ان کیلئے	چوتھائی	اسمیں سے جو	تم چھوڑ جاؤ

إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْ بَعْدِ

چھوڑ جاؤ اگر تمہاری کچھ اولاد نہ ہو اور اگر تمہارے کچھ اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ سے آٹھواں حصہ ملے گا وصیت نکالنے کے بعد

إِنْ	لَمْ يَكُنْ	لَكُمْ وَلَدٌ	فَإِنْ	كَانَ لَكُمْ	وَلَدٌ	فَلَهُنَّ	الثُّمُنُ	مِمَّا تَرَكْتُمْ	مِنْ بَعْدِ
اگر	نہ ہو	تمہاری اولاد	پھر اگر	ہو تمہاری	اولاد	تو انکے لئے	آٹھواں	اس سے جو تم چھوڑ جاؤ	سے۔ بعد

وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ	وَصِيَّةٍ	تُوصُونَ	بِهَا	أَوْ	دَيْنٍ	وَإِنْ	كَانَ	
کہ تم اس کی وصیت کر جاؤ یا دین کے بعد	وصیت	تم وصیت کرو	اس کی	یا	قرض	اور اگر	ہو	

میت کے ترکہ میں شوہر اور بیوی کا حصہ

یہاں شوہر اور بیوی کے حصوں کا تعین کیا گیا ہے۔ پہلے شوہر کا حصہ بتایا گیا اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ مرنے والی بیوی نے اگر کوئی اولاد نہ چھوڑی ہو نہ لڑکا نہ لڑکی تو شوہر کو مرحومہ بیوی کے کل ترکہ کا نصف ملے گا بعد ادائے دین اور نفاذ وصیت کے اگر کی گئی ہو اور باقی نصف میں دوسرے ورثاء مثلاً مرحومہ کے والدین بھائی بہن حسب قاعدہ حصہ پائیں گے۔ ایک صورت تو شوہر کے میراث پانے کی یہ ہوئی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والی نے اولاد چھوڑی ہو ایک ہو یا دو ہوں یا اس سے زائد ہوں لڑکا ہو یا لڑکی ہو اس شوہر سے ہوں جس کو چھوڑ کر وفات پائی ہے یا اس سے پہلے کسی اور شوہر سے ہوں تو اس صورت میں موجودہ شوہر کو مرحومہ بیوی کے مال سے بعد ادائے دین اگر ہو اور بعد وصیت کے اگر کی گئی ہو کل مال کا چوتھائی ملے گا۔ اور بقیہ تین چوتھائی دوسرے ورثاء کو ملیں گے۔ یہ دو صورتیں تو شوہر کے حصہ کی بتلائی گئیں۔ اس کے بعد دو ہی صورتیں شوہر کی وفات پر بیوہ کو میراث ملنے کی بتلائی گئیں۔

اول صورت یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تو ادائے دین اور وصیت کے بقدر مال علیحدہ کرنے کے بعد بیوی کو مرنے والے شوہر کے ترکہ کا چوتھائی ملے گا۔ اور اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ دو ہوں' تین ہوں یا چار ہوں تو وہی چوتھائی سب میں برابر بٹ جاوے گا اور جو کچھ ترکہ بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں

تقسیم کر دیا جاوے گا۔

دوسری صورت بیوہ کو میراث ملنے کی یہ ہے کہ اگر مرنے والے شوہر نے کوئی اولاد چھوڑی ہے خواہ اولاد اس بیوی سے ہو یا کسی دوسری بیوی سے تو اس صورت میں بعد ادائے دین اور وصیت کے بیوہ کو آٹھواں حصہ ملے گا اور اگر مرنے والے شوہر کے دو بیویاں ہوں یا تین ہوں یا چار ہوں تو اس آٹھواں حصہ میں سب برابر کی شریک ہوں گی اور باقی ترکہ جو بچے گا وہ دوسرے ورثاء میں تقسیم ہو جائے گا۔

میراث کے یہ احکام مرنے والے کے مال کی ہر قسم میں جاری ہوں گے خواہ نقد ہو۔ یا جنس زیور ہو یا مکان جائیداد باغ وغیرہ یہ سب ترکہ میں شمار ہوگا۔ حتیٰ کہ میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکہ میں شامل ہوتے ہیں۔

متوفی شوہر کے ترکہ کے تقسیم کے سلسلہ میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بیوی کا مہر ادا ہو گیا ہے یا نہیں۔ اگر بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو اور نہ بیوی نے معاف کیا ہو تو دوسرے قرضوں کی طرح اولاً کل مال سے دین مہر ادا ہو گا اس کے بعد ترکہ تقسیم ہو گا اور مہر لینے کے بعد بیوہ اپنی میراث کا حصہ بھی میراث میں حصہ دار ہونے کی وجہ سے وصول کرے گی اور اگر میت کا مال صرف اتنا ہے کہ مہر ادا کرنے کے بعد کچھ نہیں بچتا تو بھی دوسرے قرضوں کی طرح پورا مال دین مہر میں عورت کو دیدیا جائے گا اور کسی وارث کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ دین مہر کی ادائیگی کی کتنی اہمیت ہے۔

میت کا قرضہ اور وصیت

یہاں اور گذشتہ آیت میں بھی پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے اور پھر دین کا مگر از روئے شریعت پہلے دین مقدم ہے وصیت سے تو اس لفظ وصیت کو پہلے لانے میں نکتہ یہ کہا گیا ہے کہ دین کے تو مطالبہ کرنے والے آدمی زندہ ہوں گے وہ خود ہی وصول کر لیں گے اس میں کوتاہی کا احتمال کم ہے۔ البتہ وصیت جو اصل میں میت کے بعد ایک طرح کا احسان ہے اس لئے اس میں کوتاہی کا احتمال زیادہ ہے۔ اس لئے اہتمام اور تاکید کی غرض سے پہلے وصیت کا لفظ آیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اس جگہ ایک مسئلہ یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ وارث کے حق میں وصیت کرنا باطل ہے مثلاً کسی مرنے والے نے اپنے لڑکے لڑکی شوہر یا بیوی کے لئے وصیت کی یا کسی اور ایسے شخص کے لئے وصیت کی جس کو میراث میں حصہ ملنے والا ہے تو اس وصیت کا کچھ اعتبار نہیں۔ وارثوں کو صرف میراث کا حصہ ملے گا۔ اس سے زیادہ کے وہ مستحق نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق دار کو اس کا حق دیدیا ہے پس کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت معتبر نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو جملہ احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں خصوصاً میراث کے مسائل میں شرعی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو حقوق العباد میں اور خصوصاً میراث و ترکہ کے مال میں کوتاہی سے بچایئے گا یا اللہ دین اور قرض کے بارے ہم سب کو بچایئے گا اور اگر کسی پر یہ بار ہو تو موت سے پہلے اس کی ادائیگی نصیب فرمایئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنۡ كَانَ رَجُلٌ يُّوۡرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امۡرَاَةٌ وَّلَهٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا

اور اگر کوئی میت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت ایسا ہو جس کے نہ باپ دادا ہوں نہ بیٹے پوتے اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو ان دونوں میں سے

وَاِنۡ	كَانَ	رَجُلٌ	يُّوۡرَثُ	كَلٰلَةً	اَوِ امۡرَاَةٌ	وَّلَهٗۤ	اَخٌ	اَوۡ اُخۡتٌ	فَلِكُلِّ	وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا
اور اگر	ہو	ایسا مرد	میراث ہو	جس کا باپ بیٹا نہ ہو	یا عورت	اور اس	بھائی	یا بہن	تو تمام کیلئے	ان میں سے ہر ایک

السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ كَانُوۡۤا اَكۡثَرَ مِنۡ ذٰلِكَ فَهُمۡ شُرَكَآءُ فِى الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ

ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر یہ لوگ اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے وصیت نکالنے کے بعد جس کی وصیت کردی

السُّدُسُ	فَاِنۡ	كَانُوۡۤا	اَكۡثَرَ	مِنۡ ذٰلِكَ	فَهُمۡ	شُرَكَآءُ	فِى الثُّلُثِ	مِنۡۢ بَعۡدِ	وَصِيَّةٍ
چھٹا	پھر اگر	ہوں	زیادہ	اس سے (ایک سے)	تو وہ سب	شریک	تہائی میں	اس کے بعد	وصیت

يُّوۡصٰى بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ۙ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَلِيۡمٌ ؕ﴿۱۲﴾

جاوے یا دین کے بعد بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے یہ حکم کیا گیا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں حلیم ہیں۔

يُّوۡصٰى	بِهَاۤ	اَوۡ دَيۡنٍ	غَيۡرَ مُضَآرٍّ	وَصِيَّةً	مِّنَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	عَلِيۡمٌ	حَلِيۡمٌ
جسکی وصیت کیجائے	اس کی	یا قرض	نقصان نہ پہنچانا	حکم	اللہ سے	اور اللہ	جاننے والا	حلم والا

کلالہ کی میراث

یہاں کلالہ کی میراث بیان کی گئی ہے کہ جس کے وارثوں میں نہ باپ دادا ہوں نہ اولاد پوتے وغیرہ ہوں۔ صرف اس کے ماں شریک بھائی بہن ہوں۔ اب یہاں آیت کی تشریح سمجھنے کیلئے جاننا چاہیے کہ بھائی اور بہن تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک سگے جن کے ماں باپ دونوں ایک ہوں یعنی حقیقی بھائی بہن

(۲) دوسرے سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں یعنی باپ تو ایک ہو اور ماں دو ہوں ان کو علاتی یعنی باپ شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔

(۳) تیسرے سوتیلے کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں ان کو اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہن کہتے ہیں۔ تو اس جگہ آخری قسم یعنی اخیافی یا ماں شریک بھائی بہن کا حصہ بتلایا گیا ہے اور حقیقی بھائی بہن اور باپ شریک بہن بھائی کے حصہ کا بیان اس سورت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے۔

الحاصل یہاں بتلایا گیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مرد یا عورت وفات پا جائے کہ جس کے نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ اولاد نہ اولاد کی اولاد اور اس نے صرف ایک بھائی یا ایک بہن ماں شریک چھوڑے ہوں تو ان میں سے اگر صرف بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر صرف بہن ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ماں شریک بھائی بہن ہوں مثلاً دو ہوں یا تین ہوں یا اور زائد تو یہ سب مرنے والے کے تہائی حصہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور بقیہ میراث دوسرے ورثاء کو ملے گی اگر موجود ہوں اور اگر کوئی نہ ہو تو پھر انہی کو دے دی جائے گی۔

اپنی وصیت سے کسی کو نقصان نہ پہنچائے

یہاں کلالہ کی میراث کے خاتمہ پر یہ بتانے کے بعد کہ یہ میراث وصیت اور دین کے بعد نافذ ہوگی۔ غَيۡرَ مُضَآرٍّ فرمایا یعنی بشرطیکہ وصیت کرنے والا کسی وارث کو ضرر نہ پہنچاوے۔ تو یہ قید اگرچہ صرف اسی جگہ مذکور ہے لیکن اس سے پہلے بھی دو جگہ جو وصیت اور دین کا ذکر آیا ہے وہاں بھی اس کا اطلاق ہوگا۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ مرنے

والے کے لئے وصیت یا دین کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ اب دین اور وصیت کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ قرض کا جھوٹا اقرار کرلے۔ کسی دوست وغیرہ کو رقم دلانے کے لئے یا اپنے مخصوص مال کو جو اس کا اپنا ذاتی ہے یہ ظاہر کرے کہ یہ فلاں شخص کی امانت ہے تاکہ اس میں میراث نہ چلے یا ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کرے یا کسی شخص پر اپنا قرضہ ہو اور وہ وصول نہ ہوا ہو لیکن یہ جھوٹ کہہ دے کہ قرضہ وصول ہو گیا تاکہ وارثوں کو نہ مل سکے یا مرض الموت میں ایک تہائی سے زیادہ کسی کو خود ہبہ کر دے۔ یہ سب صورتیں وارثوں کو ضرر پہنچانے کی ہیں جس پر عمل کرنا سخت ممنوع اور گناہ کبیرہ ہے۔ ہر مورث جو دنیا سے جا رہا ہو اسے زندگی کے آخری لمحات میں اس طرح کی باتوں سے بچنے کا نہایت اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ یہ احکام میراث بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم وصیت اور مہتم بالشان حکم ہے۔ جس پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرنا چاہیے۔

عمل کرنیوالے اور نہ کرنیوالے کو اللہ خوب جانتے ہیں

آخر میں وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَلِیۡمٌ فرما کر یہ جتلا دیا گیا اور مزید تنبیہ فرمادی گئی کہ اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں جو احکام مذکورہ پر عمل کرے گا اس کا اجر پائے گا اور جو خلاف ورزی کرے گا اس کی یہ بدکرداری بھی اللہ کے علم میں آئے گی جس کی پاداش اور سزا اسے بھگتنی ہوگی۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خلاف ورزی کرنے والے کو دنیا میں فوراً سزا نہ دیں اس لئے کہ وہ حلیم ہیں لہٰذا خلاف ورزی کرنے والوں کو یہ دھوکہ نہ لگنا چاہیے کہ میں بچ گیا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں۔ خصوصاً میراث و ترکہ کے احکام کی پوری پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں اپنے اور اپنے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ زندہ رکھنا اور مرنے سے پہلے اس بار عظیم سے ہم کو سبکدوش ہونا نصیب فرمانا۔

یا اللہ شریعت مطہرہ کی ہم کو ظاہراً و باطناً ہر حال میں پابندی عطا فرما اور اپنے جملہ احکام کی اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جینا و مرنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ

یہ سب احکام مذکورہ خداوندی ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور رسول کی پوری اطاعت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کردیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی

تِلْكَ	حُدُوْدُ اللّٰهِ	وَمَنْ	يُّطِعِ اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	يُدْخِلْهُ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْھٰرُ
یہ	حدیں اللہ	اور جو	اللہ کی اطاعت کرے	اور اس کا رسول	وہ اس داخل کرے گا	باغات	بہتی ہیں	ان کے نیچے	نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

ہمیشہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اُس کے ضابطوں سے نکل جاویگا

خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	وَمَنْ	يَّعْصِ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَيَتَعَدَّ	حُدُوْدَهٗ
ہمیشہ رہیں گے	ان میں	اور یہ	کامیابی	بڑی	اور جو	نافرمانی کرے	اللہ	اور اس کا رسول	اور بڑھ جائے	اس کی حدیں

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

اس کو آگ میں داخل کریں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہے۔

	يُدْخِلْهُ	نَارًا	خَالِدًا	فِيْهَا	وَلَهٗ	عَذَابٌ	مُّهِيْنٌ	
	وہ اسے داخل کریگا	آگ	ہمیشہ رہے گا	اس میں	اور اسکے لئے	عذاب	ذلیل کرنے والا	

قانون میراث کی اہمیت اوران پرعمل کی فضیلت

احکام میراث بیان فرما کر یہاں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فرمانے میں تاکید وتنبیہ ہے کہ یہ سب احکام مذکورہ متعلقہ میراث خداوندی ضابطہ ہیں اوراللہ تعالیٰ کی مقرر حدیں ہیں۔حد کسی چیز کے ختم ہوجانے کی جگہ کو کہتے ہیں یعنی آخری کنارہ اور وہ لکیر جس کے آگے نہیں جاسکتے۔ مراد حدوداللہ سے اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے وہ اصول اور ضوابط اور وہ پابندیاں ہیں جنہیں توڑنے اور جن سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں۔تو احکام میراث بیان فرما کر اخیر میں تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک بادشاہ وقت اپنے ملک یا شہر میں کوئی اعلان کرے اور تاکیداً اخیر میں کہے کہ یہ شاہی فرمان ہے۔مقصود جس سے یہی ہوتا ہے کہ اس اعلان کی مخالفت کی کوئی ہمت نہ کرے۔تو ان احکام میراث کی تاکید میں حق تعالیٰ کا اتنا فرمادینا تلک حدود اللہ ہی کافی تھا۔ مگر آگے ان ضابطوں اوراحکام کی پابندی کرنے والوں کی فضیلت بھی بیان کی جاتی ہے اورارشاد ہوتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ قرآن کریم میں متعدد جگہ حق تعالیٰ نے جنت میں داخل ہوجانے کو کہیں فَوْزُ الْعَظِيْمُ فرمایا ہے اور کہیں فَوْزُ الْكَبِيْرُ فرمایا ہے۔فوز کے معنی ہیں کامیاب ہونا۔فتح پانا' مصیبت سے نجات پانا' اپنا انتہائی مقصد پالینا۔حصول سلامتی کے ساتھ خیر کو پالینا یہ سب مفہوم لفظ فوز میں شامل ہیں۔تو جنت میں اس طرح پہنچ جانا کہ نہ اولاً کوئی سزا ہو نہ رسوائی اور ذلت ہو تو یہ انتہائی کامیابی اور مقصد اور مراد کو حاصل کر لینا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے یہ اعلیٰ کامیابی ہم سب کو نصیب فرماویں آمین۔

قانون میراث کی خلاف ورزی کرنے والے

آگے ان ضابطوں کے نہ ماننے اوران کے خلاف کرنے والوں

کا حال بیان ہوتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ یعنی جو ان کی پابندی کو ضروری نہ سمجھے گا اور ان احکام کو رد کر دے گا اور اس کے خلاف عمل کرے گا اس کو دوزخ کی آگ میں داخل کریں گے۔ اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کو ایسا عذاب ہوگا کہ جس میں رسوائی اور ذلت اور اہانت بھی خوب ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اور جملہ اہل اسلام کو اس رسوائی اور ذلت سے اپنی پناہ میں رکھیں اور اس سے ہم سب کو محفوظ فرماویں۔ آمین

یہاں ان آیات میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ ایک تو مطیع کامل۔ اور دوسرا عاصی کامل۔ مطیع کامل تو فوراً جنت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے اور عاصی کامل جس کا دوسرا نام کفر ہے اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ان دو قسموں کے علاوہ ایک قسم اور بھی ہے جو یہاں ذکر نہیں کی گئی اور وہ تیسری قسم یہ ہے کہ اعتقاداً تو مطیع ہو اور عملاً تقصیروار ہو۔ اس کا حکم دوسری آیتوں میں موجود ہے کہ مستحق سزا ہے لیکن اخیر میں نجات ہے اور خود یہاں بھی غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ جب اس کی حالت بین بین ہے تو جزا بھی بین بین ہوگی یعنی کچھ عذاب اور کچھ ثواب۔

قانون میراث کی اہمیت احادیث کے تناظر میں

اس مضمون کے سلسلہ میں یعنی میراث کی اہمیت اور اس سے متعلق قائم کردہ حدود و ضوابط کی پابندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی سن لیجئے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک شخص ستر سال تک نیک عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر وصیت کے وقت ظلم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے۔ اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا اچھا ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان آیات کو پڑھو تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے عَذَابٌ مُّهِيْنٌ تک جن کا یہاں بیان ہوا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ساٹھ سال تک لگے رہتے ہیں لیکن خاتمہ کے وقت وصیت میں ضرر و نقصان پہنچا جاتے ہیں تو جہنم ان کے لئے واجب ہو جاتی ہے یعنی بعض عزیز و اقارب کو ان کے شرعی حصہ سے زیادہ اور بعض کو ان کے واجبی حصہ سے کم دینے کی وصیت کرتے ہیں اور اس طرح کسی کو نفع اور کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اور نتیجہ میں حدود اللہ کے خلاف عمل کر کے سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اپنا اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع و فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیں۔ اور اپنی ہی اطاعت پر مرنا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو زندگی کے ہر لمحہ میں اپنے احکام کی اطاعت کی فکر نصیب فرما اور اپنے مرضیات والی زندگی گزارنا نصیب فرما۔ اے اللہ ہر طرح کی اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چھوٹی اور بڑی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔ خصوصاً حقوق العباد اور میراث و ترکہ کی کوتاہیوں سے ہم کو بچنا نصیب فرما اور ہم سب کو انجام کی خیر خوبی اور صلاح و فلاح نصیب فرما اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا

اور جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں تمہاری بیبیوں میں سے سو تم لوگ اُن عورتوں پر چار آدمی اپنوں میں سے گواہ کرلو سو اگر وہ گواہی دیدیں

وَالّٰتِیْ	یَاْتِیْنَ	الْفَاحِشَةَ	مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ	فَاسْتَشْهِدُوْا	عَلَیْهِنَّ	اَرْبَعَةً	مِّنْكُمْ	فَاِنْ	شَهِدُوْا
اور جو عورتیں	مرتکب ہوں	بدکاری	سے تمہاری عورتیں	تو گواہ لاؤ	ان پر	چار	اپنوں میں سے	پھر اگر	وہ گواہی دیں

فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ۝ وَالَّذٰنِ

تو تم انکو گھروں کے اندر مقید رکھو یہاں تک کہ موت اُن کا خاتمہ کردے یا اللہ اُن کے لئے کوئی اور راہ تجویز فرمادیں۔ اور جو ان سے

فَاَمْسِكُوْهُنَّ	فِی الْبُیُوْتِ	حَتّٰی	یَتَوَفّٰهُنَّ	الْمَوْتُ	اَوْ یَجْعَلَ	اللّٰهُ	لَهُنَّ	سَبِیْلًا	وَالَّذٰنِ
انہیں بند رکھو	گھروں میں	یہاں تک کہ	انہیں اٹھالے	موت	یا کردے	اللہ	انکے لئے	کوئی سبیل	اور جو دو مرد

یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ۝

دو شخص بھی بے حیائی کا کام کریں تم میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

یَاْتِیٰنِهَا	مِنْكُمْ	فَاٰذُوْهُمَا	فَاِنْ تَابَا	وَاَصْلَحَا	فَاَعْرِضُوْا	عَنْهُمَا	اِنَّ	اللّٰهَ	كَانَ	تَوَّابًا	رَّحِیْمًا
مرتکب ہوں	تم میں سے	تو انہیں ایذا دو	پھر اگر وہ توبہ کریں	اور اصلاح کرلیں	تو پیچھا چھوڑ دو	ان کا	بیشک	اللہ	ہے	توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان

زنا کی مرتکب خاتون کی سزا

عرب میں جاہلیت کے دور میں عورتوں کے معاملہ میں بھی طرح طرح کی رسوم قبیحہ اور بے عنوانیاں رائج تھیں۔ مثلاً ان کو طرح طرح سے ایذائیں پہنچاتے تھے۔ ان کو تنگ کرتے تھے جن سے نکاح حرام ہے ان سے نکاح کرلیا کرتے تھے۔ وعلیٰ ہذا۔ اس لئے آگے ان معاملات کی اصلاح فرمائی جاتی ہے اور جو خطا اور قصور شرعاً معتبر ہو اس پر تادیب وسزا کی اجازت دی جاتی ہے۔

ابتدائے اسلام میں ایسے مردوں اور عورتوں سے جن سے فاحشہ یعنی زنا کا صدور ہو جائے ان کی سزا کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

یہاں خاص طور سے عورتوں کے لئے حکم بیان فرمایا گیا کہ جن سے زنا سرزد ہو جائے اور چار مردوں کی سچی گواہی سے عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے اور گھر ہی میں قید کردیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مرجائے یا اس کی زندگی ہی میں کوئی حکم ثانی اللہ تعالیٰ تجویز فرمادیں تو پھر اسی کو نافذ کردیا جائے گا چنانچہ بعد میں حکم ثانی نازل ہوا اور اس آیت کا حکم منسوخ ہوا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہ سبیل (جس کا اس آیت زیر تفسیر میں ذکر ہے) ارشاد فرمادی ہے تو تم لوگ سمجھ لو یاد کرلو کہ غیر شادی شدہ کے لئے سو درے اور شادی شدہ کے لئے سنگساری یعنی پتھروں سے اتنا مارا جائے کہ وہ مرجائے۔

ثبوت زنا کے لئے چار گواہ

زنا کے ثبوت کے لئے جو چار مردوں کی گواہی کا حکم یہاں آیت میں ہے یہی سورۃ نور میں بھی قائم رہا چنانچہ اب بھی ثبوت زنا کے لئے چار گواہ وہ بھی مرد ہونا ضروری ہیں۔ اس سلسلہ میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں۔ زنا کا معاملہ چونکہ بہت اہم ہے جس سے عزت اور عفت مجروح ہوتی ہے اور خاندان کے ننگ وعار کا مسئلہ سامنے آجاتا ہے اس لئے شریعت نے زنا کے گواہوں میں دو طرح سے سختی کی ہے۔ اول تو یہ شرط لگائی کہ مرد ہی گواہ ہوں عورتوں کی گواہی کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ دوسرے چار مردوں کا ہونا ضروری قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط بہت

سخت ہے جس کا وقوع میں آنا شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے اور یہ سختی اس لئے اختیار کی گئی کہ عورت کا شوہر یا اس کی ماں، بہن ذاتی پرخاش کی وجہ سے خواہ مخواہ الزام نہ لگائیں یا دوسرے بدخواہ محض دشمنی کی بناء پر الزام اور تہمت لگانے کی جرأت نہ کرسکیں کیونکہ اگر چار افراد سے کم لوگ زنا کی گواہی دیں تو ان کی گواہی نامعتبر ہے۔ ایسی صورت میں مدعی اور گواہ سب جھوٹے قرار دیئے جائیں گے اور ایک مسلمان پر الزام لگانے کی وجہ سے ان پر "حد قذف" یعنی اسی کوڑوں کی سزا جاری کردی جائے گی جیسا سورہ نور میں حکم ہے بعض علمائے مفسرین نے چار گواہوں کی ضرورت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زنا کا معاملہ سنگین اور نازک ہے اور اس معاملہ میں دو افراد ملوث ہوتے ہیں ایک مرد اور ایک عورت تو گویا یہ ایک معاملہ دو معاملوں میں ہے اور ہر ایک معاملہ دو گواہوں کا تقاضا کرتا ہے لہذا اس کے لئے چار گواہ ضروری ہوں گے۔ دو بلحاظ مرد کے اور دو بلحاظ عورت کے۔

مرتکب زنا مرد کی سزا

آگے بدکار مردوں کی سزا کا بیان ہے اور دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اور سزائے زنا کچھ زن منکوحہ کی تخصیص نہیں بلکہ جونسے دو شخص بھی بے حیائی کا کام یعنی زنا کریں تم میں سے یعنی بالغ عاقل مسلمانوں میں سے تو ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ پھر بعد اذیت پہنچانے کے اگر وہ دونوں گذشتہ سے توبہ کرلیں اور آئندہ کے لئے اپنی اصلاح کرلیں یعنی پھر ایسا فعل ان سے سرزد نہ ہو تو ان دونوں سے کچھ تعرض نہ کرو کیونکہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔ رحمت والے ہیں"

سزا کے احکام میں تدریج

مفسرین نے لکھا ہے کہ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی ان دو آیات زیر تفسیر کی ترتیب یہ ہے کہ شروع میں تو ان کو یعنی جن سے زنا کا ارتکاب ہو جائے ایذا دینے کا حکم نازل ہوا اس کے بعد خاص طور سے زناکار عورتوں کے لئے گھروں میں قید کرنے کا حکم بیان کیا گیا۔ اور یہاں آزار اور تکلیف پہنچانے کا بھی کوئی خاص طریقہ نہیں بتلایا گیا بلکہ معاملہ حاکم اور قاضی کی رائے پر چھوڑ دیا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہاں ایذا دینے کے معنی یہ ہیں کہ ان کو زبان سے عار دلائی جائے اور شرمندہ کیا جائے اور ہاتھ سے بھی جوتے وغیرہ کے ذریعہ ان کی مرمت کی جائے۔ بہرحال ابتدا میں یہی حکم تھا کہ زنا کی سزا میں حاکم اور قاضی زجر و عبرت کے لئے جو اور جتنی سزا مناسب سمجھے وہ دیدے۔ الغرض ایذا دینے کا حکم اور عورتوں کو گھروں میں قید کرنے کا حکم یہ زنا کی ابتدائے اسلام میں سزا تھی جو بعد میں شرعی حد نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی اور اب حد زنا سو درے غیر شادی شدہ کے لئے اور رجم یعنی سنگساری شادی شدہ کے لئے ہے۔

توبہ کے بعد کوئی ملامت نہیں

آیت کے اخیر میں جو یہ فرمایا کہ اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے تعرض مت کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا دینے کے بعد اگر انہوں نے توبہ کرلی تو پھر انہیں ملامت مت کرو اور مزید سزا مت دو اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ توبہ سے سزا بھی معاف ہوگئی اس لئے کہ یہ توبہ سزا کے بعد مذکور ہے۔ اب چونکہ یہاں توبہ کا ذکر آ گیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر طرح کی بے حیائی اور برے کاموں سے بچائیں اور اپنی مرضیات کی زندگی گزارنا نصیب فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ظاہراً و باطناً ہر حال میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرمائیں۔ اور گذشتہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے اہل وعیال اور متعلقین کو بھی پاک صاف اسلامی اور ایمانی زندگی نصیب فرما اور ہر طرح کی بے حیائی سے ان کی حفاظت فرما۔ یا اللہ اس ملک اور قوم سے بھی بے حیائی اور برے کاموں کو دور فرما۔ خصوصاً زنا کی سیہ کاریوں کو ملیامیٹ فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ

توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ تو اُن ہی کی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں سو ایسوں پر تو

إِنَّمَا	التَّوْبَةُ	عَلَى اللَّهِ	لِلَّذِينَ	يَعْمَلُونَ	السُّوءَ	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	يَتُوبُونَ	مِن قَرِيبٍ	فَأُولَٰئِكَ	يَتُوبُ
اسکے سوا نہیں	توبہ قبول کرنا	اللہ پر (اللہ کے ذمے)	ان لوگوں کیلئے	وہ کرتے ہیں	برائی	نادانی سے	پھر	توبہ کرتے ہیں	جلدی سے	پس یہی لوگ ہیں	توبہ قبول کرتا ہے

اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ

خدا تعالیٰ توجہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں حکمت والے ہیں اور ایسے لوگوں کی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کے سامنے

اللَّهُ	عَلَيْهِمْ	وَكَانَ	اللَّهُ	عَلِيمًا	حَكِيمًا	وَلَيْسَتِ	التَّوْبَةُ	لِلَّذِينَ	يَعْمَلُونَ	السَّيِّئَاتِ	حَتَّىٰ	إِذَا	حَضَرَ	أَحَدَهُمُ
اللہ	اُن کی	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا	اور نہیں	توبہ	ان کیلئے (انکی)	وہ کرتے ہیں	برائیاں	یہاں تک	جب	سامنے آجائے	ان میں سے کسی کو

الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

موت ہی آکھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن لوگوں کی جن کو حالت کفر پر موت آجاتی ہے اُن لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

الْمَوْتُ	قَالَ	إِنِّي	تُبْتُ	الْآنَ	وَلَا	الَّذِينَ	يَمُوتُونَ	وَهُمْ	كُفَّارٌ	أُولَٰئِكَ	أَعْتَدْنَا	لَهُمْ	عَذَابًا	أَلِيمًا
موت	کہے	کہ میں	توبہ کرتا ہوں	اب	اور نہ	وہ لوگ جو	مرجاتے ہیں	اور وہ	کافر	یہی لوگ	ہم نے تیار کیا	انکے لئے	عذاب	دردناک

توبہ کیا ہے

آیات کی تشریح سننے سے پہلے لفظ ''توبہ'' کی تحقیق سن لیجئے۔ توبہ کے لفظی معنی ہیں واپس آنا' لوٹنا' جس جگہ کو چھوڑا تھا وہاں پھر پلٹ کر آجانا۔ انسان جب کوئی گناہ خطا یا قصور کرتا ہے تو اللہ کے حضور سے ہٹ جاتا ہے تو اس کو چاہیے کہ پھر اللہ کے سامنے واپس آئے اور اس کی صورت یہی ہے کہ اپنی خطا کا اقرار کرے اپنے کئے پر پچھتائے اور نادم ہو اور دل سے وعدہ کرے کہ پھر ایسی خطا نہ کروں گا یہ ہے توبہ کی حقیقت فقط زبان سے لفظ توبہ توبہ کہنا کوئی وقعت نہیں رکھتا تو شریعت کی اصطلاح میں توبہ نام ہے چار چیزوں کے جمع کرنے کا (۱) گناہ کو برا سمجھ کر چھوڑ دینا (۲) جو کچھ غلطی ہو گئی ہو اس پر نادم ہونا۔ (۳) اس غلطی کو دوبارہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرنا (۴) جن اعمال کا تدارک ہو سکتا ہو ان کا جہاں تک ممکن ہو تدارک کرنا یعنی غلطی حق العبد سے متعلق ہے تو اس کو ادا کرنا اور اگر حق اللہ ہے اور قضا مشروع ہے تو قضا کرنا جیسے چھوڑی ہوئی نماز ہے تو روزہ وغیرہ جب یہ چاروں باتیں جمع ہوں گی تب توبہ کی شرائط پوری ہوں گی۔

توبہ کی قبولیت کی شرائط

پہلی آیت میں توبہ کی قبولیت پر دو شرطیں لگائی گئی ہیں اول یہ کہ گناہ نادانی' حماقت اور جہالت کی بناء پر سرزد ہوا ہو دوسرے یہ کہ توبہ کی طرف جلد ہی رجوع کیا گیا ہو تو اس سے ظاہر ہوا کہ جو شخص نادانی کی بناء پر گناہ کرے اور تنبیہ کے بعد فوراً اس سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق اس کی توبہ ضرور مقبول ہوتی ہے اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ جس نے دیدہ و دانستہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی جرات کی اور گناہ پر آگاہ ہونے کے بعد بھی جلدی سے توبہ نہ کی بلکہ اس میں تاخیر کرتا رہا اور توبہ کو ٹالتا رہا اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو عدل اور انصاف کے قاعدہ کے موافق اس کی خطا معافی کے قابل نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مولائے کریم اپنے خاص فضل

سے کام لے کر معافی فرمادے تو یہ اس کا احسان ہے مگر وعدہ اور ذمہ داری صرف پہلی ہی صورت میں ہے باقی میں نہیں۔ تو اس قبولیت توبہ کی بشارت سن لینے کے بعد ہم پر لازم ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم سے گناہ سرزد ہو جائے تو ہم فوراً متنبہ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ آئندہ سے اسے نہ کرنے کا عہد کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنا گناہ بخشوالیں اور معافی کے مستحق بن جائیں۔

کن لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی

آگے دوسری آیت میں جس میں توبہ کے قبول نہ ہونے کا بیان ہے اس میں ارشاد ہوتا ہے۔

اس میں یہ بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے۔ نہ انہیں گناہ پر ندامت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی کی تنبیہ سے متنبہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ جب انہیں اپنی موت نظر آنے لگتی ہے اور روح نکل کر حلق میں آجاتی ہے تو پھر کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول۔

اس آیت میں حضور موت یعنی موت کا سامنے آکھڑا ہونے کی تحقیق محققین نے یہی کی ہے کہ موت کے قریب ہونے کی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہو جاوے دوا اور علاج معالجہ کی تدابیر سے عاجز ہو کر سمجھ لے کہ اب موت آنے والی ہے مگر اب تک دوسرے عالم کے احوال اور فرشتہ اور عذاب نظر نہیں آئے۔ اس حالت میں تو کافر کا ایمان لانا اور گنہگار کا توبہ کرنا دونوں مقبول ہیں اور دوسری حالت یہ ہے کہ عالم برزخ کے احوال نظر آنے لگیں۔ روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے غرغرہ کی حالت شروع ہو جائے اور فرشتوں کو دیکھ لے عذاب نظر آنے لگے تو ایسی حالت میں نہ کفر سے ایمان کا اقرار کرنا مقبول ہوتا ہے اور نہ گناہوں کی توبہ۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ گناہوں پر اقدام کے تین درجے ہیں

پہلا یہ کہ گناہ کا کبھی ارتکاب ہی نہ ہو۔ یہ تو فرشتوں کی خصلت ہے یا انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

دوسرے یہ کہ گناہوں پر اقدام کرے اور پھر ان پر اصرار جاری رہے کبھی ان پر ندامت اور ترک کا خیال نہ آئے یہ درجہ شیاطین کا ہے۔

تیسرا اور درمیانی درجہ مقام بنی آدم کا ہے کہ گناہ سرزد ہو تو فوراً اس پر ندامت ہو اور آئندہ اس کے ترک کا پختہ عزم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہونے کے بعد توبہ نہ کرنا اور اس پر اصرار جاری رکھنا یہ خالص شیاطین کا کام ہے۔ اسی لئے باجماع امت توبہ فرض ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توبہ کی حقیقت نصیب فرمائیں۔ اور ہم کو اپنی تقصیرات اور گناہوں پر سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ

اے ایمان والوتم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہوجاؤ اوراُن عورتوں کو اس غرض سے مقیدمت رکھو کہ جو کچھ تم لوگوں نے

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا يَحِلُّ	لَكُمْ	اَنْ تَرِثُوا	النِّسَآءَ	كَرْهًا	وَلَا	تَعْضُلُوْهُنَّ	لِتَذْهَبُوْا	بِبَعْضِ
اے	جو لوگ ایمان لائے	حلال نہیں	تمہارے لئے	کہ وارث بن جاؤ	عورتیں	زبردستی	اور نہ	انہیں روکے رکھو	کہ لے لو	کچھ

مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ

اُن کودیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کرلو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں اوراُن عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو اوراگر وہ تم کو ناپسند ہوں

مَا	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اِلَّآ	اَنْ	يَّاْتِيْنَ	بِفَاحِشَةٍ	مُّبَيِّنَةٍ	وَعَاشِرُوْهُنَّ	بِالْمَعْرُوْفِ	فَاِنْ	كَرِهْتُمُوْهُنَّ
جو	انکو دیا ہو	مگر	یہ کہ	مرتکب ہوں	بے حیائی	کھلی ہوئی	اور ان سے گزران کرو	دستور کے مطابق	پھر اگر	وہ ناپسند ہوں

فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝۱۹

تو ممکن ہے کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اُس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھدے۔

	فَعَسٰٓى	اَنْ تَكْرَهُوْا	شَيْـًٔا	وَّيَجْعَلَ	اللّٰهُ	فِيْهِ	خَيْرًا	كَثِيْرًا
	تو ممکن ہے	کہ تم کو ناپسند ہو	ایک چیز	اور رکھے	اللہ	اس میں	بھلائی	بہت

زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر ہونے والے مظالم کا انسداد

ایام جاہلیت میں منجملہ اور رسوم قبیحہ کے جو عورتوں کے باب میں رائج تھیں ایک رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص مرجاتا تو اس کا وارث جس طرح اس کا مال لیتا اسی طرح اس کی بیوی کو بھی اپنی میراث اور ملک سمجھتا۔ اگر دل چاہتا اس سے خود جبراً نکاح بغیر مہر کے کر لیتا اور اگر چاہتا تو دوسرے سے نکاح کر دیتا اور اس کا مہر خود لے لیتا۔ اور کبھی بے رغبتی کے سبب نہ خود نکاح کرتا اور نہ دوسرے سے اس لئے نکاح کرنے دیتا کہ اپنا مال دولت اپنے ساتھ لے جائے گی۔ غرض اس کو یونہی مجبور اور محبوس رکھتا اس پر یا تو وہ بیوی اس کو اپنا مال ومتاع دے دیتی تب اس کی جان چھوٹتی یا وہ اس کے گھر مرجاتی تو اس کے مرنے پر اس کی چیز پر قبضہ کرتا اور میت کے مال میں سے بھی عورت کو کوئی حصہ نہ دیتے۔ یہ کارروائی تو وارث کیا کرتے اور کبھی خود شوہر بلاقصور اپنی عورت کے ساتھ بے عنوانی کرتا اور محض اس لئے بیوی کو تنگ کیا جاتا کہ وہ خلع کرنے پر مجبور ہو جائے اور جو مال شوہر اس کو مہر میں دے چکا ہے وہ خلع کے بہانے سے پھر واپس لے لے۔ غرض یہ کہ اس طرح ایام جاہلیت میں طرح طرح کے مظالم ان عورتوں پر روا رکھتے۔ اسلام نے اس آیت اور آئندہ آیات میں ان تمام رسوم قبیحہ کی ممانعت فرمادی چنانچہ اس آیت میں پہلے ارشاد ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا اے ایمان والوتم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جان یا مال کے جبراً مالک ہوجاؤ۔

مال کا مالک ہونا تین طرح ہے ایک یہ کہ اس عورت کا جو حق شرعی میراث میں ہے اس کو خود لے لیا جائے اور بیوہ کو نہ دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کو نکاح نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجاوے پھر اس کا مال لے لیں۔ تیسرے یہ کہ خاوند اس کو بے وجہ مجبور کرے کہ وہ اس کو کچھ مال دے تب یہ اس کو چھوڑے اور جان کا مالک ہونا یہ تھا کہ مرنے والے کی عورت کو مثل مال مردہ کے اپنی میراث سمجھتے تو اس ایک جملہ میں ان سب امور کی ممانعت آ گئی۔

34

آگے دوسرے جملہ میں ارشاد ہے وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ بھی ان سے وصول کرلو۔

اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ میت کا وارث اس میت کی بیوی کو نکاح نہ کرنے دیتا تا کہ ہم کو یہ کچھ دے دوسرے یہ کہ خاوند اس کو مجبور کرتا کہ مجھ کو کچھ دے تب چھوڑوں۔ تیسرے یہ کہ خاوند طلاق دینے کے بعد بھی بدون کچھ لئے اس کو نکاح نہ کرنے دیتا۔ ان سب امور کی اس جملہ میں ممانعت ہوگئی مگر بعض صورتوں میں ان سے مال لینا یا ان کو مقید کرنا جائز بتلایا گیا وہ یہ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں۔

اس میں بھی تین صورتیں آگئیں ایک یہ کہ ناشائستہ حرکت نافرمانی شوہر کی اور بدخلقی ہو تو خاوند کو جائز ہے کہ عورت کو بدوں مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے دوسرے یہ کہ ناشائستہ حرکت زنا ہو تو ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا خاوند کو جائز تھا کہ بطور سزا عورت کو گھر میں مقید رکھے مگر پھر زنا کی حد نازل ہونے پر یہ حکم منسوخ ہوگیا تھا۔ تیسری صورت یہ بھی ابتدائے اسلام میں قبل نزول حد زنا تھی کہ خاوند کو جائز تھا کہ عورت سے اگر حرکت زنا ثابت ہو تو اس جرمانہ میں اس سے اپنا دیا ہوا مال واپس کرلے اور اس کو نکال دے۔ اب یہ حکم بھی منسوخ ہے زنا سے مہر کا وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

شوہروں کو حکم کہ بیویوں سے حسن سلوک سے پیش آؤ

آگے خاص شوہروں کو حکم ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کیا کرو یعنی خوش اخلاقی اور نان نفقہ کی خبر گیری کے ساتھ اور بمقتضائے طبیعت کوئی بات ناگوار ہو تو اس کے برداشت کرنے کی تلقین فرمائی جارہی ہے۔ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت دنیوی یا دینی رکھ دے۔ اس میں یہاں یہ تعلیم دی گئی کہ عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو۔ جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاؤ عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اس کو چھوڑ دو پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو اور تحمل سے کام لو شاید اللہ تعالیٰ اسی میں تمہارے لئے کوئی نفع کی بات رکھ دے۔ مثلاً وہ تمہاری خدمت گزار۔ خیر خواہ اور ہمدرد ہو۔ یا ایسی ناپسند عورتوں سے تم کو اولاد صالح عطا فرمادے یا کوئی اولاد بچپن میں پیدا ہو کر مرجاوے اور وہ ذخیرہ آخرت ہو جاوے ورنہ کم از کم ناپسند چیز پر صبر کرنے کی فضیلت تو ضرور ہی حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے

اسلام نے جو احسانات عورتوں پر کئے ہیں اس کی قدردانی اللہ تعالیٰ ہماری عورتوں کو نصیب فرمائے اور اسلام کی پوری پابندی کی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ اسلام نے جو حقوق عورتوں کے ہم مردوں کے ذمہ واجب کئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو ان حقوق کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہماری عورتوں اور مردوں سب کو اسلام اور ایمان کی زندگی گزارنا نصیب فرما اور سب کو شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا
اور اگر تم بجائے ایک بیوی کے دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم اُس ایک کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی مت لو

وَاِنْ	اَرَدْتُّمُ	اسْتِبْدَالَ	زَوْجٍ	مَّكَانَ	زَوْجٍ	وَّاٰتَيْتُمْ	اِحْدٰىهُنَّ	قِنْطَارًا	فَلَا تَاْخُذُوْا	مِنْهُ	شَيْـًٔا
اور اگر	تم چاہو	بدل لینا	ایک بی بی	جگہ (بدلے)	دوسری بی بی	اور تم نے دیا ہے	ان میں سے ایک کو	خزانہ	تو نہ (واپس) لو	اس سے	کچھ

اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ
کیا تم اُس کو لیتے ہو بُہتان رکھ کر اور صریح گناہ کے مرتکب ہو کر اور تم اُسکو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم باہم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور وہ عورتیں

اَتَاْخُذُوْنَهٗ	بُهْتَانًا	وَّاِثْمًا	مُّبِيْنًا	وَكَيْفَ	تَاْخُذُوْنَهٗ	وَقَدْ	اَفْضٰى	بَعْضُكُمْ	اِلٰى بَعْضٍ	وَّاَخَذْنَ
کیا تم وہ لیتے ہو	بہتان	اور گناہ	صریح (کھلا)	اور کیسے	تم اسے لوگے	اور البتہ	پہنچ چکا	تم میں ایک	دوسرے تک	اور انہوں نے لیا

مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝	مِنْكُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا
تم سے ایک گاڑھا اقرار لے چکی ہیں۔	تم سے	عہد	پختہ

زمانۂ جاہلیت کے ایک اور ظلم کا انسداد

زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے ناخوش ہوتا اور اسے چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا تو پہلی عورت پر جھوٹ موٹ کوئی تہمت لگاتا اور اس پر طرح طرح کی سختیاں اور ظلم کرتا تاکہ وہ عورت مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور طلاق لے لے اور اس طرح یہ مال دوسرے نکاح کرنے میں استعمال کرے۔ ان آیات میں اس کی ممانعت کر دی گئی اور حکم دیا گیا کہ جب عورت کی طرف سے کوئی سرکشی اور بے حیائی کا کام سرزد نہ ہو اور شوہر محض اپنی طبعی خواہش اور خوشی کے لئے موجودہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس صورت میں اگر وہ ڈھیروں مال اور خزانہ بھی بیوی کو دے چکا ہے مہر میں یا ویسے ہی بطور ہبہ اور عطیہ کے تو اس کے لئے جائز اور روا نہیں کہ اسے دیئے ہوئے مال کا کوئی حصہ طلاق کے معاوضہ میں واپس لے یا واجب الادا مہر کو معاف کرائے۔ یہاں عورت کو دیئے ہوئے مال یا رقم کی واپسی کے ظلم و گناہ ہونے کو تین دلائل سے منع فرمایا گیا۔

اول یہ کہ ایسا کرنا ایک صورت تہمت اور بہتان کی ہے جس کا کھلا گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ ایک دوسرے سے خلوت اور تنہائی میں مل چکے ہو جس سے عورت کا پورا مہر مرد کے ذمہ واجب ہو چکا ہے تو اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں۔

تیسرے یہ کہ ان عورتوں نے تم سے پختہ اور مضبوط عہد لے لیا ہے اس سے مراد عقد نکاح کا عہد ہے جو اللہ کے نام کے ساتھ مجمع کے سامنے کیا جاتا ہے۔

اب غور کیجئے کہ قرآن پاک کی ایک ایک آیت اور اس کا ایک ایک جملہ انسانیت کے لئے کتنی رحمت کا باعث ہے۔ اسلام سے پہلے نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم میں عورتوں کے معاملہ میں نہایت افراط و تفریط کا معاملہ تھا۔ اسلام کی برکت سے عورتوں کو دنیا میں صحیح مقام نصیب ہوا اور صدیوں کے مظالم اور قبیح رسموں کا ایک ایک قرآنی آیت نے بالکل خاتمہ کر دیا۔

حق مہر کی مقدار:

ان آیات میں لفظ قنطار سے جس کے معنی ڈھیروں انبار اور کثیر مال کے ہیں آئمہ دین نے عورتوں کے مہر کی زیادہ مقدار کا بھی جائز

ہونا ثابت فرمایا ہے مگر یہ جواز صرف بمعنی صحت اور نفاذ ہے۔ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو تقلیل اور تھوڑے اور ہلکے مہر کی تاکید آئی ہے وہ اپنی جگہ فضیلت اور برکت کا باعث ہے۔ یہاں صرف زیادہ مہر کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ان آیات کے متعلق ایک واقعہ کتب احادیث میں یہ آتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھلی چیز ہوتی یا خدا کے نزدیک یہ تقویٰ کی بات ہوتی تو اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی یا بیٹی کا مہر ۱۲ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا (جسکے تقریباً ۱۵۰ روپیہ ہمارے موجودہ سکے کے ہوتے ہیں) انسان لمبا مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اس کو بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے تو میرے کندھوں پر مشک لٹکوا دی۔ ایک قریشیہ عورت آپ کے سامنے آئیں اور کہنے لگیں یا امیر المومنین کیا آپ نے چار سو درہم سے زیادہ کے مہر سے لوگوں کو منع فرمادیا ہے؟ آپ نے فرمایا تو انہوں نے کہا کہ کیا آپ نے اللہ کا کلام جو اس نے نازل فرمایا ہے نہیں سنا؟ آپ نے کہا وہ کیا وہ کیا؟ تو ان خاتون نے کہا کہ سنئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں۔ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا یعنی تم اس ایک بیوی کو انبار انبار کا مال بھی دے چکے ہو تو تم اُس میں سے کچھ بھی واپس مت لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یا اللہ مجھے معاف فرما عمر سے تو ہر شخص ------ ہے پھر آپ واپس گئے اور اُسی وقت ممبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو درہم سے زیادہ مہر سے روک دیا تھا لیکن اب کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے مال میں سے جتنا چاہے مہر میں دے۔ اپنی خوشی سے جتنا مہر میں مقرر کرنا چاہے کرے میں نہیں روکتا علماء نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ کا اس واقعہ میں زیادہ مہر کا جواز مان لینا اس لئے تھا کہ لوگ اس کو ناجائز اور حرام سمجھنے لگیں۔

اب آگے ایام جاہلیت کی ایک دوسری رسم قبیحہ کے خاتمہ میں اُن عورتوں کی تفصیل بتائی جاتی ہے جن عورتوں سے مردوں کو نکاح حرام و ناجائز ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دُعاء کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو قرآنی احکام کے موافق اپنی زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خصوصاً ہمیں ازدواجی رشتہ کے حقوق کی خاطر خواہ ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اے اللہ ہم جو ایک دوسرے کے حقوق سے غافل ہیں اور جس کی وجہ سے نئے نئے فتنہ پیدا ہو رہے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اس غفلت سے بچائیے اور شریعت اسلامیہ نے جو حقوق ہم پر جس جس کے عائد کئے ہیں ان کو ادا کرنے اور ان سے عہدہ برآ ہونے میں ہماری مدد فرمائیے۔

اے اللہ ہر طرح کی ظلم و زیادتی سے ہمیں بچنا نصیب فرمائیے اور ہر حال میں ہم کو دین پر مستقیم رہنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ

اور تم اُن عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر گئی گزر گئی بیشک یہ بڑی بے حیائی ہے اور نہایت نفرت کی بات ہے اور بہت

وَلَا	تَنْكِحُوْا	مَا نَكَحَ	اٰبَآؤُكُمْ	مِنَ	النِّسَآءِ	اِلَّا	مَا قَدْ سَلَفَ	اِنَّهٗ	كَانَ	فَاحِشَةً	وَ مَقْتًا	وَسَآءَ
اور نہ	نکاح کرو	جس سے نکاح کیا	تمہارے باپ	سے	عورتیں	مگر	جو گزر چکا	بیشک وہ	تھا	بے حیائی	اور غضب کی بات	اور برا

سَبِيْلًا ﴿٢٢﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ

برا طریقہ ہے۔ تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں

سَبِيْلًا	حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمْ	اُمَّهٰتُكُمْ	وَبَنٰتُكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	وَعَمّٰتُكُمْ	وَخٰلٰتُكُمْ	وَبَنٰتُ الْاَخِ	وَبَنٰتُ	الْاُخْتِ
راستہ (طریقہ)	حرام کی گئیں	تم پر	تمہاری مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	اور تمہاری بہنیں	اور تمہاری پھوپھیاں	اور تمہاری خالائیں	اور بھتیجیاں	اور بیٹیاں	بہن

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ

اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے ہیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور تمہاری بیبیوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں

وَاُمَّهٰتُكُمُ	الّٰتِيْ	اَرْضَعْنَكُمْ	وَاَخَوٰتُكُمْ	مِنَ	الرَّضَاعَةِ	وَ	اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ	وَرَبَآئِبُكُمُ	الّٰتِيْ	فِيْ حُجُوْرِكُمْ
اور تمہاری مائیں	وہ جنھوں نے	تمہیں دودھ پلایا	اور تمہاری بہنیں	سے	دودھ شریک	اور	تمہاری عورتوں کی مائیں	اور تمہاری بیٹیاں	جو کہ	تمہاری پرورش میں

مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ؗ وَحَلَآئِلُ

اُن بیبیوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے قربت کی ہو اور اگر تم نے اُن بیبیوں سے قربت نہ کی ہو تو تم کو کوئی گناہ نہیں اور تمہارے ان بیٹوں

مِنْ	نِسَآئِكُمْ	الّٰتِيْ	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَاِنْ	لَّمْ تَكُوْنُوْا	دَخَلْتُمْ	بِهِنَّ	فَلَا جُنَاحَ	عَلَيْكُمْ	وَحَلَآئِلُ
سے	تمہاری بیبیاں	جن سے	تم نے صحبت کی	ان سے	پس اگر	تم نے نہیں کی	صحبت	ان سے	تو نہیں گناہ	تم پر	اور بیویاں

اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ

کی بیٹیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہوں اور یہ کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ رکھو لیکن جو پہلے ہو چکا

اَبْنَآئِكُمُ	الَّذِيْنَ	مِنْ	اَصْلَابِكُمْ	وَاَنْ	تَجْمَعُوْا	بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ	اِلَّا مَا	قَدْ سَلَفَ
تمہارے بیٹے	جو	سے	تمہاری پشت	اور یہ کہ	تم جمع کرو	دو بہنوں کو	مگر جو	پہلے گزر چکا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٢٣﴾

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ	كَانَ	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا
بیشک اللہ	ہے	بخشنے والا	مہربان

سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہونا:

سوتیلی ماں سے ایام جاہلیت کی ایک رسم نکاح سے متعلق جو رائج تھی کہ بعضے حرام عورتوں سے نکاح کرلیا کرتے تھے مثلاً اپنی سوتیلی ماں سے۔

یا ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے اور بعضے حلال عورتوں کو حرام سمجھتے تھے۔ جیسے متبنٰی کی بیوی تو ان آیات میں اس رسم قبیحہ کی ممانعت میں ان عورتوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن سے نکاح ناجائز اور حرام ہے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت اور ممانعت کو بیان فرمایا جاتا ہے چنانچہ پہلی آیت میں اسی کا بیان ہے۔

اس آیت کے نازل ہونے سے جاہلیت کے زمانہ کی اس ناجائز رسم کا خاتمہ ہوگیا جو سوتیلی ماؤں سے بھی نکاح کرلیا جاتا تھا۔ یہاں باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت و ممانعت میں اللہ تعالٰی نے تین لفظ فرمائے ایک فَاحِشَةً دوسرا مَقْتًا اور تیسرا سَآءَ سَبِيلًا فَاحِشَةً یعنی سخت بے حیائی سے قبیح عقلی مراد ہے کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا گویا اپنی ماں سے نکاح کرنے کے مشابہ ہے اور اس بے شرمی اور بے حیائی کا کیا کہنا کہ جس کو ایک عرصہ تک کبھی ماں کہتے رہے اس کو باپ کی موت کے بعد بیوی بنا کر رکھ لیا۔ مَقْتًا یعنی طبعاً بھی نہایت نفرت کی بات ہے اہل مروت اور سلیم طبیعت رکھنے والوں کی نظر میں یہ کام نہایت ہی معیوب اور غایت درجہ قبیح اور سخت قابل نفرت ہے۔ سَآءَ سَبِيلًا یعنی شرعاً بھی نہایت برا طریقہ اور بری عادت ہے کہ باپ کی حرمت اور آبرو کو بھی ملحوظ نہ رکھا اور اس کی منکوحہ کو نکاح میں لے آیا۔ غرض کہ اس نکاح میں قبیح کے تمام مراتب جمع ہیں لہذا یہ غایت درجہ قبیح ہوا اور ایسا شخص مستحق قتل ہوا۔

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ میرے ماموں میرے پاس سے گزرے اور ان کے پاس ایک جھنڈا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ کہاں جارہے ہیں تو یہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک آدمی کی طرف بھیجا ہے کہ جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے کہ اس کا سر اتار لاؤں۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ)

تین قسم کی محرّمات

آگے ان دوسری عورتوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے جن سے نکاح حرام اور باطل ہے اور ان کی کئی قسمیں ہیں۔ یہاں اس آیت میں محرمات یعنی جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں بیان فرمائی گئیں۔

پہلی قسم: محرمات نسبیہ: یعنی جو عورتیں نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں ان کو بیان کیا گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۔ لفظ أُمَّهَاتُكُمْ کے عموم میں ماؤں کے علاوہ دادیاں نانیاں سب داخل ہیں کہ ان سب سے نکاح کرنا حرام ہے۔

(۲) وَبَنَاتُكُمْ یعنی اپنی حقیقی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور لڑکی کی لڑکی سے بھی اور بیٹے کی لڑکی سے بھی یعنی بیٹی، پوتی، پڑپوتی، نواسی، پرنواسی ان سب سے نکاح حرام ہے البتہ سوتیلی لڑکی جو دوسرے شوہر کی ہو اور بیوی ساتھ لائی ہو اس سے نکاح کرنے اور نہ کرنے میں تفصیل ہے جو آگے محرمات کی تیسری قسم میں بیان فرمائی گئی ہے۔ اور جو لڑکا یا لڑکی حقیقی نہ ہو بلکہ گود لے کر پال لیا ہو جس کو متبنٰی یا لے پالک بھی کہتے ہیں ان سے اور ان کی اولاد سے نکاح جائز ہے۔ بشرطیکہ کسی دوسرے طریقہ سے حرمت نہ آگئی ہو۔ اسی طرح مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اس نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو وہ بھی بیٹی کے حکم میں ہے اور اس سے بھی نکاح درست نہیں۔

(۳) وَأَخَوَاتُكُمْ یعنی حقیقی بہن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اس بہن سے بھی جو باپ شریک ہو یعنی سوتیلی بہن کہ جو باپ میں شریک ہو یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں اور اسی طرح اس بہن سے بھی نکاح حرام ہے جو ماں شریک ہو یعنی وہ سوتیلی بہن کہ جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ دو ہوں۔ غرض کہ تینوں قسمیں حرام ہیں خواہ وہ حقیقی بہن ہو ماں شریک ہو یا باپ شریک ہو۔

(۴) وَعَمَّاتُكُمْ یعنی اپنے باپ کی بہن جس کو پھوپھی کہتے ہیں اس میں خواہ باپ کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی ماں شریک ہو یا سوتیلی باپ شریک بہن ہو تینوں طرح کی پھوپھیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۵) وَخَالَاتُكُمْ یعنی اپنے ماں کی بہن خواہ حقیقی ہو یا سوتیلی باپ شریک یا ماں شریک تینوں طرح کی خالاؤں سے نکاح حرام ہے۔

(۶) وَبَنَاتُ الْأَخِ یعنی بھائی کی لڑکیاں جن کو بھتیجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک ہوں یا سوتیلی باپ شریک ہوں تینوں طرح کے بھائیوں کی لڑکیوں یعنی بھتیجیوں سے نکاح حرام ہے۔

(۷) وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی بہن کی لڑکیاں جن کو بھانجی کہا جاتا ہے خواہ وہ حقیقی ہوں یا سوتیلی ماں شریک یا سوتیلی باپ شریک تینوں

طرح کی بھانجیوں سے نکاح حرام ہے۔

یہ سات قسمیں محرمات نسبیہ کی ہیں۔ جو آدمی پر اس کے نسب میں شریک ہونے کی وجہ سے حرام ہیں اور ان کی حرمت ابدی ہے یعنی ہمیشہ کے لئے ان سے نکاح حرام ہے۔

دوسری قسم: محرمات رضاعیہ ہیں:

اس قسم میں حق تعالیٰ نے آیت میں صرف رضاعی ماں اور رضاعی بہن کا ذکر فرمایا ہے یعنی تمہاری وہ رضاعی مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور تمہاری وہ رضاعی بہنیں جو دودھ پینے کی وجہ سے بہن ہیں حرام کی گئی ہیں تو یہاں اگرچہ صرف رضاعی ماؤں اور رضاعی بہنوں ہی کی حرمت کا ذکر فرمایا گیا لیکن ساتوں رشتے جو نسب سے حرام ہیں جن کی تفصیل اوپر قسم اول میں آئی وہی ساتوں رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں یعنی رضاعی ماں، رضاعی بہن، رضاعی بیٹی، رضاعی پھوپھی رضاعی خالہ، رضاعی بھتیجی، رضاعی بھانجی، بھی حرام ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمادی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ جب کسی لڑکی یا لڑکے نے ایام رضاعت میں کسی عورت کا دودھ پی لیا تو وہ عورت ان کی رضاعی ماں بن گئی اور اس عورت کا شوہر ان کا رضاعی باپ بن گیا اور اس عورت کی نسبی اولاد اس کے بہن بھائی بن گئے۔ اور اس عورت کی بہنیں ان کی خالائیں بن گئیں اور اس عورت کا جیٹھ دیور ان بچوں کے رضاعی چچا بن گئے اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں ان بچوں کی رضاعی پھوپھیاں بن گئیں اور باہم ان سب میں حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور نسب کے رشتے سے جو نکاح آپس میں حرام ہے رضاع کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ بخاری ومسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اب یہاں ایک بات یہ بھی جان لینا اور یاد رکھنا ضروری ہے کہ حرمت رضاعت اسی زمانہ میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے جو بچپن میں دودھ پینے کا زمانہ ہوتا ہے اور تھوڑا سا دودھ پیا ہو یا زیادہ ایک دفعہ پیا ہو یا متعدد دفعہ ہر صورت میں یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ہمارے امام ابوحنیفہ نص قرآنی کو مطلق قرار دے کر ایک گھونٹ دودھ کو بھی جو بچہ کے شکم میں اتر جائے باعث حرمت نکاح فرماتے ہیں اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔

تیسری قسم: محرمات صہریہ:

یعنی جن عورتوں سے نکاح کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔ اس قسم میں پہلے۔

(۱) اُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ بتلائی گئیں بیویوں کی مائیں یعنی ساسیں بھی شوہروں پر حرام ہیں یہاں بھی امہات میں تفصیل ہے اور اس میں بیویوں کی نانیاں دادیاں نسبی ہوں یا رضاعی سب داخل ہیں اور جس طرح منکوحہ بیوی کی ماں حرام ہے اسی طرح اس عورت کی ماں بھی حرام ہے جس کے ساتھ زنا کیا ہو یا اس کو شہوت سے چھوا ہو۔

(۲) رَبَآئِبُكُمُ یعنی تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں اور جو اب تمہاری پرورش میں ہوں مگر اس میں ایک قید ہے وہ یہ کہ وہ لڑکیاں دوسرے شوہر کی ان بیبیوں سے ہوں کہ جن کے ساتھ تم نے نکاح کے بعد قربت یعنی ہم بستری بھی کی ہو۔

(۳) حَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے اور بیٹے کے عموم میں پوتا، نواسا بھی داخل ہے لہٰذا ان کی بیویوں سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ مگر یہاں اَصْلَابِكُمْ کی قید ہے یعنی ان بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں جو تمہاری نسل سے ہوں۔

(۴) وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے خواہ وہ حقیقی اور سگی بہنیں ہوں یا سوتیلی باپ شریک یا سوتیلی ماں شریک بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں یہ حکم سب کو شامل ہے البتہ ایک بہن کے انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح جائز ہے۔

آیت کے اخیر میں اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ فرما کر بتلا دیا گیا کہ ایام جاہلیت میں جو کچھ تم سے صادر ہو چکا اس کا مواخذہ نہیں ہوگا یا اب اسلام لانے کے بعد ان احکام کے نازل ہونے سے پہلے جو ہو چکا سو معاف ہے آئندہ ممنوعہ نکاح سے پرہیز کیا جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ آپ نے جو ہمارے لئے حدود مقرر فرمائی ہیں انکے اندر ہمیں رہنا نصیب فرمائیں اور ان سے تجاوز کرنے سے بچائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ